ماہنامہ جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

Monthly JEHD-E-HAQ - July 2016 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 23...... شمارہ نمبر 7 ......جولائی 2016..... قیمت 5روپے

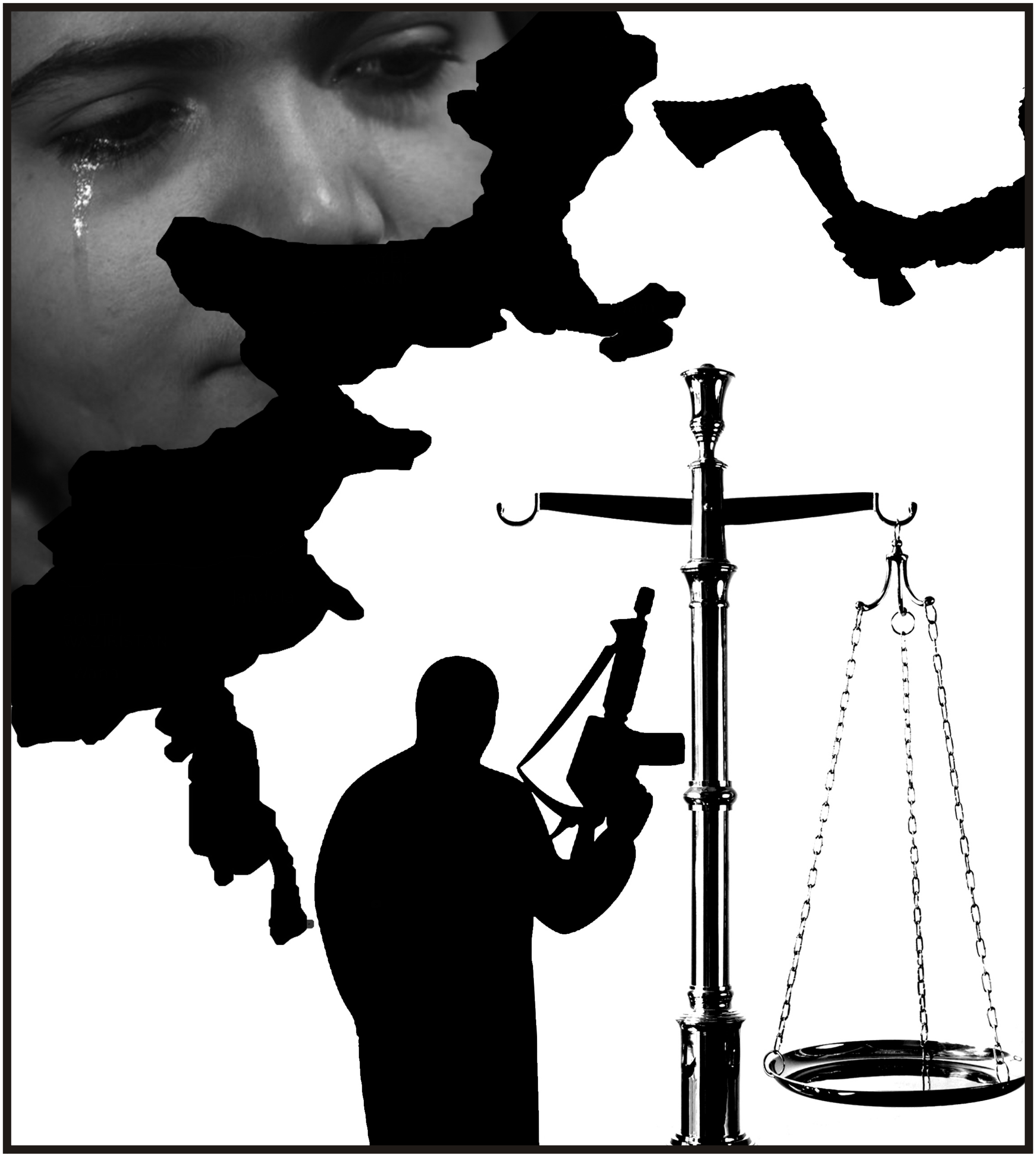

26جون 2016: ''اذیت رسانی کے خلاف عالمی دن''

ایچ آر سی پی نے ملک کے مختلف حصوں میں اذیت رسانی کے خاتمے کے لیے پُرامن احتجاجی مظاہروں اور سیمینارز کا اہتمام کیا

ایچ آر سی پی نے ''کیا انسانی حقوق کی تعلیم نصاب کا حصہ ہونی چاہیے؟''
کے موضوع پر یونیورسٹی سطح کے تقریری مقابلوں کا انعقاد کیا

18 مئی 2016: سردار بہادر خان ویمن یونیورسٹی بلوچستان

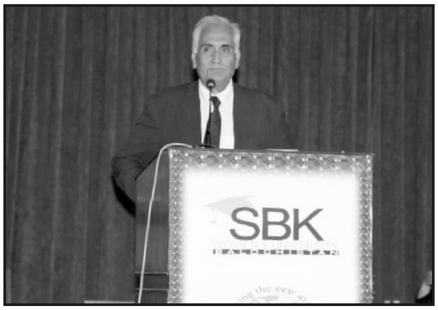

21 مئی 2016: یونیورسٹی آف بلوچستان کوئٹہ

28 مئی 2016: یونیورسٹی آف سنٹرل پنجاب لاہور

03 جون 2016: قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی آف گلگت بلتستان

04 جون 2016، کوئٹہ: ''سیاسی کشیدگی میں بلوچستان کے نوجوانوں کا کردار'' کے موضوع پر ایک تقریب منعقد کی گئی

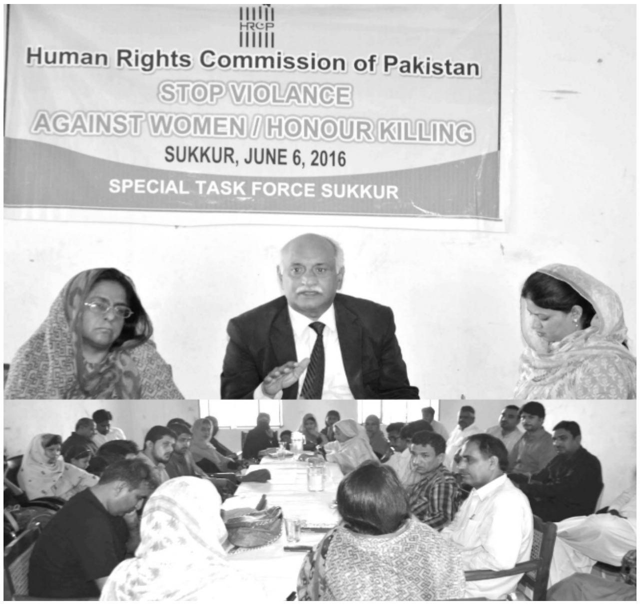

06 جون 2016، سکھر: ''خواتین پر تشدد / عزت کے نام پر قتل بند کرو'' پر ایک مشاورت منعقد کی گئی

02 جون 2016، ملتان: ''صحت مند زندگی کے لیے صاف پانی ضروری ہے'' پر ایک تقریب منعقد کی گئی

30 مئی 2016، گلگت بلتستان: ایک مشاورت کا اہتمام کیا گیا جس کا عنوان تھا
''گلگت بلتستان میں برسرروزگار خواتین کے لیے سازگار ماحول کیسے پیدا کیا جائے''

16 جون 2016، اسلام آباد:
ایچ آر سی پی اور اے جی ایچ ایس نے ''بچوں کی گھریلو مشقت'' پر مشاورت منعقد کی

02 جون 2016، پشاور:
کے پی میں ''بلدیاتی حکومت کے نظام کے نفاذ کا جائزہ'' لینے کے لیے ایک مشاورتی تقریب منعقد کی گئی

فہرست

ایچ آر سی پی کی جاری کردہ پریس ریلیزیں 5

اسلامی نظریاتی کونسل کی ترجیحی بنیادوں پر تنظیم نو کی ضرورت 7

نیشنل ایکشن پلان کی کایا پلٹ 8

زن بیزاری کے اسباب و علل 9

خطرے سے دوچار کلاش 11

صاف پانی بنیادی انسانی حق 13

پانی کی پالیسی سے متعلق بھولے بسرے اقدامات 15

ادراک، بصیرت، وجدان۔۔ 16

اذیت رسانی کے خلاف عالمی دن 17

خواتین کے انتخابی حقوق 18

کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا 22

جنسی تشدد کے واقعات 22

عورتیں 27

بچے/صحت 31

اقلیتیں 32

تعلیم 33

انتہا پسندی کی روک تھام اور رواداری کے فروغ کے لیے منعقد تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس 35

خودکشی کے واقعات 44

اقدام خودکشی 49

جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط 52

اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ کی جانب سے دو قاتلوں کی رہائی کا فیصلہ قابل مذمت ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے ایک اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ کی جانب سے جرگے کے حکم پر ان دو افراد کو بری کرنے کے فیصلے کی شدید مذمت کی ہے جنہوں نے نام نہاد غیرت کے نام پر اپنے ماموں اور اپنی بھابی کو قتل کرنے کا اعتراف کیا تھا۔

بدھ کو جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا: ''ایچ آر سی پی خیبر ایجنسی کے علاقے لنڈی کوتل کے اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ (اے پی اے) کے فیصلے پر حیرت زدہ ہے جس میں انہوں نے ان دو بھائیوں کو بری کر دیا جن پر اپنی بھابی اور ماموں کے قتل کا الزام تھا اور جنہوں نے بعد ازاں دعویٰ کیا تھا کہ مقتولین کے درمیان ''ناجائز تعلقات'' تھے۔

''دونوں بھائیوں کو گرفتار کر لیا گیا اور اپنے ریکارڈ کرائے گئے بیانات میں دونوں نے قتل کا اعتراف کیا۔

''ایک پانچ رکنی جرگہ تشکیل دیا گیا جس نے فیصلہ جاری کیا کہ ملزمان قرآن پاک پر حلف لیں کہ انہوں نے اپنی بھابی اور ماموں کو قتل کر کے ''کوئی غلط کام نہیں کیا (بری نیت سے)۔ جرگے کا کہنا تھا کہ اگر قاتلوں نے حلف اٹھا لیا تو وہ رواج کے مطابق بے گناہ ٹھہرائے جائیں گے اور انہیں رہا کر دیا جائے گا۔

قبائلی علاقہ جات میں یہ رواج ہے کہ کسی مرد کو قتل کرنے کے بعد خاندان کی کسی عورت کو قتل کرنا اور ان پر ''ناجائز تعلقات'' کا الزام لگانا دونوں افراد کے قتل کو حق بجانب قرار دیتا ہے اور جرم پر قانونی چارہ جوئی سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔

''ملزمان کو بے گناہ قرار دیتے ہوئے اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ جرگہ کا حکم واضح اور مقامی رواج کے مطابق ہے۔ انہوں نے مزید کہا: ''میں جرگہ کے اراکین کے اکثریتی فیصلے سے اتفاق کرتا ہوں۔'' جرگہ کا فیصلہ فریقین کو پڑھ کر سنایا گیا۔ مدعا علیہ فریق جرگہ کے اراکین کی جانب سے تجویز کئے گئے حلف کے لئے تیار پایا گیا۔ تاہم مدعی فریق نے مدعا علیہ فریق سے حلف لینے سے انکار کر دیا۔ چونکہ مدعی فریق نے مدعا علیہ فریق سے حلف لینے سے انکار کیا اس لئے ملزمان کو بے گناہ قرار دیا گیا اور انہیں ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔

یہ بات تمام مہذب انسانوں کے لیے تکلیف دہ ہے کہ آج کے دور میں بھی کہ اس طرح کے ظالمانہ رجحانات قبائلی علاقہ جات میں نہ صرف قابل قبول سمجھے جاتے ہیں بلکہ نظام انصاف کے طور پر مستقل بنیادوں پر لاگو ہیں۔ آئین واضح طور پر ایسی تمام رسومات کو کالعدم قرار دیتا ہے جو قانون کے منافی ہیں مگر اس کے باوجود ''رواج'' بدستور لاگو ہے کیونکہ اعلیٰ عدالتیں قبائلی علاقہ جات میں دائرہ اختیار نہیں رکھتیں۔

ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ قبائلی علاقوں کے عدالتی و نیم عدالتی عہدیداران کو واضح ہدایات جاری کریں کہ وہ فوجداری مقدمات کے ٹرائل کرتے وقت 'رواج' کو مکمل طور پر نظر انداز کیا کریں۔ انسانی زندگی کی محض اس وجہ سے بے وقعت نہیں ہونی کہ کوئی شہری بدقسمتی سے قبائلی علاقے میں رہائش پذیر ہے۔ مذکورہ مقدمے کے ملزمان کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے۔ تاہم، ماسوائے اس کے کہ اعلیٰ عہدے پر براجمان فرد مداخلت نہیں کرتا، ہمیں یقین ہے کہ ملزمان کو ان کی کارروائیوں کے لیے جوابدہ نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ اس امر کی نشاندہی اس چیز سے بھی ہو گئی ہے کہ مقتول فرد کی بیوہ کی متعدد درخواستوں کے باوجود مقامی حکام نے کوئی کارروائی نہیں کی۔

اس ظالمانہ رواج، سرکاری چشم پوشی اور سیاسی حکام کی جانب سے انصاف کے انتظام و انصرام کے طریقہ کار کو بے نقاب کرنے کے علاوہ، یہ واقعہ فاٹا میں قانون کی پیروی کے بھیس میں ہونے والی قانون شکنی کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ اس نظام کی فوری جانچ پڑتال کی جائے جو انصاف کا مذاق اڑانے اور فاٹا کے مظلوم عوام کو امتیازی سلوک کا نشانہ بنانے کی اجازت دیتا ہے۔ فاٹا کے لیے ایک 'قانونی' معیار جبکہ ملک کے دوسرے علاقوں کے لیے اس سے مختلف 'قانونی' معیار رکھنا بلا جواز ہے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 24 جون، 2016]

ایذارسانی کے خلاف معاہدے پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کے لئے قانونی اصلاحات کی جائیں

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے ریاست کی جانب سے ایذارسانی کے خلاف معاہدے، جس کی توثیق پاکستان نے 2010ء میں کی تھی، پر عمل درآمد کا جائزہ لینے کے لئے ایذارسانی کے خلاف عالمی تنظیم (اوایم سی ٹی) کے اشتراک سے ایک مشاورت کا اہتمام کیا۔

مشاورت کا مقصد شراکت داروں، بشمول سول سوسائٹی کی تنظیموں، قانونی برادری، پالیسی سازوں، انسانی حقوق کے قومی اداروں، میڈیا اور ریاستی حکام کو متحرک کرنا اور ایذارسانی کے خلاف اصلاحات سفارشات تیار کرنا اور سیاسی عزم پیدا کرنا تھا۔

حکومت کے لیے سفارشات

☆ ایذارسانی کے خلاف مسودہ قانون پر عوامی بحث کا انعقاد کیا جائے۔

☆ انتظامیہ کے تحت ایک نیا پینل تشکیل دینے کی بجائے پہلے سے قائم قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کو مکمل طور پر بااختیار بنایا جائے اور اسے مضبوط کیا جائے۔

☆ اسلامی نظریاتی کونسل میں اصلاحات کی جائیں۔

☆ قانون نافذ کرنے والے اداروں اور عدلیہ کو تربیت فراہم کی جائے اور انہیں تفتیش کے جدید اور سائنسی طریق ہائے کار تک رسائی فراہم کی جائے اور تفتیش اور اقبال جرم کرانے کے غیرانسانی طریق ہائے کار ترک کیے جائیں۔

☆ ایذارسانی کے متاثرین کے لیے بحالی مراکز قائم کیے جائیں۔

☆ ریاست کی جانب سے ایک طریقہ کار کے ذریعے ایذارسانی کے متاثرین کے لئے معاوضے کو یقینی بنایا جائے۔

☆ ایک جامع ریاستی رپورٹ کے لئے شراکت داروں کے ساتھ گول میز کانفرنسیں منعقد کر کے سول سوسائٹی کو ریاست کے رپورٹنگ کے عمل میں شامل کیا جائے۔

☆ ایذارسانی میں ملوث ریاستی اہلکاروں کے لئے جمہوری احتساب کا نظام متعارف کرایا جائے۔

☆ ایذارسانی کے خلاف اختیاری معاہدے کی توثیق کی جائے۔

☆ ایک آزاد ادارہ تشکیل دیا جائے جو ان پولیس افسروں سے تفتیش کرے جن پر ایذارسانی اور ناروا سلوک کی دیگر اقسام میں ملوث ہونے کا الزام ہو۔

☆ جسمانی اور طبی معائنے کی بنیاد پر بحالی نو تک رسائی کو یقینی بنایا جائے اور ضروری نہیں کہ ایسا عدالتی حکم پر ہی کیا جائے۔

☆ پولیس کے نظام میں ترمیم اور اصلاح کی جائے۔

☆ جیل اصلاحات متعارف کرائی جائیں اور جیلوں میں قید خواتین اور مذہبی اقلیتوں کے اراکین کو ناروا سلوک اور ایذارسانی سے تحفظ فراہم کیا جائے اور مرد اور خواتین قیدیوں کے لیے الگ الگ انتظامیہ کو یقینی بنایا جائے۔

☆ سیاسی مخالفین کے خلاف انسداد دہشت گردی قوانین کے غلط استعمال کو روکا جائے۔

☆ مقامی حکومت کو پولیس کو کنٹرول کرنے کی اجازت دی جائے۔

پارلیمان کے لیے سفارشات

☆ ایذارسانی کے خلاف میثاق کی روشنی میں ایذارسانی کو جرم قرار دیا جائے۔

☆ ایذارسانی سے آزادی کے حق پر قانون منظور کیا جائے۔ قانون میں ایذارسانی کے خلاف میثاق کی مطابقت میں ایذارسانی کی واضح تعریف شامل ہونی چاہئے۔ مذکورہ میثاق ایذارسانی کو جرم قرار دیتا ہے، ایذارسانی کے متاثرین کو تلافی خاص طور طبی ونفسیاتی بحالی نو فراہم کرتا اور غیر ریاستی عناصر کو جوابدہ ٹھہراتا ہے۔

☆ گواہ کے تحفظ کا قانون منظور کیا جائے۔

سول سوسائٹی اور ذرائع ابلاغ کے لیے سفارشات

☆ ایک مشترکہ حکمت عملی پر مبنی ایذارسانی مخالف وسیع اتحاد تشکیل دیا جائے تاکہ اذیت رسانی کے خلاف میثاق کے نفاذ کے لیے مہم چلائی جاسکے۔

☆ ایذارسانی کی بہتر تصویر کشی کے لیے ذرائع ابلاغ کے افراد کی صلاحیت سازی کی جائے۔

☆ فلموں اور ڈراموں میں ایذارسانی کی تصویرکشی کو کنٹرول کیا جائے۔

☆ سکولوں اور مجموعی طور پر پورے معاشرے میں ایذارسانی کے خاتمے کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے سماجی آگہی مہموں پر وسائل صرف کئے جائیں۔

☆ ایذارسانی کے اعداد وشمار اکٹھے کئے جائیں اور لوگوں کو ان سے آگاہ کیا جائے تاکہ ایڈووکیسی کی سرگرمیوں میں انہیں بروئے کار لایا جاسکے۔

☆ ایڈووکیسی کے تمام مراحل میں قانون سازوں کے ساتھ رابطہ برقرار رکھا جائے تاکہ پارلیمان اور سیاسی جماعتوں میں رواداری اور جمہوری معاشرے کے فروغ کی آواز کو بلند کیا جاسکے۔

☆ ایذارسانی کے مکمل خاتمے کی اہمیت پر معاشرتی بحث ومباحثے اور سیاسی مذاکرے کا اہتمام کیا جائے تاکہ اس عمومی خیال کو رد کیا جاسکے کہ ایذارسانی قابل قبول اور موثر چیز ہے۔

☆ ذرائع ابلاغ کے ساتھ تعلقات استوار کئے جائیں تاکہ مشترکہ حکمت عملی تشکیل دی جاسکے اور سوشل میڈیا، ویب سائٹس اور ای میلنگ گروپس کے ذریعے سرگرم جدوجہد کی جاسکے۔

☆ ایذارسانی کے خلاف پرنٹ، آن لائن اور نشریاتی مہمیں چلانے کے لیے پیمرا کے پبلک سروسز پیغامات کے لیے مختص فنڈ واستعمال کی جائیں۔

☆ خواتین اور بچوں کے خلاف ایذارسانی اور دور دراز کے علاقوں میں واقعات سمیت ایذارسانی کے تمام واقعات کو رپورٹ کیا جائے۔

☆ بار کے اراکین کو شعور دیا جائے اور بار کونسل کی سطح پر قانونی امداد کا موثر نظام تشکیل دیا جائے۔

☆ ایذارسانی کی روک تھام پر پولیس کے ساتھ مشاورتوں کا اہتمام کیا جائے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 27 جون، 2016]

اسلامی نظریاتی کونسل کی ترجیحی بنیادوں پر تنظیم نو کی ضرورت

آئی۔اے۔رحمٰن

مولانا شیرانی کی قیادت میں کام کرنے والی اسلامی نظریاتی کونسل کی شدید خواہش ہے کہ پاکستان میں بیویوں کی پٹائی کا عمل کبھی ختم نہ ہو اور یہ بات یقینی ہے کہ اس قبیح حرکت کا خاتمہ خواتین کے احتجاجوں سے نہیں ہوگا اور نہ ہی سوشل میڈیا پر طوفان برپا کر کے اس کا خاتمہ ممکن ہے۔ یہ مسئلہ اس آسانی کے ساتھ حل ہونے والا نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا پاکستان کے مسلمان کسی ایسے ریاستی ادارے کی سیادت کو تسلیم کر لیں گے جو مذہب کی اپنی مخصوص تاویلات کے چنگل میں لوگوں کو جکڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔ علم رکھنے والے کسی بھی پاکستانی کو اسلامی نظریاتی کونسل کے حالیہ لفظی حملے پر حیرت نہیں ہوئی ہوگی اس لیے کہ اسلامی نظریاتی کونسل ایک تسلسل کے ساتھ زوال پذیری کے ساتھ اپنی محبت کے دعووں کا اعلان کرتی چلی آئی ہے۔ سکولوں میں جسمانی سزاؤں اور بچپن کی شادیوں کے لیے کونسل کی پسندیدگی ڈھکی چھپی نہیں۔ پرائمری کے بعد کی تعلیم دینے والے تعلیمی اداروں میں مخلوط تعلیم کی مخالفت، دفاتر اور کارخانوں میں مردوں کے ساتھ عورتوں کے کام کرنے اور غیر مسلم پاکستانیوں کے لیے اس ادارے کی طرف سے اظہار حقارت اور غیر مسلم پاکستانیوں کے حقوق کے حوالے سے ان کے بند ذہنوں اور ان کی قدامت پسندی کا اظہار تسلسل کے ساتھ ہوتا آ رہا ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی ان کوششوں کی وقفے وقفے سے تشہیر کی جاتی ہے جس کا مقصد اس کے وجود کو برقرار رکھنے کے جواز پر بحث مباحثہ کرانا ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل عوامی سطح پر اسلام کی تشریح کرنے کے حق کی مخالفت کرتی ہے تاکہ (بقول کونسل کے) انہیں اس لائق بنایا جائے کہ وہ اپنے زمانے کے چیلنجوں کا سامنا کر سکیں اور اسلامی فقہ کو غیر منجمد کر سکیں۔ اور جس کے لیے اقبال نے برصغیر میں مسلمان ملک کا تصور پیش کیا تھا۔ اقبال نے تو خاص طور پر علماء کی تنظیم قائم کرنے کی سخت مخالفت کی تھی۔ علماء کی تنظیم کے قیام پر کافی لے دے ہوئی تھی اور کہا گیا تھا کہ علماء کی تنظیم جمہوری طریقے سے منتخب ہونے والے نمائندوں کو مذہبی معاملات میں مدد فراہم کریں گے لیکن اقبال نے اس کی یہ کہہ کر مخالفت کی کہ پارلیمنٹ اور صرف پارلیمنٹ ہی دوسرے معاملات کے ساتھ مذہبی امور پر بھی رائے دینے کا اختیار رکھتی ہے۔ مزید برآں مسلمانوں کو مافوق الفطرت اور کرشماتی تصورات اور رواجوں، جن کی بنیادیں توہم پرستی یا جاگیردارانہ کلچر میں ہیں، سے نجات حاصل کرنے میں مدد دینے کے لیے ایک اسلامی تحقیقاتی ادارے کی ضرورت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ایک بار تو ڈاکٹر فضل الرحمان نے اسلامی نظریاتی کونسل کو ایک ایسے قومی ادارے کے طور پر دیکھنے کی خواہش کی تھی جو صوبائی سطح پر کئے جانے والے تحقیقاتی کام اور اصلاحاتی کونسلوں کے کاموں کی نگرانی کرے جس سے اجتہاد کو فروغ ملے گا اور نئی سوچ اور نئی فکر متعارف ہوں گی لیکن افسوس کہ یہ عالم فاضل انسان یعنی ڈاکٹر فضل الرحمان ایوب خان کی آمریت کا شکار ہوگیا۔ شاید وقت آ گیا ہے کہ ڈاکٹر فضل الرحمان کے تیار کردہ منصوبے کی جھاڑ پونچھ کی جائے اور اسلامی نظریاتی کونسل کی ایک متحرک ادارے کے طور پر تشکیل نو کی جائے تاکہ پاکستان میں اسلام کو اس کی غیر اسلامی حاشیہ آرائی سے نجات دلائی جا سکے۔

وہ لوگ جو اسلامی نظریاتی کونسل کے خاتمے کا مطالبہ کرتے ہیں، آئین کے آرٹیکل 228 پر انحصار کرتے ہیں جس میں موجودہ قوانین پر نظر ثانی کے لیے کہا گیا ہے اس لیے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کا بنیادی کام ہی یہی ہے۔ اس کے علاوہ آرٹیکل 230 اصرار کرتا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل اپنی حتمی رپورٹ اپنے قیام کے سات سال کے اندر پیش کرے گی۔ کونسل نے تمام موجودہ قوانین کی جانچ کا کام کئی برس پہلے مکمل کر لیا تھا۔ جہاں تک نئی قانون سازی کا تعلق ہے تو پارلیمنٹ کے حقوق اور معاملات میں مداخلت کا مسئلہ اقبال کی ہدایت کے مطابق طے کیا جانا چاہئے۔ بہرکیف اسلامی نظریاتی کونسل مستقبل قریب میں تحلیل نہیں کی جائے گی اس لیے کہ کوئی بھی حکومت مستقبل قریب میں اس سے چھٹکارا پاتی ہوئی نظر نہیں آتی اس لیے کہ حکومت دقیانوسیت اور روایت پرستی کے حامل مذہبی رہنماؤں کو خوش کرنے کی پالیسی کو خیرباد کہنے کے لیے تیار نہیں۔ مزید برآں پاکستان کے مسلمانوں نے اجتماعی طور پر یہ نہیں سوچا کہ مذہب کو سیاست کے ساتھ جوڑنے سے کن ہولناک نتائج کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ لہذا نہ تو ریاست اور نہ ہی معاشرہ یہ جاننے کی کیفیت میں ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل پر رجعت

> اسلامی نظریاتی کونسل باقاعدگی سے زوال پذیری کے ساتھ اپنی محبت کا ڈھنڈورا پیٹتی ہے۔

پسند اور زوال پذیر عناصر کے غلبہ پانے سے مستقبل میں ہمیں بطور معاشرہ کن نقصانات کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔ لہذا نہ تو ریاست اور نہ ہی معاشرہ یہ جاننے کی کیفیت میں ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل پر رجعت پسند اور زوال پذیر عناصر کے غلبہ پانے سے مستقبل میں ہمیں بطور معاشرہ کن نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حقیقت پسندی کا تقاضا یہ ہے کہ ایک سیکولر پاکستان کے ابھرنے کے انتظار کے دوران اسلامی نظریاتی کونسل کے ڈھانچے کی تشکیل نو پر توجہ دی جائے تاکہ اس ادارے کو اس قابل بنایا جائے کہ یہ اسلام اور عوامی مفادات کی بہتر طور پر خدمت کر سکے۔

سب سے پہلے تو اس بات کی ضرورت ہے کہ ان اصولوں پر نظر ثانی کی جائے جن کی روشنی میں حکومت اسلامی نظریاتی کونسل کے ارکان خصوصاً ادارے کے چیئرمین کا انتخاب کرے گی۔ (یہ معاملہ اس سال دسمبر میں اس وقت زیادہ اہمیت اختیار کر جائے گا، جب اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین مولانا شیرانی کی دوسری مقررہ مدت کا اختتام ہوگا)۔ آئین کے مصنفین نے آئین کے اس آرٹیکل کے فوری بعد جو کہا ہے کہ تمام قوانین کو اسلامی تعلیمات اور امتناعات کے مطابق شکل دی جائے گی اور ان تعلیمات کے خلاف قوانین کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالا جائے گا، اسلامی نظریاتی کونسل قائم کر کے کافی برہمی اور الجھاؤ پیدا کئے تھے۔ اس کا مقصد اسلامی نظریاتی کونسل کے فرائض کو محدود کرنا تھا اس لیے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کو یہ اختیار نہیں دیا گیا تھا کہ اس کی طرف سے پیش کئے جانے والے قوانین کے جواز کو حتمی طور پر تسلیم کیا جائے گا۔ اس خیال کی تصدیق مزید آرٹیکل 230 میں استعمال کی گئی زبان سے ہوتی ہے۔ یہ آرٹیکل اسلامی نظریاتی کونسل کے فرائض اور ذمہ داریوں کے بارے میں ہے۔ یہ آرٹیکل پارلیمنٹ کے اختیارات میں کونسل کی مداخلت کی مدت میں غیر معینہ توسیع مہیا کرتا ہے۔ پارلیمنٹ کے اختیارات کا تعلق ان قوانین کو دیکھنے سے ہے جو اسلامی تعلیمات کے منافی ہوں یا اسلام کے برعکس ہوں۔

یہ کبھی مقصود نہیں تھا کہ اسلامی نظریاتی کونسل پر روایت پرست علماء کا تسلط ہو۔ اس کے ارکان کا چناؤ دو گروپوں میں سے کیا جانا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کا چناؤ ضروری تھا جن کے پاس اصولوں اور اسلامی فلسفہ کا علم ہو۔ اس کے علاوہ ایسے لوگوں کا چناؤ ہو جو اقتصادیات، سیاست، قانون یا پاکستان کے انتظامی مسائل کے بارے میں علم رکھتے ہوں۔ ضروری ہے کہ کونسل کے ارکان کی تعداد آٹھ سے بیس تک ہو اور یہ توقع جائز ہے کہ ان دونوں گروپوں کی مساوی نمائندگی ہونی چاہئے۔ مزید برآں یہ ضروری نہیں ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سربراہی کسی روایتی عالم کے پاس ہو۔ درحقیقت مختلف حکومتوں نے عمومی طور پر روایت پرست علماء کو مقرر کرنے سے احتراز کیا ہے۔ بہرحال بطور چیئرمین علاؤ الدین صدیقی، مولانا کوثر نیازی اور مولانا شیرانی استثناء ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے بارہ سربراہوں میں سے پانچ ریٹائرڈ جج، تین غیر روایت پسند افراد تھے (یعنی پروفیسر ہالیپوتہ، ڈاکٹر ایس ایم زمان اور ڈاکٹر محمد خالد مسعود) جبکہ ایک چیئرمین اقبال احمد خان تھے جو وکیل، سیاستدان تھے۔

اگر اسلامی نظریاتی کونسل نے پاکستانی عوام کو منجمد فقہ کے اثرات سے نجات دلانے کے لیے کام کرنا ہے اور انہیں اس قابل بنانا ہے کہ وہ اجتہاد کے ذریعے اپنے عقیدے کی تعبیر نو کر سکیں تو پھر اسلامی نظریاتی کونسل کی ترکیب میں تبدیلیاں بےحد ضروری ہیں۔ پہلی تبدیلی تو یہ ہو کہ اسلامی نظریاتی کونسل کا سربراہ ایسا عالم ہونا چاہئے جو پاکستان کے p سماجی و معاشی مسائل کو سمجھتا ہو اور وہ اس قابل ہو کہ علماء کو ترقی پسند بحث مباحثہ میں مصروف و مشغول رکھ سکے۔ دوسری تبدیلی یہ کہ علماء کا چناؤ روایت پسند اور ترقی پسند نظریاتی گروپوں سے کیا جائے۔ تیسری تبدیلی یہ کہ خاتون ارکان کی تعداد کو کل ارکان کا پچاس فیصد نہیں کیا جاسکتا تو اس کو کم از کم ایک تہائی کر دیا جائے۔ کونسل میں تعینات کی جانے والی ہر دو خواتین میں سے ایک روشن خیال ہونی چاہئے۔

حکومت کو چاہئے کہ کسی مناسب موقع پر نیشنل کمیشن آف ہیومن رائٹس، نیشنل کمیشن آف دی سٹیٹس آف ویمن اور نیشنل کمیشن آن مائنارٹیز (جب کبھی یہ تشکیل پا جائے تو) کو اسلامی نظریاتی کونسل میں بطور مبصر نمائندگی دی جائے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

نیشنل ایکشن پلان کی کایا پلٹ

افراسیاب خٹک

24 دسمبر 2014ء کو ایک کل جماعتی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں حکومتی پارٹی، حزب اختلاف کی جماعتوں کے علاوہ فوج کی قیادت نے بھی شرکت کی۔ اس کانفرنس نے بیس نکاتی قومی ایکشن پلان کی منظوری دی جس کا مقصد ملک کو دہشت گردی اور انتہا پسندی سے نجات دلانا تھا۔ 16 دسمبر 2014ء کو پشاور میں سکول کے بچوں کے سفاکانہ قتل عام کے بعد کے اس منصوبے کو تمام سماجی طبقات کے لوگوں کی بھرپور اور غیر مشروط حمایت حاصل تھی۔ اس مکمل اور بھرپور حمایت کو اس ملک کی تاریخ میں سنگ میل کے طور پر لیا گیا اس لیے کہ اس ملک کے بارے میں برسوں تک یہی سمجھا گیا کہ یہاں دہشت گردی کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اس بیس نکاتی قومی ایکشن پلان نے اندرون ملک کے علاوہ بیرون ملک بھی امید پیدا کی کہ آخرِ کار پاکستان نے دہشت گردی کے عفریت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کرنے کے لیے خود کو تیار کر لیا ہے تاکہ وہ ایک معمول کے ملک کے طور پر قائم رہ سکے۔

لیکن جب اس پر عمل درآمد کا وقت آیا تو یہ بتدریج واضح ہوتا چلا گیا کہ بنیادی طور پر اس پلان کا حشر بھی پہلے جیسا ہوگا۔ چند افراد اور تنظیموں کے خلاف کچھ جزوی اقدامات کے سوا حکومت اور ریاستی حکام نے خود کو دہشت گردی کے خلاف جنگ میں بلند بانگ دعوؤں تک ہی محدود رکھا اور یہ سارا عمل بے مقصد ہی رہا۔ این اے پی کی جس شق پر غیر ضروری جلد بازی کے ساتھ عمل درآمد کیا گیا، اس کا تعلق آئین اور آرمی ایکٹ میں ترمیم سے تھا جس کے تحت فوجی عدالتیں قائم کی جانی تھیں جو دہشت گردی کی وارداتوں میں ملوث عام شہریوں کے خلاف مقدموں کی سماعت کر سکیں گی۔ ریاست نے نیشنل ایکشن پلان کی دوسری شقوں پر عمل درآمد سے رفتہ رفتہ ہاتھ کھینچ لیا۔ ان شقوں کا تعلق مذہبی مدرسوں کی رجسٹریشن اور ان کی اصلاح، جن تنظیموں پر پابندی عائد کی گی ہے ان کو دوسرے ناموں کے ساتھ کام کرنے سے روکنا، نفرت انگیز تقریروں پر پابندی، پنجاب میں دہشت گردی کے نیٹ ورک کے خلاف اقدام اور فاٹا کو بڑے دھارے میں لانے سے تھا۔

دلچسپی کی بات یہ ہے کہ سول اور فوجی دونوں اداروں نے ایک دوسرے پر نیشنل ایکشن پلان پر عمل درآمد نہ کرنے کی الزام تراشی کی۔ سول حکام نجی محفلوں میں چند بدنام دہشت گرد تنظیموں کے ساتھ ریاست کے گہرے مراسم کے بارے میں محض بڑبڑا ہی سکتے تھے اس لیے کہ وہ ان تنظیموں کے خلاف اقدام نہیں کر سکتے تھے۔ جبکہ خاکی وردی والے کھلم کھلا سویلین حکومت خصوصاً پنجاب کی حکومت کو دہشت گردی کے خلاف ریاستی مہم کو ناکام بنانے کا ذمہ دار قرار دیتے۔ ضرب عضب آپریشن جس نے وادیٔ ٹوچی اور شمالی وزیرستان میں دہشت گردوں کے ڈھانچے کو تباہ کر دیا تھا اور زیادہ تر دہشت گردوں کو واپس افغانستان میں دھکیل دیا تھا تاکہ وہ افغان ریاست کے خلاف نئی جنگ شروع کر سکیں، نیشنل ایکشن پلان پر عمل درآمد نہ ہونے کے باوجود دہشت گردی کے خلاف مسلسل ریاستی مہم کا تاثر قائم کرنے میں کامیابی رہی۔

پھر مئی 2016ء آیا۔ بیسویں صدی کے انگریزی کے ممتاز شاعر ٹی ایس ایلیٹ نے ماہ اپریل کو انتہائی ظالمانہ مہینہ کہا ہے اور اس نے یہ بات بہت سے واقعات، اتفاقات کے حوالے سے کہی۔ اس ماہ کا پہلا واقعہ تو جنگ عظیم اول تھی لیکن پاکستان کے لیے مئی کا مہینہ انتہائی تکلیف والا مہینہ بن کر رہ گیا۔ اس لیے کہ مئی 2011ء میں پاکستان کے شہر ایبٹ آباد میں ایک امریکی ہیلی کاپٹر گھس آیا اور اس نے افغانستان میں اپنے اڈے پر واپس جانے سے پہلے اسامہ بن لادن کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ سے پہنچنے والے گہرے صدمے اور فالج کی کیفیت جیسے طویل وقفے کے بعد ایک کمیشن نے پارلیمنٹ کی ایک قرارداد کی کوکھ سے جنم لیا جس کا مقصد ان واقعات کا جائزہ لینا اور ریاست کی ناکامی کی وجوہات جاننا تھا۔ کمیشن نے رپورٹ تحریر کرنے میں خاصا وقت صرف کیا لیکن اس رپورٹ کے مواد کو دن کی روشنی نصیب نہ ہوئی۔ ہم نے اس سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ سو اس پر کوئی حیرت نہیں ہونی چاہیے کہ ہمارے ہاں 20 مئی 2016ء کو ہی واقعہ دہرایا گیا۔ اس روز امریکی ڈرون حملے نے افغان طالبان لیڈر ملّا مختار منصور کی جان لے لی۔ 24 گھنٹے تک ہمارے ہاں اس حوالے سے مکمل خاموشی رہی اور ہماری تمام تر ریاستی مشینری مفلوج رہی۔ اس کے بعد بے ربط شور اٹھنا شروع ہوا اور ٹکڑوں میں مختلف قسم کی باتیں سامنے آنے لگیں۔ اس مرتبہ بھی ریاستی معاملات میں جن کا تعلق فوج سے تھا، اس میں فوج ہی کو فوقیت حاصل رہی جبکہ سیاسی محاصرے کے زیر اثر سویلین حکومت نے نہ تو اس واقعہ کی تحقیقات کے لیے کوئی حکم دیا اور نہ ہی اس واقعہ کی ذمہ داری کے تعین کے بارے میں کوئی بات کی۔ اس سے ایک ہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ جو کچھ ہوا، وہ ریاستی خود مختاری کی خلاف ورزی تھی اور پاکستان میں موجود افغان طالبان کے محفوظ مقدس ٹھکانوں کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا گیا۔ دلچسپی کی بات یہ ہے کہ ایک طالبان رہنما کے قتل کو بھی امن قائم کرنے کے عمل کو تباہ کرنا قرار دیا گیا۔ یہ بات حقیقت کو جھٹلانے والی ہے کہ قتل ہونے والا طالبان رہنما جنگ کو اس کے منطقی انجام تک پہنچانے کا عزم رکھتا تھا۔

دلچسپی کی بات یہ ہے کہ سول اور فوجی دونوں اداروں نے ایک دوسرے پر نیشنل ایکشن پلان پر عمل درآمد نہ کرنے کی الزام تراشی کی۔ سول حکام نجی محفلوں میں چند بدنام دہشت گرد تنظیموں کے ساتھ ریاست کے گہرے مراسم کے بارے میں محض بڑبڑا ہی سکتے تھے اس لیے کہ وہ ان تنظیموں کے خلاف اقدام نہیں کر سکتے تھے۔

لیکن اس سے زیادہ بدشگونی والی صورت حال اس کے بعد سامنے آئی۔ ''جہادی'' پراجیکٹ کے تمام حامیوں کا ایک جلسۂ عام منعقد ہوا جس کی شناخت ڈیفنس آف پاکستان کونسل کے نام سے ہوئی اور جس کا مقصد پاکستان اور ہمسایہ ملکوں میں جنگجویانہ سرگرمیوں کی حمایت کی تجدید تھی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا تقریب کا انعقاد کالعدم تنظیم جماعت الدعویٰ (جے یو ڈی) نے کیا تھا۔ یہ تنظیم 1999ء میں ڈیفنس آف افغانستان کونسل کے طور پر قائم کی گئی تھی جس کا مقصد افغان طالبان کے ساتھ یکجہتی کا اظہار تھا اور جس وقت یہ تنظیم قائم کی گئی اس وقت افغان طالبان پر عالمی سطح پر شدید دباؤ تھا کہ اسامہ بن لادن کو افغانستان سے نکالا جائے۔ اب اس ''جہادی'' پراجیکٹ کے تحت ہونے والے جلسہ میں ان جہادیوں نے اپنے جنگجویانہ عزائم کو خفیہ نہیں رکھا بلکہ اپنے جنگجویانہ عزائم کا بھرپور طریقے سے اظہار کیا۔ عملی طور پر اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان ایک بار پھر پہلے والی پوزیشن پر آ گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ پاکستان نے ان سرگرمیوں کی اجازت دے دی تھی جن کو باقی دنیا دہشت گردی کی کارروائیاں سمجھتی ہے اور جن پر پاکستانی نیشنل ایکشن پلان کے تحت پابندی عائد ہے لیکن ملک کے اندر موجود انتہا پسند حلقے اس کو ''جہادی پراجیکٹ'' کا نام دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ اصطلاح واضح طور پر نیشنل ایکشن پلان کا استرداد ہے۔ صورت حال میں آنے والی اس گھمبیر تبدیلی کے بارے میں پارلیمنٹ بالکل بے خبر تھی اور اس تبدیلی کے حوالے سے اگر کوئی فیصلہ ہوا تھا تو اس کو وفاقی و صوبائی کابیناؤں کی منظوری حاصل نہیں تھی۔ یہاں تک کہ فوج نے جنرل ہیڈ کوارٹرز میں سول اور فوجی رہنماؤں پر مشتمل جو اجلاس منعقد کیا تھا وہ بھی بعد ہی میں ہوا تھا۔ ایسے لگتا ہے جیسے بے حس ریاست کسی کو جوابدہ نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہو جانے کے بعد پاکستان کی طرف سے کسی کو تو یہ شکایت کرنی چاہیے تھی کہ دنیا دہشت گردی کے خلاف جنگ میں دی جانے والی ہماری قربانیوں کا اعتراف کیوں نہیں کرتی جن کو خود ہم نظر انداز کر چکے ہیں؟ کیا ہم اپنے ملک کو بین الاقوامی سطح پر تنہائی کا شکار ہوتے دیکھ کر پریشان نہیں ہوتے؟ لیکن اپنے گھر کو ٹھیک کرنے کی بجائے ہمارا دفاعی ادارہ اب بھی نظریۂ سازش کے پردے میں خود کو چھپا رہا ہے۔

عام ریاستی نظام میں جوابی خفیہ سرگرمیاں کرنے والے دشمنوں کی تلاش میں رہتے ہیں، سفارت کار دوستوں کی تلاش کرتے ہیں اور سیاسی قیادت باہمی اشتراک کے لیے ساجھے دار تلاش کرتی ہے۔ جہاں تک ہمارے معاملے کا تعلق ہے تو ہمارا تو پورا نظام ہی دشمنوں کو تلاش کرنے کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ کیا ہم اتنے زیادہ دشمنوں کو دیکھ کر حیران ہوتے ہیں اور سوال یہ بھی ہے کہ ہم اتنے دشمنوں کا کیا کریں گے کیا؟ یہ کہنا کوئی نئی بات نہیں ہوگی کہ دہشت گردی کو کمزوری کی پالیسی کے طور پر اپنی خارجہ پالیسی کا حصہ بنانا نہ صرف یہ کہ نقصان دہ ہوگا بلکہ پاکستان کے لیے تباہ کن ثابت ہوگا۔ کیا 60 ہزار سے زائد پاکستانیوں (جن کی بھاری تعداد پشتونوں پر مشتمل ہے) کی جانوں کی قربانیاں، فاٹا اور پختونخوا میں بے گھر ہونے والے لاکھوں افراد کے دُکھ، کھربوں روپے مالیت کے مادّی وسائل کا ضیاع اور عالمی سطح پر ملک کا تنہائی کا شکار ہونا کوئی معمولی بات ہے؟ کیا یہ ہماری متذکرہ پالیسی کے دیوالیے پن کا کافی ثبوت نہیں ہے؟ بصیرت سے عاری اس ریاست کو کس کا انتظار ہے؟

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ''دی نیشن'')

زن بیزاری کے اسباب وعلل

آئی۔اے۔رحمٰن

پسند کی شادی کرنے والی نوجوان بچیوں کے قتل کی بڑھتی ہوئی وارداتوں پر جس شدید ردعمل کا اظہار ہوا ہے، اگر ایسے واقعات میں بڑھوتری کے اسباب وعلل جاننے اور اس صورتحال کو سنجیدگی کے ساتھ سلجھانے کی کوشش نہ کی گئی تو ناپسندیدگی اور غصے کا یہ بہاؤ ضائع ہوجائے گا۔ قتل زنی کی ان وارداتوں کے بارے میں جس بات کو سب سے پہلے جاننے کی ضرورت ہے، وہ ہے ان واقعات کا سنگدلانہ اور وحشیانہ پن جس میں دن بہ دن ہونے والی بڑھوتری کے اسباب وعلل کو جاننے اور صورتحال کو سلجھانے کی اشد ضرورت ہے۔ مری کی نوجوان خاتون کو اس کے عزیزوں رشتہ داروں نے زندہ جلانے سے پہلے بری طرح زدوکوب کیا تھا۔ اس کو یہ عذاب اس لیے سہنا پڑا کہ اس نے اپنی مرضی کے خلاف شادی کرنے سے انکار کردیا تھا۔ قصور میں ایک نوجوان خاتون کو اپنے شوہر کے ساتھ گفتگو کے دوران محض اختلاف کیا تھا جس کی قیمت اس کو اپنی جان دے کر چکانا پڑی۔ اس کی رشتہ دار خواتین نے اس کو زندہ جلانے میں اس کے شوہر کی مدد کی تھی۔

لاہور میں ایک خاتون نے اپنی بیٹی کو اس لیے خون میں نہلا دیا کہ مرحومہ نے اپنا جیون ساتھی خود منتخب کیا تھا۔ اس کی ماں نے اس پاداش میں اس کو زندہ جلا دیا۔ لاہور کے ایک قریبی گاؤں میں ایک ایسے ہی واقعہ میں ایک شخص نے اپنی بیٹی کو اس لیے گولی مار کر ہلاک کر دیا کہ اس نے ایک سال قبل اپنی مرضی سے شادی کر لی تھی۔ فائرنگ کے اس واقعہ میں لڑکی کا شوہر اور ایک راہ گیر بھی جاں بحق ہوگئے تھے۔ معاشرے میں تسلسل کے ساتھ بڑھتی ہوئی بہیمیت اور سنگدلی کی تصدیق کرنے کے علاوہ یہ واقعات نہ صرف مردوں بلکہ خود خواتین کے اندر خواتین کے حقوق کے خلاف بڑھتی ہوئی عدم برداشت کا مظہر بھی ہیں۔ اب جبکہ سول سوسائٹی کی تنظیموں، متحرک اور فعال خواتین اور چند سیاستدانوں نے تو اس تمام تر صورتحال پر شدید غم وغصے اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے لیکن عوام کی طرف سے کسی شدید ردعمل کا اظہار نہیں ہوا حالانکہ اس قسم کے واقعات پر عوامی ردعمل میں بہت زیادہ شدت ہوا کرتی ہے۔ خواتین پر ہونے والے تشدد، پنچائت کے حکم کے تحت ہونے والی اجتماعی زیادتیوں کے خلاف جس شدت کے ساتھ عوامی ردعمل سامنے آتا رہا ہے، ان حالیہ واقعات پر اس قسم کا ردعمل سامنے نہیں آیا۔ اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ سماج کا ایک حصہ، جس میں خواتین بھی شامل ہیں، خواتین کے حقوق کے مخالف رجعت پسندوں کے زیراثر ان تمام خواتین پر تشدد کو جائز سمجھتا ہے جو غیر منصفانہ دباؤ اور جبر کے خلاف بغاوت کرتی ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ خواتین کے خلاف ہونے والے تشدد کے بہاؤ پر ہونے والے بحث مباحثہ میں عام طور پر جو علاج تجویز کیا جاتا ہے، وہ یہی ہوتا ہے کہ تشدد کے مرتکب افراد کو سزا دینے کے لیے نئے قانونی ہتھیار تیار کیے جائیں۔ یہ سینٹ کے اجلاس میں اس وقت واضح ہوگیا جب سینٹ کے چیئرمین رضا ربانی نے اپنے ایک فیصلے کے ذریعے سینٹ کی معمول کی کارروائی روک کر خاتون کو جلانے کے واقعہ پر ارکان کو اظہار خیال کی دعوت دینے کے علاوہ ایسے واقعات کی روک تھام کے لیے اقدامات تجویز کرنے کو کہا۔ جن ارکان سینٹ نے اس بحث میں حصہ لیا، انہوں نے چیئرمین کے اس مطالبے کی تائید کی کہ خواتین کو جلا کر موت کی نیند سلانے والوں کو سزا دینے کے لیے سخت قانون بنایا جائے۔ سینٹ کی کارروائی کا خیر مقدم کیا جانا چاہئے اس لیے کہ اس نے ایک محدود نوعیت کی بحث کو نمایا کیا، اس کو ابھارا اور اس کو اہمیت دی۔ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ سینٹ میں کسی بھی مذہبی جماعت کے رکن نے خواتین کو زندہ جلانے

لاہور میں ایک خاتون نے اپنی بیٹی کو اس لیے خون میں نہلا دیا کہ مرحومہ نے اپنا جیون ساتھی خود منتخب کیا تھا۔ اس کی ماں نے اس پاداش میں اس کو زندہ جلا دیا۔

کے واقعات کو لائق توجہ ہی نہیں سمجھا۔ اور اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ پاکستان کے مذہبی سیاسی عناصر، خواتین دشمنی میں کس حد تک ذہنی مرض کا شکار ہیں۔ دوسری بات یہ کہ سینٹ میں صرف ایک آواز اٹھی جس نے معاشرے میں بڑھتی ہوئی خواتین دشمنی پر اسلامی نظریاتی کونسل کے کردار کا حوالہ دیا۔ سینٹ کے باقی معزز ارکان خواتین کے تحفظ کے لیے قوانین کی ناکامی کے اسباب پر بات کرنے سے گھبراتے نظر آئے۔ شاید یہ سمجھ لینا صحیح نہ ہو کہ خواتین کو جلا کر ماردینے کے بارے میں کوئی قانون نہیں ہے۔ یہ سوچا سمجھا قتل انسانی کا جرم ہی سمجھا جاتا ہے جس کی سزا موت ہے۔ ضرورت صرف اس عمل کو الٹا کرنے کی ہے جس میں امیر مجرم سزا سے بچ جاتے ہیں اور یہ کام وہ مظلوم وستم رسیدہ خاندان پر دباؤ ڈال کر معافی مانگ لیتے اور سزا سے بچ جاتے ہیں۔ اصل مسئلہ یہ حقیقت ہے کہ تاحال یہ ممکن نہیں ہوا کہ خواتین دوست قوانین بنائے جائیں اور نہ ہی یہ ممکن ہوسکا کہ ایسے قوانین پر عملدرآمد ہو۔ اس کی وجہ بنیاد پرستوں کی مخالفت ہے۔ ابھی پچھلے ہی روز قانون وانسانی حقوق کے لیے وزیراعظم کے سپیشل اسسٹنٹ نے انکشاف کیا تھا کہ ’’غیرت کے نام پر قتل‘‘ کے بل اور دوسرے ’’زنا بالجبر‘‘ سے متعلق بل پارلیمنٹ میں اس لیے پیش کیے جانے سے رہ گئے کیونکہ ایک مذہبی سیاسی جماعت نے اس کی مخالفت کی تھی اور یہ پارٹی موجودہ حکومت کی اتحادی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مذکورہ پارٹی پچھلی حکومت کی بھی اتحادی تھی۔ پاکستان میں عورت سے نفرت یا زن بیزاری کے بیج 66 برس پہلے اس وقت بوئے گئے تھے جب آئین کے بنیادی حقوق سے متعلق باب میں مصنفین نے انسانی حقوق کے بین الاقوامی ڈیکلریشن کے آرٹیکل 16 کو نظرانداز کردیا تھا۔ یہ باب مرد اور عورت دونوں کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ اپنی پسند کی شادی کریں اور دونوں میاں بیوی کو ایک جیسے حقوق دیئے گئے ہیں۔ (پاکستان کے تمام آئینوں میں بنیادی حقوق کا باب ہی نکال دیا گیا تھا)۔ تب سے ریاست نے ہمیشہ مذہبی لابی کے ابہام پسندوں کے ساتھ سمجھوتہ کیا اور وہ سمجھوتہ یہ تھا کہ خواتین کی قسمت کا فیصلہ آخرالذکر یعنی مذہبی لابی کرے گی۔

مزید برآں خواتین کے حقوق ہمیشہ ان افراد کے ویٹو کا نشانہ رہیں گے جو سیاسی مقاصد کے لیے مذہب کو استعمال کرتے ہیں لیکن یہ وہ صورتحال ہے جس کو پاکستان کے عوام کسی صورت تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ پیشہ ور مذہبی رہنماؤں کی مذہبی حیثیت کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن ضیاء کے دور سے پاکستان میں خواتین کی مار پٹائی میں اضافے پر علماء کو ضرور غور کرنا چاہئے اس لیے کہ ایسا دوسرے مسلمان ملکوں میں نہیں ہوتا۔ سو ہمارے علماء کو اس صورتحال پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

بدقسمتی سے ریاست مذہبی سکالروں کو خواتین اور پاکستانی معاشرے کو عمومی طور پر اسلامی حوالے سے خواتین کی مار پیٹ کے خطرناک نتائج سے پوری طرح آگاہ کرنے میں ناکام رہی ہے۔ امید کرنی چاہئے کہ چند علماء جنہوں نے غیرت کے نام پر قتل کرنے کی وارداتوں کی مذمت کرنا شروع کردی ہے اپنے ساتھی علماء کو بھی اپنی فکر کے ساتھ جوڑنے کی سعی کریں گے۔ اور خواتین کے ساتھ محض زبانی ہمدردی کرنے کی بجائے عام لوگوں تک عورت کی تعظیم کے درس کو پہنچائیں گے۔

بہرحال خواتین کو بھی یہ جاننا چاہئے کہ خواتین کے سامنے وسیع دنیا ہے جو مذہبی بیانات اور لفظی گورکھ دھندوں سے کہیں آگے ہے اور اپنے اندر وسعت رکھتی ہے۔ حقیقت میں ریاست نے خود کو اس گورکھ دھندے میں پھنسالیا ہے۔ خواتین کو اس قابل بنایا جاسکتا ہے کہ وہ روشن خیال خواتین اور مردوں کی مضبوط ومستحکم سماجی قوت کے ذریعے اپنے خوابوں کو حقیقت میں ڈھال سکیں۔ اگر خواتین کو تعلیم اور صحت کے شعبوں میں ان کی تعداد کی مطابقت سے ملازمتیں دی جائیں اور اگر انہیں مقامی حکومتوں میں قائدانہ کردار ادا کرنے کی اجازت دی جائے اور اگر انہیں پالیسی سازی کے اداروں میں، دفاتر میں، عدلیہ میں کام کرنے کے مواقع مہیا کیے جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ بتدریج آگے نہ بڑھ پائیں اور ملک کی ترقی میں اپنا کردار ادا نہ کرپائیں۔ بہت کچھ ہوسکتا ہے لیکن یہ تبھی ممکن ہے جب ریاست زن بیزاری کے خلاف اٹھ کھڑی ہو اور اس حوالے سے قدم آگے بڑھائے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

دکاندار پر پٹرول چھڑک کر آگ لگادی

ٹوبہ ٹیک سنگھ ٹوبہ ٹیک سنگھ سرہند کالونی میں پٹرول ادھار نہ دینے پر دکاندار کو پٹرول چھڑک کر آگ لگادی، ریسکیو 1122 نے طبی امداد فراہم کرتے ہوئے ڈی ایچ کیو ہسپتال منتقل کر دیا۔ محلّہ سرہند کالونی میں پیٹرول فروش محمد احمد اپنی دکان پر موجود تھا کہ دو موٹر سائیکل سوار آئے اور انہوں نے پٹرول بوتل میں ڈلوایا، دکاندار نے پچاس روپے رقم کا مطالبہ کیا جس پر تلخ کلامی ہوگئی اسی دوران موٹر سائیکل سوار افراد نے دکاندار احمد پر پٹرول چھڑک کر اسے آگ لگا دی، آگ لگنے سے وہ تڑپنے لگا اسی دوران موٹر سائیکل سوار فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ علاقہ مکینوں نے آگ بجھائی اور زخمی احمد کو ریسکیو 1122 نے فوری اطلاع ملنے پر ہسپتال منتقل کر دیا۔ جہاں اسکی حالت تشویش ناک بتائی جاتی ہے۔ (اعجاز اقبال)

ضلع غذر کے مسائل

غذر ضلع غذر میں بہت سے نالے ہیں جو پاکستان کے قبائلی اور شورش زدہ علاقوں کے ساتھ متصل ہیں۔ سنگل نالا، راوشن نالا، سوسٹ نالا چھشسی نالا، بتھریت نالا سمیت دیگر درجنوں نالے قبائلی علاقوں کے ساتھ متصل ہیں جہاں وقتاً فوقتاً بدامنی کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں اور وہاں کے لوگوں کے تحفظ کو خطرات لاحق رہتے ہیں۔ لوگوں کے مال مویشی چوروں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں محفوظ نہیں رہتے۔ موسم سرما میں شدید سردی کے باعث یہ نالا جات بند ہو جاتے ہیں اور ہر برس مئی کے مہینے میں وہاں پولیس کی نفری بھیجی جاتی ہے تا کہ وہاں امن عامہ کو برقرار رکھا جاسکے۔ مگر اس برس وہاں پر تعینات ہونے والی پولیس کے لیے بجٹ منظور نہ ہوسکا جس کی بدولت پولیس اہلکار وہاں نہیں پہنچ سکے اور مقامی لوگوں کی زندگی و املاک کو جرائم پیشہ عناصر سے خطرات لاحق ہیں۔ یاد رہے کہ سنگل نالہ میں دو پولیس اہلکار اور ایک گرفتار شدہ ملزم پراسرار طور پر ہلاک ہو گئے تھے جبکہ گزشتہ برس چھشی نالے میں پولیس سپاہیوں کو باندھ کر اُن سے اسلحہ چھین لیا گیا تھا۔ رواں برس پولیس کی چوکیاں خالی پڑی ہیں جس سے مقامی لوگ تشویش کا شکار نہیں۔ اُن کا مطالبہ ہے کہ غذر پولیس کو ضروری فنڈز دیے جائیں اور مذکورہ مقامات پر پولیس اہلکاروں کی تعیناتی کو یقینی بنایا جائے۔

(ماجد پروین)

دو افراد کی لاشیں برآمد

کوئٹہ پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں فائرنگ کے ایک واقعے میں دو پولیس اہلکار شدید زخمی ہوئے جبکہ ضلع نوشکی سے دو افراد کی تشدد زدہ لاشیں برآمد کی گئیں۔ کوئٹہ میں پولیس اہلکاروں پر فائرنگ کا واقعہ 12 جون کی شب ایئرپورٹ روڈ پر کلی الماس کے علاقے میں پیش آیا۔ زرغون آباد پولیس سٹیشن کے ایک اہلکار نے بتایا کہ کلی الماس میں ایک نجی بجلی گھر پر دو پولیس اہلکار تعینات تھے جہاں نامعلوم مسلح افراد نے ان پر حملہ کیا۔ حملے میں دونوں اہلکار شدید زخمی ہوئے جن کو علاج کے لیے سی ایم ایچ منتقل کر دیا گیا ہے۔ دوسری جانب دو افراد کی لاشیں ضلع نوشکی کے علاقے خاخوئی سے برآمد کی گئی ہیں۔ نوشکی میں انتظامیہ کے ذرائع کے مطابق اس علاقے میں لاشوں کی موجودگی کی اطلاع ملنے پر ان کو تحویل میں لینے کے لیے لیویز فورس کے اہلکاروں کو علاقے میں بھیجا گیا۔ ذرائع نے بتایا کہ دونوں افراد کو گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا ہے۔ تاحال ان افراد کو ہلاک کرنے کے محرکات معلوم نہیں ہو سکے۔ لاشوں کو شناخت اور پوسٹ مارٹم کے لیے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال نوشکی منتقل کر دیا گیا۔ ضلع نوشکی کے جس علاقے سے یہ لاشیں ملی ہیں وہ تین اضلاع قلات، نوشکی اور خاران کا سنگم ہے۔ تاحال یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ ان افراد کا تعلق ان اضلاع میں سے کس سے ہے۔ ضلع نوشکی بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ سے مغرب میں ڈیڑھ سو کلومیٹر کے فاصلے پر مغرب میں واقع ہے۔

(نامہ نگار)

کاشتکاروں کا احتجاج

پیر محل حکومت پنجاب کی طرف سے الاٹ شدہ زمین واپس لینے کا نوٹیفکیشن جاری ہونے کے خلاف ٹوبہ کی تحصیل پیرمحل کے سینکڑوں کاشت کاروں نے ضلع کچہری میں ڈی سی او کمپلیکس کے سامنے حکومت پنجاب کے مذکورہ نوٹیفکیشن کے خلاف احتجاج کیا۔ احتجاجی شرکا نے اپنے مطالبات کے حق میں پلے کارڈز اور بینرز اٹھا رکھے تھے جنہوں نے اس دوران حکومت پنجاب کے خلاف شدید نعرے بازی کی۔ احتجاج میں شریک ایک کاشت کار عبدالرحمٰن نے بتایا کہ انہیں سال 2011 میں پانچ سالہ سکیم کے تحت غیر آباد بنجر زمینیں الاٹ کی گئی تھیں تا کہ بے زمین کاشت کار اس رقبہ کو آباد اور قابل کاشت بنائیں۔ اسے بھی دیگر لوگوں کی طرح 12 ایکڑ رقبہ الاٹ ہوا تھا جسے اس نے دن رات محنت کر کے کاشت کے قابل بنایا۔ عبدالرحمان نے بتایا کہ اب تک تین اقساط میں زمین کی قیمت ساڑھے 12 لاکھ روپے سے زائد گورنمنٹ کو ادا کر دی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس زمین میں فصلیں کاشت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے گھر بھی آباد کر رکھے ہیں مگر اب پنجاب حکومت کی طرف سے نوٹیفکیشن نمبر 922 جاری کیا ہے جس کے تحت انہیں الاٹ کی گئی زمینیں واپس لی جا رہی ہیں جو سراسر زیادتی اور معاشی قتل کے مترادف ہے۔ عبدالرحمٰن سمیت دیگر متاثرہ کاشت کاروں نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ زمینیں واپس لینے کا نوٹیفکیشن واپس لیا جائے اور انہیں الاٹ کی گئی زمینوں کے مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔

(نامہ نگار)

ہاری پر تشدد

ٹنڈو محمد خان ٹنڈو غلام حیدر میں زمینوں پر کام کرنے والے ہاری تھانو رکوہی پر زمیندار کے منشی نے شدید تشدد کر کے اسے زخمی کر دیا جسے فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا۔ ہاری تھانو رکوہی نے بتایا کہ زمیندار اس پر تشدد کرتا ہے، جو کہ ناانصافی ہے۔ زمیندار اور منشی با اثر لوگ ہیں ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہو رہی۔ اس کا کہنا تھا کہ زمیندار کے ظالمانہ رویے سے اسے نجات دلائی جائے۔

(یعقوب لطیف)

ایک شخص کی نعش برآمد

گوجرہ 29 مئی گوجرہ کے علاقہ مونگی بنگلہ کے قریب نہر گوگیرہ برانچ میں ایک شخص کی نعش تیر رہی تھی جس کی اطلاع وہاں موجود افراد نے پولیس کو دی۔ چوکی مونگی بنگلہ پولیس اطلاع ملنے پر موقع پر پہنچی جس نے نہر سے نعش نکال کر پوسٹ مارٹم کے لیے تحصیل ہیڈ کواٹر ہسپتال گوجرہ پہنچا دی۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق نامعلوم نوجوان کو تیز دھار آلے سے قتل کر کے نہر میں پھینکا گیا ہے۔ صدر پولیس نے نعش تحویل میں لے کر پوسٹ مارٹم کروانے کے بعد لاوارث قرار دے کر ٹی ایم اے کے سپرد کر دی ہے جس نے اسے مقامی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا۔ (اعجاز اقبال)

خطرے سے دوچار کلاش

آئی۔اے۔ رحمٰن

کلاش لڑکی کے عقیدہ تبدیل کرنے کے باعث کلاش آبادی اور اس آبادی کے ہمسایہ مسلمانوں، جن کی تعداد کافی ہے، کے ساتھ ہونے والے حالیہ تصادم پر احسن طریقے سے قابو پالیا گیا ہے۔ بہرحال حکومت اور عوام دونوں کو اس واقعہ سے یہ جان لینا چاہئے کہ یہ ان کا فرض ہے کہ وہ ایک مختصر سی کلاش آبادی کو ختم ہونے سے بچائیں۔ کلاش آبادی پر اس ماہ کے حملے نے ایک بار پھر ثابت کردیا ہے کہ کلاش لوگوں میں تحمل اور برداشت کی جو روایت چلی آرہی ہے، اس کو اس واقعہ کے باوجود انہوں نے برقرار رکھا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ چودہ سالہ کلاش لڑکی رینا نے اسلام قبول کرلیا اور اس نے ایک مسلمان خاندان کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن پھر وہ اپنے والدین کے گھر واپس چلی گئی اور اس نے شکایت کی کہ اس کو عقیدہ تبدیل کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ لڑکی کے اس بیان نے اس کے مسلمان ہمسائیوں کو غضبناک کردیا اور انہوں نے کلاش آبادی کے گھروں پر حملہ کردیا۔ اس پر انتظامیہ نے مداخلت کی اور دونوں طرف کے لوگوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ لڑکی کی خواہشات کا احترام کیا جائے۔ یہ معاملہ اس وقت خوش اسلوبی کے ساتھ طے ہوا جب لڑکی نے ایک مجسٹریٹ کے سامنے تحریری حلفی بیان دیا کہ اس نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا تھا اور اس کے خاندان نے اس کی خواہش کا احترام کیا تھا۔

اس واقعہ نے اس کلاش روایت کے روشن ترین پہلو کو اجاگر کیا ہے کہ یہ لوگ مذہب کی تبدیلی کو معمول کی بات سمجھتے ہیں۔ رینا سے پہلے اس کے چچا اور چچی نے کچھ عرصہ قبل اسلام قبول کیا تھا لیکن کچھ عرصہ سے تبدیلئی مذہب کے واقعات میں نمایاں اضافہ پر کلاش لوگوں کو تشویش ہونے لگی ہے اور وہ اس کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ اس سال صرف جنوری کے مہینے میں 12 کلاش افراد نے اسلام قبول کیا۔ کلاش پیپلز ڈویلپمنٹ نیٹ ورک کے ترجمان کے مطابق گزشتہ چند برسوں کے دوران تقریباً 100 افراد نے اسلام قبول کیا ہے۔ کسی زمانے کی یہ سب سے بڑی کمیونٹی چترال کے علاقے پر حکمرانی کرتی تھی اور تعداد میں بہت زیادہ تھی لیکن اب ان کی آبادی تین ہزار افراد تک محدود ہوگئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی زمینوں میں بھی بہت زیادہ کمی آگئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی زمینیں مسلمانوں کے پاس بیچ دیں۔ ایسی صورت حال میں ان کی مکمل معدومی کے خطرے کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

مذہب کی تبدیلی کا معاملہ اتنا سادہ بھی نہیں ہے جتنا کہ سمجھا جاتا ہے۔ خاص طور پر مسلمان مذہبی پیشواؤں کے لیے یہ معاملہ انتہائی سادہ ہے جو عقیدے کی تبدیلی کی خدمات مہیا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک نے تو ایک مرتبہ اعلان کردیا تھا کہ کلاش لڑکیاں اسلام کی طرف راغب ہورہی ہیں اس لیے کہ انہیں غلط اور صحیح کے درمیان فرق نظر آنے لگا تھا۔ دوسرا نکتہ نظر یہ ہے کہ تعلیم یافتہ کلاش لڑکیاں بہتر رشتوں کی خاطر عقیدہ تبدیل کرتی ہیں۔ ان بیانات سے اس حقیقت کو تو چھپایا نہیں جاسکتا کہ مذہبی اقلیتوں کے افراد اقتصادی اور سماجی دباؤ کے تحت مذہب تبدیل کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں اس لیے کہ انہیں دوسرے یا تیسرے درجے کا شہری تصور کیا جاتا ہے چنانچہ وہ مراعات یافتہ مسلمان کمیونٹی کا حصہ بننا چاہتے ہیں۔ چنانچہ جب کسی کو رضاکارانہ طور پر تبدیلئی مذہب پر کوئی اعتراض نہیں تو ریاست کو یہ بات یقینی بنانی چاہئے کہ اقلیتوں کو اسقدر مجبور نہ کیا جائے کہ محض اس بنا پر وہ اپنا مذہب چھوڑ دیں کہ انہیں ان کے حقوق دینے سے انکار کردیا جاتا ہے یا ان کے ساتھ سماجی یا معاشی سطح پر ناقابل برداشت امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ اسلام میں شاید ایسی مذہبی تبدیلیوں کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ مزید برآں اس معاملے کی جانچ پڑتال بھی ضروری ہے کہ کیا کم عمر افراد کی طرف سے مذہبی کی تبدیلی کو تسلیم کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ کو پرکھ کر اس کو حل کیا جانا ضروری ہے۔

> ریاست کو یقینی بنانا چاہئے کہ اقلیتوں کو ان کے حقوق دینے سے انکار کرکے انہیں ان کے عقیدے سے دستبردار نہیں کیا جاسکتا۔

بدقسمتی سے آزادانہ اور رضاکارانہ طور پر اسلام قبول کرنے کی کہانیوں کو صحیح نہ ماننے کی وجوہات موجود ہیں۔ دو سال قبل کلاش قوم کو زبردستی اسلام قبول کرنے یا پھر موت قبول کرنے کی دھمکیوں کا عدالت عظمٰی نے ازخود نوٹس لیا تھا۔ عدالت عظمٰی نے خیبر پختونخواہ حکومت کی وضاحت کو قبول کرلیا کہ خبروں میں جس دھمکی کا ذکر کیا گیا ہے وہ کوئی نئی نہیں اور کچھ اخبارات نے کسی مفاد کے تحت پرانی خبر شائع کی ہے۔ اس کی بنیاد مالاکنڈ کمشنر کی طرف سے ملنے والی رپورٹ تھی۔ کمشنر مالاکنڈ کلاش گاؤں گئے تھے اور انہوں نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ ''کلاش اقلیت کے نمائندوں نے انتظامیہ کے جوابی اقدام پر مکمل اطمینان کا اظہار کیا اور وہ وادیوں میں حفاظتی انتظامات پر مطمئن ہیں''۔

جون 2014ء میں عدالت عظمٰی نے ایک عہد آفرین فیصلہ دیا جس میں حکومت کو حکم دیا گیا تھا کہ کلاش آبادی کے دیہات اور افغانستان کے ساتھ اس علاقے کی ملنے والی سرحدوں پر سکیورٹی فورسز تعینات کی جائیں۔ فیصلے میں تبدیلئی مذہب یا کلاش عوام کے حقوق کے معاملات پر زیادہ توجہ دی گئی ہے۔ یہ حفاظتی انتظامات بہت ضروری ہیں اس لیے کہ سرحد پار سے مذہبی جنونیوں کی طرف سے اچانک حملوں کے خطرات کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ جہاں تک 2014ء کے فیصلے کا تعلق ہے تو سپریم کورٹ نے اس صورتحال کو برقرار رکھا ہے جس کے مطابق ''ایک الگ فائل تین رکنی بنچ کو پیش کی جائے گی جس میں یقینی بنایا گیا ہے کہ اس فیصلے پر من وعن عملدرآمد کیا جائے گا اور متعلقہ بنچ ملک کی اقلیتوں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کے خلاف دائر کی جانے والی شکائیتوں/پٹیشنوں کی سماعت کرے گا''۔ عدالت عظمٰی سے یہ توقع کرنا ناجائز نہیں ہوگی کہ مالاکنڈ کے کمشنر کو کہا جائے کہ وہ کلاش کمیونٹی کے حوالے سے وقفوں وقفوں کے ساتھ باقاعدگی سے اپنی رپورٹیں بنچ کو پیش کرتے رہیں۔ کلاش لوگوں کے دوست اگر کوئی قابل اعتراض بات دیکھیں تو وہ اس حوالے سے عدالت سے رجوع کرسکتے ہیں۔

لیکن ایک بات ذہن میں رکھنی ضروری ہے اور وہ یہ کہ تشدد کے خلاف کلاش سکیورٹی کو یقینی بنانا کلاش قوم کے لیے ریاستی فرائض کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ اس سے زیادہ اہم یہ ہے کہ ریاست کی طرف سے کلاش عوام کو یہ یقین ہو کہ وہ اپنی مرضی سے آزادانہ زندگی گزار سکتے ہیں۔ البتہ انہیں ملکی قوانین کا احترام کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ انہیں تبدیلی کے ان قوانین کا پاس بھی کرنا ہوگا جن میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں آئیں گی اور جن تبدیلیوں کا تعلق انسانی شعور میں آنے والی بہتری سے ہوگا۔ خوبصورت، رنگ برنگی کلاش کمیونٹی اپنی روایتی موسیقی، نئی نسل کے لیے اپنی محبت اور ان کی آزادی، پاکستان کی رنگارنگ کثرت کا بیش قیمت حصہ ہے۔ پاکستانی عوام کی انتہائی قیمتی میراث ہے۔

کہا جاتا ہے کہ 2008ء میں قائم ہونے والے یونیسکو کے انٹینجیبل کلچرل ہیریٹیج (ثقافتی ورثہ) لسٹ میں کلاش کلچر کو شامل کرنے کی کاوشیں اسلام آباد کے کوڑے دانوں کی نذر ہوگئی ہیں۔ ثقافتی ورثے اور اقلیتوں کے امور کی وفاقی وزارت اور خیبر پختونخواہ انتظامیہ میں اس کے مماثل ادارے مل بیٹھ کر کلاش ورثہ اور اس کے ثقافتی مظاہر کو تحفظ دینے کے لیے راستے تلاش کریں اور اس حوالے سے یونیسکو کی رہنمائی حاصل کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ کلاش کے ثقافتی مظاہر کو دستاویز کی شکل دیں اور ایک ایسا سیل قائم کیا جائے جو کلاش کمیونٹی کے ثقافتی تقریبات اور رسوم ورواج میں آنے والی تبدیلیوں پر نظر رکھے۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ ہماری سول سوسائٹی کلاش کو نظرانداز کرنے کی قصوروار ہے۔ اقلیتوں کے بارے میں اس نے جتنی بھی رپورٹیں تیار کرکے حال ہی میں جاری کی ہیں، ان میں سے کسی بھی رپورٹ میں کلاش عوام کی خستہ حالی کا ذکر تک نہیں ملتا۔ اس صورتحال کو بھی تبدیل کرنے کی ضرورت ہے

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

برداشت اور رواداری کے فروغ پر زور

ٹوبہ ٹیک سنگھ برداشت اور رواداری بقائے باہمی کا بنیادی اصول ہے جبکہ انسانی حقوق کی بجا آوری اور سماجی انصاف سے ہی معاشرے مثالی اور ترقی یافتہ ہوتے ہیں۔ان خیالات کا اظہار یوتھ فار ہیومین رائٹس پاکستان کے ضلعی صدر عمیر احمد نے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔سیمینار کا انعقاد 29 مئی کو یوتھ فار ہیومن رائٹس پاکستان کے زیراہتمام کیا گیا جس میں سماجی راہنماؤں کرن اشرف،سیدہ زاہدہ شاہ،گلزار احمد،ثاقب محمود اور واجد علی نے بھی شرکت کی۔تقریب سے خطاب کرتے ہوئے عمیر احمد نے کہا کہ یوتھ فار ہیومن رائٹس نے پاکستان میں قیام امن کی اہمیت کو اجاگر کیا اور امن عالم کا اعلامیہ پیش کیا ہے۔دیگر مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امن عالم کے تمام ثقافت وروایات اور زبان کا احترام کرنا تمام شہریوں کا فرض ہے۔ملک کو درپیش چیلنجوں کہ نشاندہی کرتے ہوئے مقررین نے نفرت،دہشت گردی اور مذہبی انتہاپسندی کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک پر امن قوم کی تعمیر کرنے کے ضرورت پر زور دیا۔سیمینار کے اختتام پر امن واک کا اہتمام بھی کیا گیا جو ٹی ایم اے گوجرہ سے شروع ہوئی اور ڈاکخانہ روڈ،قائداعظم روڈ سمیت مختلف راستوں سے ہوتی ہوئی چوک کچہری میں اختتام پذیر ہوئی۔شرکا ریلی نے قیام امن اور جنگوں کے خاتمے کے حوالے سے تحریری بینرز اور پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے۔

(اعجاز اقبال)

بھٹہ مزدوروں کے حقوق کے تحفظ پر زور

ملتان بھٹوں پر بچوں سے مشقت کرانے پر پابندی کے پنجاب آرڈیننس 2016 کے بارے میں بھٹہ مزدوروں کی آگاہی کیلئے جسٹس اینڈ پیس کمیشن ، ملتان نے 27 مئی 2016 کو نوری لال برکس ، دنیا پور روڈ ، ملتان میں سیمینار کا انعقاد کرایا ۔جسمیں 300 سے زائد بھٹہ مزدوروں نے شرکت کی۔مقررین میں ہائی سینٹ پیٹر (ایگزیکٹوسیکرٹری جے پی سی)، رانا عرفان (نیوز رپورٹر)،نعیم ہارون (کوارڈینیٹر)اور حفصیاہ افتخار (اسسٹنٹ کوارڈینیٹر)شامل تھے۔سیمینار میں ایکا تھیٹر کے فنکاروں نے اپنے فن کے ذریعے سے بھٹوں پر بچوں سے مشقت کرانے پر پابندی کے پنجاب آرڈیننس 2016 کے بارے میں آگاہی دی۔رانا عرفان نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے یہ جان کر بہت خوشی محسوس ہوئی ہے کہ ہمارے علاقے کے آج کے بھٹہ مزدور بہت باشعور ہوگئے ہیں اور اب اس قابل ہو چکے ہیں کہ اپنے اوپر ہونے والی زیادتیوں کے خلاف نہ صرف آواز بلند کر سکیں بلکہ یہ حکومتی متعلقہ محکموں سے بھی آگاہ ہیں ۔ میں جسٹس اینڈ پیس کمیشن کی بھٹہ مزدوروں کیلئے گذشتہ سالوں کی محنت اور کاوشوں کو سراہتا ہوں کہ انہوں نے آپ کو اس قابل بنایا کہ آپ اپنے حقوق سے آگاہ ہو کر خود مختار بن سکیں اور ظلم وزیادتی کے خلاف اپنی آواز بلند کرسکیں ۔مزید برآں انہوں نے کہا کہ اب وقت ہے کہ آپ حکومتی مراعات سے استفادہ حاصل کر سکیں ، جیسے کہ صحت،مناسب اجرت،تعلیمی مراعات،جہیز فنڈ،ڈیتھ گرانٹ،بزرگی کیلئے فنڈ ہیں۔حفصیاہ افتخار نے بھٹہ مزدوروں سے بات کرتے ہوئے کہا کہ یکم مئی کو ہم سب نے مزدوروں کا عالمی دن منایا جس میں ہم نے شکاگو کے مزدوروں کی اپنے حقوق کے حصول کیلئے کی گئی کاوشوں اور قربانیوں کو خراج تحسین پیش کیا۔آج بھی ہمیں ان کی کاوشوں کا ثمر حاصل ہے، ان کی محنت اور کاوشیں صرف اتحاد کی بدولت ہی رنگ لائیں۔اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے حقوق حاصل کرنے کیلئے اپنا کردار ادا کریں۔سب سے پہلے آپ سب کو متحد ہونا ہے اور ظلم کے خلاف اپنی آواز بلند کرنی ہے۔ ہائی سینٹ پیٹر (ایگزیکٹوسیکرٹری جے پی سی) نے اپنے خطاب میں کہا کہ پنجاب حکومت نے مزدوروں کیلئے خدمت کارڈ کا اجراء کیا ہے، اس کے ذریعے سے آپ کو صحت کی سہولیات میسر ہوسکیں گی۔لیکن یہ کارڈ مزدوروں کے مسائل کا مستقل حل نہیں ہے۔انہوں نے پنجاب حکومت سے مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ مزدوروں کے بہتر حالات کار کیلئے طویل المدت پالیسیاں بنائی جائیں تاکہ مزدور بہتر زندگی گزار سکیں۔انہوں نے بھٹہ مزدوروں کے بچوں کی تعلیم کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ تعلیم حاصل کرنا ہر بچے کا حق ہے اور آپ تمام بھٹہ مزدور اپنے بچوں کے بہتر مستقبل کیلئے تعلیم دلوائیں ۔ پنجاب ورکرز ویلفیئر سکولوں میں بچوں کو مفت تعلیم ، یونیفارم ، کتابیں اور سکول پہنچانا اور واپس لے جانا کی سہولیات میسر ہیں۔آخر میں انہوں نے کہا کہ آپ کے بچے آپ کی امید ہیں انہیں تعلیم دلوائیں تاکہ یہ بہتر زندگیاں گزار سکیں۔سیمینار میں ایکا تھیٹر نے اپنی پرفارمنس کے ذریعے سے بھٹوں پر بچوں کی جبری مشقت کی پابندی کا پنجاب آرڈیننس 2016 کے بارے میں آگاہی دی۔

(حفصیاہ افتخار)

فائرنگ سے لاء کالج کے پرنسپل ہلاک

کوئٹہ صوبہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں نامعلوم افراد کی فائرنگ سے لاء کالج کے پرنسپل بیرسٹر امان اللہ خان ہلاک ہوگئے۔پولیس ذرائع کے مطابق 6 جون کو بیرسٹر امان اللہ کی گاڑی پر نامعلوم افراد نے اسپنی روڈ کے علاقے میں فائرنگ کی، جس کے نتیجے میں وہ شدید زخمی ہوگئے۔بیرسٹر امان اللہ کو سول ہسپتال کوئٹہ منتقل کیا جارہا تھا، لیکن وہ زخموں کی تاب نہ لاکر راستے میں ہی جان کی بازی ہار گئے۔پولیس کے مطابق واقعے کے وقت بیرسٹر امان اللہ گھر سے کالج جارہے تھے، انھیں سینے میں 10 سے 12 گولیاں لگیں۔بیرسٹر امان اللہ کی ہلاکت کے بعد وکلاء کی ایک بڑی تعداد سول ہسپتال کے باہر پہنچ گئی اور انھوں نے عدالتی کارروائیوں کے بائیکاٹ کا بھی اعلان کیا۔دوسری جانب بلوچستان کے وزیراعلیٰ ثناء اللہ زہری نے بھی بیرسٹر امان اللہ پر فائرنگ کے واقعے کی مذمت کرتے ہوئے واقعے کی رپورٹ طلب کرلی۔

(نامہ نگار)

دونوجوان افراد کی نعشیں برآمد

پشاور بالاباغ میں قبرستان سے نا گمان کے دونوجوانوں کی نعشیں برآمد ہوئیں۔ تھانہ بھانہ ماڑی پولیس کے مطابق 17 جون 2016 کو ان کو اطلاع ملی کہ دیہہ بہادر میں بالاباغ قبرستان میں مختلف فاصلے پر دونعشیں پڑی ہیں۔پولیس نے موقع پر پہنچ کرنعشیں تحویل میں لیکر پوسٹ مارٹم کے لئے مردہ خانہ بھجوادیں۔ بعد ازاں نیاز محمد ساکن ناگمان نے تھانے آکرانہیں بتایا کہ نعش اس کے بیٹے صاحب اللہ کی ہے جو ایک روز قبل گھر سے نکلا تھا۔نیاز محمد نے پولیس کو بتایا کہ اس کے بیٹے کو طارق ، ہدایت پسران خیرالرحمٰن اور مومین ولد مظفر ساکنان ناگمان نے سابقہ دشمنی کی بناء پر قتل کیا ہے۔جبکہ دوسری نعش کی شناخت ندیم ولد سراج ساکن ناگمان کے نام سے ہوئی۔ ندیم گزشتہ روز دوستوں کے ساتھ افطاری کے لئے گھر سے نکلا، تاہم گھر واپس نہ پہنچا۔اس کے ورثاء نے کسی پر الزام عائد نہیں کیا۔ پولیس نے الگ الگ مقدمات درج کرکے تفتیش شروع کردی۔

(روزنامہ ایکسپریس)

صاف پانی بنیادی انسانی حق

ملتان پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق ملتان ٹاسک فورس نے ''صاف پانی بنیادی انسانی حق ہے'' کے موضوع پر مورخہ 02 جون 2016 کوایک مقامی ہوٹل میں ایک مذاکرے کا اہتمام کیا جس میں ڈاکٹرز، سیاسی وسماجی تنظیموں کے عہدیدران، وکلاء اور مقامی لوگوں نے شرکت کی اور صاف پینے کے حصول میں درپیش مسائل پر بات چیت کی۔

پروگرام میں شرکاء سے بات چیت کرتے ہوئے ایچ آرسی پی ملتان ٹاسک فورس کے کوآرڈینیٹر فیصل محمود نے تمام ساتھیوں کوخوش آمدید کہااور کہا کہ آج ہم تمام ساتھی پینے کے صاف پانی کے حصول میں درپیش مسائل پر بات چیت کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں تا کہ ان مسائل کا کوئی ٹھوس اور مثبت حل تلاش کرسکیں۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ گزشتہ 10 سال سے ایسی کوئی پالیسی نظرنہیں آئی جس میں اس اہم مسئلہ پر سنجیدگی سے سوچا گیا ہواور نہ ہی سیاسی جماعتوں کے منشور میں اس بنیادی مسئلہ کی طرف نشاندہی کی گئی ہے۔ واسا انتظامیہ کی سنگین غفلت کی وجہ سے 118 میں سے تقریباً80واٹر فلٹریشن پلانٹ بند پڑے ہیں۔ملتان کی 70فی صد آبادی زہرآلودہ پانی پینے پر مجبور ہے۔ملتان تقریباً50لاکھ نفوس کی آبادی پرمشتمل جنوبی پنجاب کا بڑااور قدیمی شہر ہے اور یہ 6ٹاؤنز پرمشتمل ہے۔حالیہ ٹیسٹ رپورٹ کے مطابق شہر کے پینے کے پانی میں سنکھیا کا تناسب 50 سے 55فی صد پی پی بی ہے جبکہ عالمی ادارہ صحت نے پانی میں سنکھیا کا تناسب 10فی صد پی پی بی سے زیادہ مقدار کوزندگی کے خطرناک قرار دیا ہے۔

عاصمہ خان ایڈووکیٹ:

ملتان شہر میں 250 سے 300فٹ گہرائی تک زیرزمین پانی آلودہ ہوچکا ہے جس کا بنیادی سبب ملتان شہر میں واقع کھاد کی فیکٹریاں، چمڑے رنگنے والے کارخانے اور سیوریج کا ناقص انتظام ہے۔یہاں کی آبادی اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے زیرزمین پانی پرانحصار کرتی ہے جس کے لئے ہینڈ پمپ،موٹر پمپ،واسا واٹر سپلائی اور واٹر فلٹریشن جیسے ذریعے استعمال کئے جاتے ہیں۔صاف پانی کی فراہمی ضلعی حکومت کی ذمہ داری ہے جس کا ذکر لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 2001 کی دفعہ 54 میں کیا گیا ہے۔لیکن ہماری مقامی حکومتوں کے لئے الیکشن تو ہوچکے ہیں لیکن بدقسمتی سے ابھی تک ان کو کام نہیں دیا جارہا۔

شیخ امجد پرویز (سابقہ یونین ناظم)

واسا کے اعدادوشمار کے مطابق ملتان شہر میں صاف پانی کی فراہمی کے لئے 1280 کلومیٹر طویل لائن بچھائی جا چکی ہے جس میں 2انچ سے لیکر 16انچ تک کے پائپ شامل ہیں جو شہر کے بیشتر حصوں کو صاف پانی کی فراہمی کا ذریعہ ہیں۔واسا انتظامیہ 102ٹیوب ویلوں کے ذریعے 425فٹ تک کی گہرائی سے ملتان کے شہریوں کو تقریباً

ملتان شہر میں **250** سے **300**فٹ گہرائی تک زیر زمین پانی آلودہ ہو چکا ہے جس کا بنیادی سبب ملتان شہر میں واقع کھاد کی فیکٹریاں، چمڑے رنگنے والے کارخانے اور سیوریج کا ناقص انتظام ہے۔یہاں کی آبادی اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے زیرزمین پانی پر انحصار کرتی ہے جس کے لئے ہینڈ پمپ،موٹر پمپ،واسا واٹر سپلائی اور واٹر فلٹریشن جیسے ذریعے استعمال کئے جاتے ہیں۔صاف پانی کی فراہمی ضلعی حکومت کی ذمہ داری ہے جس کا ذکر لوکل گورنمنٹ آرڈیننس **2001** کی دفعہ **54** میں کیا گیا ہے۔لیکن ہماری مقامی حکومتوں کے لئے الیکشن تو ہو چکے ہیں لیکن بدقسمتی سے ابھی تک ان کو کام نہیں دیا جارہا۔

45000/ کنکشن کے ذریعے پانی فراہم کر رہا ہے۔2007-2008 میں ایشین ڈویلپمنٹ بینک نے صوبائی و ضلعی حکومت کے اشتراک سے 47 کروڑ 50لاکھ کی گرانٹ ملتان شہر میں صاف پانی کے منصوبوں کے لئے دی تھی لیکن یہ منصوبہ اندرون شہر کے علاوہ چند علاقوں میں شروع کیا گیا جس میں واسا افسران اور ٹھیکیداروں کی ملی بھگت کی وجہ سے غیر معیاری پائپ لائنیں بچھادی گئیں جو کہ چند ماہ بعد ہی ناکارہ ہوکر پھٹنا شروع ہوگئیں جس کی وجہ سے گٹروں اور نالیوں کا پانی مکس ہوکر گھروں میں آنے لگا جس کے استعمال سے شہریوں میں موذی اور جان لیوا امراض کے پھیلنے کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔میں یہاں یہ بات ضرور کرنا چاہوں گا کہ ملتان میں پانی کی کمی اور آلودگی کی بڑی وجہ ملتان کا ناقص سیوریج نظام ہے اور بدقسمتی سے وزیراعظم کے پیکج گرانٹ میں صاف پانی کے لئے جو کروڑوں روپے رکھے گئے ہیں کہیں نظر نہیں آرہے۔میں ذاتی طور پر HRCP کا مشکور ہوں جنھوں نے ملتان کے اس بنیادی مسئلہ پر بات چیت کا انعقاد کیا جس کی اس وقت بے حد ضرورت تھی تا کہ ہم اس اہم مسئلہ کی طرف اپنے منتخب نمائندوں کی توجہ دلا سکیں۔ہماری یہ سیاسی وسماجی ذمہ داری بھی بنتی ہے کہ لوگوں کے بنیادی حقوق کے لیے آواز بلند کریں۔

ڈاکٹر مظہر نواز خان:

ہر مرد کو کم ازکم یومیہ 3لیٹر اور عورت کو 2.5لیٹر پانی پینے کی ضرورت ہوتی ہے۔گرمی کے موسم میں پینے کے پانی کی ضرورت اور بڑھ جاتی ہے۔حاملہ خواتین اور دودھ پلانے والی ماؤں کے لئے پینے کے پانی کی زیادہ مقدار تجویز کی جاتی ہے۔آلودہ پانی کے باعث انسان بہت سی بیماریوں کا شکار ہوجاتے ہیں جن میں جگر اور گردے کے امراض، ڈائریا جیسی مہلک بیماریاں انسانی زندگی کو موت کی آغوش میں لے جاتی ہیں۔اگر ہم ملتان میں صرف نشتر ہسپتال کے دفتر شماریات کے مطابق گزشتہ 5سالوں میں آلودہ پانی سے لاحق ہونے والے امراض کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ 2012 میں ہیپاٹائٹس بی اور سی کے مریضوں کی تعداد 10969 تھی جبکہ 2015 میں اس موذی مرض کے مریضوں کی تعداد بڑھ کر تقریباً 20000/ تک پہنچ چکی ہے۔یہ اعداوشمار تو صرف ایک نشتر ہسپتال کے بتا رہا ہوں۔ملتان کے پانی میں سنکھیا جس تناسب سے شامل ہے اس سے کینسر کا مرض بھی بڑھ رہا ہے۔اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق جنوبی پنجاب میں 3 کروڑ افراد صاف پانی پینے سے محروم ہیں اور سالانہ 5ہزار ہلاکتیں صرف جنوبی پنجاب میں آلودہ پانی پینے کی وجہ سے ہوتی ہیں

ڈاکٹر نسیم

ملتان شہر میں پانی میں جراثیم کی آلودگی کا سب سے بڑا محرک ملتان کا ناقص سیوریج نظام ہے۔شہر اور اردگرد کے ہسپتالوں میں داخل 20 سے 40فی صد مریض آلودہ پانی پینے کے باعث بیمار ہوئے جن میں بچوں کی تعداد زیادہ ہے۔آلودہ پانی پینے سے معدے اور انتڑیوں کو متاثر کرنے والی بیماریوں اور ہیپاٹائٹس کے امراض میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔دیہی آبادی میں بچے اور خواتین آلودہ پانی پینے سے

مختلف بیماریوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ ان امراض کا اگر بروقت علاج نہ کروایا جائے تو یہ امراض جان لیوا ثابت ہو سکتے ہیں۔ مقامی حکومتوں اور عوامی نمائندگان کو اس بنیادی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے جلد از جلد اقدامات کرنے ہونگے۔

زہرہ سجاد زیدی: (معروف سماجی کارکن)

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہمارے HRCP جنوبی پنجاب کے کوآرڈینیٹر راشد رحمان (مرحوم) نے ملتان میں پینے کے صاف پانی کا سروے شروع کیا تو اس وقت میں بھی ان کی ٹیم میں شامل تھی۔ ہم نے مختلف سرکاری اداروں کے دورے کئے اور اعداد و شمار اکٹھے کر کے ایک جامع رپورٹ تیار کی تھی۔ میں نے اپنی تنظیم کے ساتھ راجن پور اور ڈی جی خان کے مختلف علاقوں میں پینے کے صاف پانی کے حوالے سے کافی کام کیا ہوا ہے جہاں آج بھی ایسے مقامات موجود ہیں جہاں موجود تالاب کے ایک طرف جانور پانی پیتے ہیں جبکہ دوسری طرف وہی پانی مقامی لوگ اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ کسی بھی شکایت کا آغاز انکوائری سے شروع تو ہوجاتا ہے لیکن اختتام سرکاری فائلوں میں ہی دب جاتا ہے۔ ہمارے ادارے نہ تو دور اندیشی سے کام لیتے ہیں اور نہ ہی ایسی ان میں خواہش دکھائی دیتی ہے کہ وہ مستقبل کے مسائل کو حل کرنے کے لئے ابھی سے کوشش کریں۔ پاکستان میں صاف پانی کو ہر فرد کا حق تسلیم نہیں کیا جاتا۔ آئین کے آرٹیکل 9 میں واضح طور کہا گیا ہے کہ کسی شخص کو قانونی طریقہ کار اپنائے بغیر زندگی سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ سول سوسائٹی اور شہری مل کر سیاسی جماعتوں کے نمائندگان اور حکومتی اداوں پر دباؤ ڈالیں تا کہ پینے کا صاف پانی ہر شہری کو با آسانی دستیاب ہو سکے۔

سہیل جاوید: (سماجی کارکن)

پانی انسانی زندگی کی لازمی ضرورت ہے لیکن پینے کے صاف پانی کا حصول بتدریج اب مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت دنیا کے تقریباً 2 ارب انسان پینے کے صاف پانی کی سہولت سے محروم ہیں لہذا یہ ایک بین الاقوامی مسئلہ بنتا جا رہا ہے لیکن پاکستان میں، خصوصاً جنوبی پنجاب میں صورتحال بے حد پیچیدہ ہے جیسا کہ مجھ سے پہلے بتایا گیا ہے کہ ملتان اور ڈی جی خان کی صورتحال کا اندازہ لگائیں ملتان میں پینے کے پانی میں سنکھیا کی مقدار اتنی زیادہ ہے کہ ماہرین اسے نا قابل استعمال اور انسانی صحت کے لئے مضر قرار دے چکے ہیں اس کی بڑی وجہ فضائی اور زمینی آلودگی ہے۔ ملتان شہر کے 4 بڑے ڈسپوزل سٹیشن سے پانی حاصل کر کے بغیر کسی ٹریٹمنٹ سے گزارے سیوریج کے زہر آلودہ پانی کو شجاع آباد کینال اور ملتان میں واقع نوبہار نہر میں ڈالا جاتا ہے۔ ان نہروں کے نزدیک کاشت سبزیوں کو اسی زہر آلود پانی سے کاشت کیا جاتا ہے جسے ہم اپنی روزمرہ خوراک میں استعمال کرتے ہیں اور پھر خطرناک قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو کر اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ ملتان میں پینے کے صاف پانی کا جو منصوبہ شروع کیا گیا تھا وہ بری طرح ناکام ہو چکا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق صرف ملتان میں 120 ملین گیلن پانی استعمال کے لئے مہیا کیا جاتا ہے جبکہ اس کی طلب تقریباً 170 ملین گیلن ہے۔ 118 واٹر فلٹریشن پلانٹس میں سے 80 پلانٹس بند پڑے ہیں جو کہ مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے خراب ہو گئے اور جو اس وقت کام کر رہے ہیں ان کو اکثر اوقات تالے لگے ہوتے ہیں اور تعینات عملہ غائب ہوتا ہے۔ ان فلٹریشن پلانٹس پر لگے فلٹرز کبھی بھی مقررہ وقت پر تبدیل نہیں کئے جاتے بلکہ واسا اور ٹاؤن انتظامیہ سالانہ ان کو درست کرنے کے نام پر لاکھوں کے فنڈز خرد برد کر جاتے ہیں جن کی جوابدہی نہیں ہوتی۔ بے چارے شہری سارا دن اس شدید گرمی میں پینے کے صاف پانی کے حصول کے لئے مارے مارے پھرتے رہتے ہیں۔ میری ذاتی طور پر HRCP سے گزارش ہے کہ صاف پانی کے حصول کی اس مہم کو سول سوسائٹی اور سیاسی نمائندگان کے ساتھ ملکر آگے بڑھائیں اور شہریوں کو اس بنیادی مسئلہ سے نجات دلائیں کیونکہ ملتان کے شہریوں کو میٹروبس سے زیادہ پینے کے صاف پانی کی ضرورت ہے۔ پروگرام میں شامل دیگر شرکاء نے بھی اظہار خیال کیا اور صاف پانی کے حصول کو ممکن بنانے کے لئے درج ذیل اپنی اپنی تجاویز دیں۔

تجاویز:

☆ ایچ آر سی پی صاف پانی کی اس مہم کو جاری رکھنے کے لئے ٹھوس اقدامات کرے۔

☆ سول سوسائٹی اور شہریوں پر مشتمل کمیٹی بنائی جائے جو اپنے اپنے علاقے کے اسکولوں میں بچوں کے پینے کے پانی کے نظام کا جائزہ لے اور اسکول انتظامیہ کو ترغیب دے کہ بچوں کے لئے پینے کا صاف پانی ان کی صحت کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

☆ اپنے اپنے علاقوں کے سیاسی جماعتوں کے عہدیداروں اور نو منتخب نمائندوں سے صاف پانی کی فراہمی کے لئے وقتاً فوقتاً مطالبہ کرتے رہنا چاہیے۔

☆ ملتان میں پینے کے پانی کے معائنے کے لئے جدید لیبارٹری قائم کی جائے۔

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔
- ہر شمارہ کی قیمت مبلغ =/5 روپیہ ہے
- سالانہ خریداروں کے لیے =/50 روپیہ ایسے خریدار پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (Human Rights Commission of Pakistan) کے نام صرف =/Rs.50 کا منی آرڈر یا ڈرافٹ (چیک قبول نہیں کیا جائے گا) ہمارے ہیڈ آفس کے پتہ پر روانہ کریں۔ پتہ یہ ہے:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر یا انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے اب ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

پانی کی پالیسی سے متعلق بھولے بسرے اقدامات

اشفاق بخاری

پاکستان ایک طویل عرصے سے دریائے کابل پر ترقیاتی پراجیکٹ پر کام کی ابتدا کرنے کی منصوبہ بندی میں مصروف ہے اور اب بھارت بھی افغانستان کی مدد کرنے کے لیے میدان میں اتر آیا ہے اور افغانستان میں 1177 میگاواٹ پن بجلی کے 12 منصوبوں کے قابل عمل ہونے کی رپورٹیں تیار کرنے میں افغانستان کی مدد کر رہا ہے۔ چونکہ دریائے کابل کے پانی میں حصہ داری کے حوالے سے پاکستان اور افغانستان کے درمیان کوئی رسمی معاہدہ نہیں ہے، اس لیے دونوں ملک نو دریاؤں کے 18.3 ملین ایکڑ فٹ پانی کو تاحال مل کر استعمال کر رہے ہیں۔ اس پانی میں 16.6 ملین ایکڑ فٹ پانی دریائے کابل کا ہے۔

بدقسمتی کی بات ہے کہ پاکستان دریائے کابل کے پانی کے بہتر استعمال کے طریقے اختیار کرنے میں ناکام رہا ہے۔ بہرحال وزارت پانی وبجلی کے ایک سینئر افسر کا کہنا ہے کہ دریائے کابل کے 100 فیصد پانی کا استعمال یقینی طور پر پاکستان میں ہوگا۔ بین الاقوامی معاہدے یا میثاق کے تحت اور ملک کے نچلے کنارآب پر ہونے کے سبب پاکستان دریائے کابل کا 17 ملین ایکڑ فیٹ پانی استعمال کرنے کا حق رکھتا ہے۔

تاحال پاکستان بھارت پر مقبوضہ کشمیر کے مغربی دریاؤں پر ہائیڈرو پاور منصوبوں پر غیر قانونی تعمیرات کرنے کا الزام لگاتا چلا آرہا ہے۔ اب افغانستان کو بھی ایسے ہی الزامات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بہرحال اس کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ ان منصوبوں کی وجہ سے پاکستان پہنچنے والے دریائی پانی میں کس قدر کمی واقع ہوگی۔ ہمارے ملک کی نوکر شاہی اور سیاسی اشرافیہ چونکہ صوبوں کے درمیان اندرونی جھگڑوں اور جھڑپوں کے علاوہ نااہلی اور نالائقی کے مرض میں مبتلا ہے اس لیے پانی کا بحران تسلسل کے ساتھ بڑھتا جا رہا ہے اس لیے کہ اس کو روکنے کے لیے کسی قسم کے اقدامات نہیں کئے جا رہے جس سے کمزور طبقات کے لوگوں کے دکھوں میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ پاکستان کا شمار ان پانچ اہم ملکوں میں ہوتا ہے جنہیں نہ صرف پانی کی شدید کمی کا سامنا ہے بلکہ اب تو بے طاقت لوگوں کی پینے کے صاف پانی تک رسائی بھی ممکن نہیں رہی۔ اس کے علاوہ صحت وصفائی کے لیے بھی ان لوگوں کو پانی میسر نہیں ہے۔

پاکستان کونسل آف ریسرچ ان واٹر ریسورسز (پی سی آر ڈبلیو آر) کی جونئی رپورٹ آئی ہے، اس کے مطابق ہمارا ملک 2025ء تک پانی کی مکمل قلت کا شکار ہو جائے گا۔ تاحال پاکستان وہ ملک ہے جو پانی کی کمی کے دباؤ کا شکار ہے۔ یہ رپورٹ تنبیہ کرتی ہے کہ پاکستان 1990ء میں پانی میں کمی کے دباؤ کا شکار ہوا تھا اور 2005ء میں پاکستان پانی کی شدید قلت کے نشان سے بھی آگے نکل گیا۔ اگر صورتحال ایسی ہی رہتی ہے تو پھر خطرہ ہے کہ مستقبل میں پاکستان میں پانی نہ ہونے کے برابر رہ جائے گا یا پھر یہاں خشک سالی کا راج ہوگا۔ اس خطرناک ہوتی صورتحال سے نمٹنے کے لیے فوری طور پر مختلف سطحوں پر تحقیقاتی کام شروع کر دیا جائے جس کا مقصد پانی حاصل کرنے کے نئے راستے تلاش کرنا ہو۔ متعلقہ افسروں کا کہنا ہے کہ بدقسمتی سے پی سی آر ڈبلیو آر کے پاس اس وقت کوئی فنڈز نہیں ہیں تاکہ تحقیقاتی کام کو تسلسل کے ساتھ جاری رکھا جا سکے۔

بدقسمتی کی بات ہے کہ پاکستان دریائے کابل کے پانی کے بہتر استعمال کے طریقے اختیار کرنے میں ناکام رہا ہے۔ بہرحال وزارت پانی وبجلی کے ایک سینئر افسر کا کہنا ہے کہ دریائے کابل کے **100** فیصد پانی کا استعمال یقینی طور پر پاکستان میں ہوگا۔

کونسل، وزارت سائنس وٹیکنالوجی کا اہم ترین ادارہ ہے جو آبی وسائل کے بارے میں تحقیقاتی کام کرنے کا ذمہ دار ہے۔ یہ ادارہ چاہتا ہے کہ مستقل آمدنی والا ادارہ (اینڈومنٹ فنڈ) قائم کیا جائے جو پی سی آر ڈبلیو آر کا حصہ ہو تاکہ اس کا انحصار سالانہ عوامی ترقیاتی پروگرام پر نہ ہو۔ کونسل کے پاس اس وقت کوئی فنڈ نہیں ہے جس کے ذریعے تحقیقاتی کام میں تسلسل لایا جا سکے۔ کونسل نے پانچ کروڑ روپے کی رقم حکومت سے مانگی ہے۔ فنڈ کا دوسرا مقصد زراعت کے لیے پانی کی کمی پر توجہ دینا ہوگا۔ پانی وبجلی کے وفاقی وزیر خواجہ محمد آصف نے گزشتہ برس اگست میں کہا تھا کہ اس وقت پاکستان پانی کی کمی کے دباؤ کا شکار ہے۔ خطرہ ہے کہ اگلے دس سے پندرہ برس کے اندر ملک پیاسا ہو جائے گا۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ پانی کے نئے ذخیرے تیار کئے جائیں لیکن یہ کام بروقت کرنے کا ہے۔ ایک اور بیان میں خواجہ آصف نے کہا تھا کہ حکومت پہلی بار واٹر مینجمنٹ پالیسی تیار کرنے کے عمل میں مصروف ہے اور پارلیمنٹ اس وقت اس کے مختلف پہلوؤں پر بحث مباحثہ کر رہی ہے۔ اس کے بعد اس پالیسی کا کیا بنا، تاحال اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ ستمبر 2015ء میں منصوبہ بندی، ڈویلپمنٹ اینڈ ریفارم کے وفاقی وزیر احسن اقبال نے وزارت پانی وبجلی کو مشورہ دیا تھا کہ وہ ملک کو پانی کے شدید بحران سے بچانے کے لیے نیشنل واٹر پالیسی کو تین ماہ کے اندر اندر حتمی شکل دے۔ وہ اکثر یہ کہہ کر لوگوں کو انتباہ کرتے رہتے ہیں کہ اگر اس وقت کوئی مناسب قدم نہ اٹھایا گیا تو ملک کو تھر جیسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑے گا۔

واپڈا نے نیشنل واٹر پالیسی کا جو مسودہ تیار کیا تھا اس میں تجویز کیا تھا کہ ملک کے آبی وسائل کو بھرپور طریقے سے استعمال کرنے کے لیے تمام آبی وسائل کو یکجا کیا جائے۔ واٹر پالیسی کے حوالے سے کئے جانے والے متعدد اقدامات میں سے ایک یہ بھی ہوسکتا ہے، جو ممکن ہے، بہت سے لوگوں کو پسند نہ آئے، کہ پارلیمنٹ میں ایک قانون منظور کیا جائے جس کے تحت پانی کے مختلف استعمال کے الگ الگ نرخ متعین کئے جائیں۔ اس کے علاوہ پانی کے انفراسٹرکچر کو برقرار رکھنے اور اس کی مرمت پر اٹھنے والے اخراجات کا تعین اور اس کی وصولی کا طریقہ وضع کیا جائے۔ بہرحال پینے کے پانی کو استثناء حاصل ہوگا اس لیے کہ پینے کے پانی کا حصول ہر انسان کا بنیادی حق قرار دیا گیا ہے اور اس کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری ہے۔ جہاں تک پینے کے پانی کا تعلق ہے تو اس حوالے سے نیشنل ڈرنکنگ واٹر پالیسی 28 ستمبر 2009ء کو وفاقی کابینہ نے منظور کیا تھا۔ یہ پالیسی وزارت ماحولیات نے یونیسف کے اشتراک سے تیار کی تھی۔ مسودے میں یہ واضح نہیں کیا گیا کہ ایک عام آدمی باقاعدگی کے ساتھ پینے کا صاف پانی کیسے حاصل کر سکے گا۔ اس کے بعد پالیسی کے اس مسودے کا کیا ہوا، اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ اس پر عمل درآمد ہوا یا نہیں، اگر عمل درآمد ہوا تو کیسے اور اس کے کیا نتائج سامنے آئے۔ بہرحال یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ڈرافٹڈ واٹر پالیسی قومی پالیسی ہے اور اس کو تمام صوبوں کی حمایت حاصل ہے۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ وفاقی حکومت ضرورت سے زیادہ چالاکی دکھا رہی ہے۔ سسٹینیبل ڈویلپمنٹ اینڈ پالیسی انسٹی ٹیوٹ کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر عابد قیوم سلہری کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ چونکہ پانی صوبائی معاملہ ہے اس لیے مرکزی حکومت پانی سے متعلق قومی سطح کی پالیسی تیار نہیں کر سکتی۔ انہوں نے تجویز کیا ہے کہ وفاق کو تمام وفاقی یونٹوں کو مشترکہ مفادات کونسل کے اجلاس میں بلانا چاہئے اور پانی کی پالیسی پر اتفاق رائے پیدا کرنا چاہئے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

پاکستان کی فوجی عدالتوں کے نامناسب رویہ کو چیلنج کردیا گیا

توقع کی جارہی ہے کہ پاکستان کی عدالت عظمٰی جلد ہی فوجی ٹریبونلز کی طرف سے بارہ عام شہریوں کو دی جانے والی سزاؤں کا جائزہ لینے کے بعد اپنا فیصلہ سنائے گی کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان فوجی عدالتوں کے فیصلے سے سزائیں پانے والے افراد کے آئینی حقوق کی خلاف ورزی ہوئی ہے جنہیں فوجی عدالتوں نے دہشت گردی میں ملوث قرار دے کر سزائیں سنادی تھیں۔

فوجی ٹریبونلز دسمبر 2014ء میں اس وقت قائم کئے گئے جب پشاور کے ایک سکول پر دہشت گردوں کے ہولناک حملے میں 134 طلبہ شہید ہوئے۔ یہ سکول فوج ہی چلا رہی تھی۔ قانون سازوں نے گزشتہ برس جنوری میں عدالتوں کو اختیار دیا کہ وہ عدالتی کنٹرول فوج کے حوالے کردیں جو کہ پہلے ہی ایک طاقتور ادارہ ہے اور جو قیام پاکستان سے لے کر اب تک کے عرصے کے آدھے برسوں پر محیط مدت کے دوران 190 ملین افراد کے اس ملک پر حکومت کرتا رہا ہے۔ یہ عدالتیں اب تک 81 افراد کو سزائیں دے چکی ہیں جن میں سے 77 کو موت کی سزائیں دی گئی تھیں۔ یہ حقائق فوج کے پریس ونگ نے جاری کئے تھے۔ فوج کے پریس ونگ کے مطابق تاحال کوئی ملزم ایسا نہیں جس کو بے گناہ قرار دے کر رہا کردیا گیا ہو۔ سزا یافتہ ملزموں میں سے 27 نے سویلین عدالتوں میں اپیلیں داخل کی ہیں جن میں الزام لگایا گیا ہے کہ ملزموں سے دباؤ اور جبر سے اقبال جرم کرایا گیا اور انہیں وکیلوں تک رسائی نہیں دی گئی اور نہ ہی انہیں وہ شہادتیں دکھائی گئیں جو ان کے خلاف استعمال کی گئی تھیں۔ یہ بات خبر رساں ایجنسی رائٹر کی تحقیق اور مقامی میڈیا رپورٹوں سے سامنے آئی ہے۔

عدالت عظمٰی میں ان میں سے بارہ مقدمے آئے ہیں۔ استغاثہ اور مدعیوں کی طرف سے 9 مقدموں پر قانونی بحث مکمل ہوچکی ہے اور اب باقی مقدمات کی سماعت ہورہی ہے اور توقع ہے کہ آئندہ چند ہفتوں کے دوران بارہ کے بارہ مقدموں میں عدالت عظمٰی فیصلہ سنادے گی۔ رائٹرز نے سزا پانے والوں میں سے دس افراد کے وکلاء اور عزیز اقارب سے رابطہ کیا اور ان تمام نے شکایت کی کہ فوجی عدالتوں نے دوران حراست توہین آمیز رویہ اختیار کیا اور قواعد وضوابط کو بری طرح نظر انداز کیا گیا۔ ان دس میں سے تین افراد کی درخواستوں کی سماعت عدالت عظمٰی، ایک کی اسلام آباد ہائی کورٹ اور چھ کی درخواستوں کی سماعت لاہور ہائی کورٹ میں ہورہی ہے۔ فوجی عدالتوں پر جو الزامات لگائے گئے، رائٹرز ان کی آزادانہ تصدیق نہیں کرسکا۔ رائٹرز نے دس مقدمات میں لگائے جانے والے الزامات تحریری طور پر فوج کے شعبہ تعلقات عامہ کو مہیا کئے لیکن اس شعبہ نے الزامات کے بارے میں کچھ بھی کہنے سے انکار کردیا۔

گمشدگی

ایک سزا یافتہ صابر شاہ جس پر سویلین عدالت میں پہلے سے ہی قتل کا مقدمہ چل رہا تھا، اپریل 2015ء میں لاہور کی سنٹرل جیل سے اچانک غائب ہوگیا۔ اس کے خاندان اور وکیلوں کا یہ کہنا ہے کہ وہ اچانک غائب ہوگیا۔ پانچ ماہ بعد اس کے خاندان والوں نے ایک پریس ریلیز پڑھی جس میں کہا گیا تھا کہ اس کو ایک فوجی عدالت نے موت کی سزا دے دی تھی۔ اس کے وکلاء نے بتایا کہ وہ نہیں جانتے کہ اس کے خلاف کون سی شہادت استعمال کی گئی تھی۔ صابر شاہ ایک مذہبی گروہ کے قاتل سکواڈ کے رکن کے طور پر گرفتار تھا اور اس پر مقدمہ چل رہا تھا اور ابھی مقدمے کی سماعت مکمل نہیں ہوئی تھی۔ اس کے خاندان نے لاہور ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی۔ شاہ کے وکلاء نے بتایا کہ انہیں وہ شہادت دیکھنے کی اجازت نہیں دی گئی جو فوج نے (اگر) حاصل کی تھی۔ لاہور ہائی کورٹ میں اپیل داخل کرنے والے وکیل ملک عدیل نے کہا کہ "تمام باتیں اس وقت ہم پر واضح ہوں گی جب ہمیں (فوجی) فیصلہ مہیا کیا جائے گا۔ فوج کی طرف سے جاری ہونے والی پریس ریلیز میں کہا گیا تھا کہ صابر شاہ نے اعتراف کیا تھا کہ وہ لاہور کے وکیل سید ارشد علی کے قتل میں ملوث تھا۔

ارکان پارلیمنٹ کا کہنا ہے کہ دہشت گردی کے خطرے کے پیش نظر فوجی عدالتوں کا قیام عمل میں لانا ضروری سمجھا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان کا عدالتی نظام غیر موثر ہے اور بعض جج صاحبان ردعمل کے خوف کے باعث ایسے مقدمات لینے اور ان کی سماعت کرنے سے انکار کردیتے ہیں۔ "اس کی تصدیق پارلیمنٹ نے کردی۔ اگر عام عدالتیں یہ فرض نبھا سکتیں تو پھر فوجی کیوں یہ فرض نبھاتے"۔ یہ بات ایک سینئر سکیورٹی افسر نے بتائی جس نے اپنا نام مخفی رکھنے کی درخواست بھی کی اس لئے کہ اس کو میڈیا کے ساتھ بات کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ سپریم کورٹ میں ایک مقدمے کی حالیہ سماعت کے دوران، جس میں فوجی ٹریبونلوں کے قیام کو چیلنج کیا گیا ہے، پاکستان کے چیف جسٹس نے سوال اٹھایا کہ کیا مجرموں کو بنیادی قانونی حقوق دیئے جانے چاہئیں۔ پاکستان کے چیف جسٹس انور ظہیر جمالی نے مزید کہا کہ "دہشت گرد آئین اور اس دھرتی کے قانون کو چیلنج کررہے ہیں لیکن ان کے وکلاء، ان کا دفاع کرنے والے ان کے حق میں بنیادی حقوق کا سہارا لیتے ہیں"۔ انہوں نے مزید کہا کہ انٹرنیشنل وار کرائمز کی نظیر مقدمات کی فوری سماعت اور سزاؤں پر عملدرآمد کی اجازت دیتی ہے۔

ایک اور مقدمے کی سماعت کے دوران چیف جسٹس نے کہا کہ "اس وقت یہاں غیر معمولی حالات ہیں اس لیے ریاست کی طرف سے انصاف کی صحیح طور پر فراہمی کے لیے بھی غیر معمولی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے"۔ ہمارے چیف جسٹس کا کہنا تھا کہ "اگر کوئی شخص تیس افراد کو قتل کردیتا ہے تو آپ مجھے پھر بھی کہیں گے کہ میں اس کو انصاف دوں؟ انصاف تو ان تیس لوگوں کو ملنا چاہئے جو اس کے ہاتھوں مارے گئے"۔

جبر اعتراف، خطرات

ان تمام دس مجرموں جن کے مقدمات کا رائٹرز نے مشاہدہ کیا، کے تمام وکلاء کا کہنا ہے کہ انہیں عدالت کے ریکارڈ تک رسائی نہیں دی گئی اور نہ ہی انہیں فوجی عدالتوں میں سماعت کے دوران ان کے موکلوں سے ملنے کی اجازت دی گئی۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ نہ صرف یہ کہ ان کے موکلوں کو اعتراف جرم کرنے پر مجبور کیا گیا بلکہ ان کو اعتراف کرنے ہی نہیں دیا گیا۔ فوج کے پریس ونگ کے مطابق 81 میں سے 78 کو ان کے اعتراف جرم پر سزائیں دی گئیں۔ انسانی حقوق کے لیے جدوجہد کرنے والی وکیل عاصمہ جہانگیر دو ایسے افراد کی وکالت کررہی ہیں جنہوں نے اپنی موت کی سزاؤں کے خلاف اپیل کررکھی ہے۔ عاصمہ جہانگیر کا کہنا ہے کہ ان کے موکلوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ ایک سادہ کاغذ پر اپنے انگوٹھوں کے نشان ثبت کریں جس کو بعد میں اعترافی بیان کے طور پر استعمال کیا گیا۔ فوج نے ان الزامات کے حوالے سے کچھ کہنے سے انکار کردیا۔ دو خاندانوں اور ایک وکیل نے یہ بھی کہا کہ جب انہوں نے اپیلیں داخل کیں تو اس کے بعد انہیں ہراساں کیا گیا یا انہیں ڈرایا دھمکایا گیا۔ ایک مجرم کے والد نے رائٹرز کو بتایا کہ "ہم نے ان کی توہین کی ہے، ان کی تضحیک کی ہے اور یہ کہ فوج ایک ادارہ ہے اس لیے بہتر ہوگا کہ ہم اپنی اپیل واپس لے لیں"۔ والد نے ساتھ ہی کہا کہ اس کا نام نہ لیا جائے اور اس کو خفیہ رکھا جائے۔

رائٹرز آزادانہ طور پر اس کے بیان کی تصدیق نہیں کرپایا جبکہ فوج نے اس پر کچھ کہنے سے ہی انکار کردیا۔

انصاف کا حق دار کون؟

ماہرین قانون کے عالمی کمشن نے، جو غیر سرکاری تنظیم کے طور پر قانون کی عملداری کے ذریعے انسانی حقوق کو فروغ دینے کا کام کرتا ہے، فوج کے ذریعے چلائی جانے والی عدالتوں پر شدید تنقید کی ہے۔ اس تنظیم نے اس سال کے آغاز میں اپنے ایک بیان میں کہا تھا کہ "پاکستانی فوجی عدالتوں میں مقدمات کی سماعت ان ملکی اور بین الاقوامی معیاروں سے مطابقت نہیں رکھتی جو منصفانہ سماعت کے لیے لازمی ہوتے ہیں اور جن کو لحاظ آزاد اور غیر جانبدار عدالتوں میں رکھا جاتا ہے۔ ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں فوجی ترجمان جنرل عاصم باجوہ نے فوجی عدالتوں کے قیام کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ "ان عدالتوں میں قانونی طریقے سے مقدمے کی سماعت کی جاتی ہے جس کے بعد عدالت فیصلہ کرتی ہے اور پھر موت کی سزا یا جو بھی سزا دی گئی ہو، اس پر عملدرآمد کیا جاتا ہے"۔

"2007ء سے اب تک اسلامی انتہا پسندوں کے ہاتھوں 25 ہزار پاکستانی جاں بحق ہوچکے ہیں"۔ یہ اعداد وشمار ساؤتھ ایشیا ٹیررازم پورٹل نے جاری کئے ہیں۔ پاکستان گزشتہ کئی برسوں سے تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) اور دوسری عسکری تنظیموں کے خلاف جنگ لڑ رہا ہے۔ یہ تنظیمیں حکومت کو گرانے اور سخت ترین اسلامی قانون کا نفاذ کرنا چاہتی ہیں۔ جب سے پاکستان نے آرمی پبلک سکول پشاور پر دسمبر 2014ء میں ہونے والے حملے کے بعد عسکریت پسندی کے خلاف اپنے منصوبے کا اعلان کیا ہے، تب سے دہشت گردی کی وارداتوں میں کافی کمی دیکھنے میں آئی ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ)

اذیت رسانی کے خلاف عالمی دن

ایچ آر سی پی نے ایذارسانی کے عالمی دن کی یاد میں ملک کے مختلف علاقوں میں تقاریب کا انعقاد کیا

سکھر (ایچ آر سی پی،سکوٹاسک فورس) پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق سکھر ٹاسک فورس نے 27 جون کو ایذارسانی کے خلاف عالمی دن پر سکھر پریس کلب کے سامنے ایک پرامن احتجاجی مظاہرہ کیا جس میں مختلف شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔ مظاہرین نے ایذارسانی کے متاثرین اور اُن کے اہل خانہ سے اظہار تعزیت کی۔ پرامن ریلی کا آغاز قاسم پارک سے کیا گیا جو پریس کلب سکھر پر ختم ہوئی۔مظاہرین نے ایذارسانی کے خلاف نعرے لگائے اور ہاتھوں میں پلے کارڈز اور بینرز پکڑے ہوئے تھے جن پر ایذارسانی کے خاتمے کا مطالبہ کیا گیا۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ عدم برداشت کی وجہ سے ہمارے ملک میں تشدد کے واقعات میں اضافہ ہورہا ہے جس کی روک تھام انتہائی ضروری ہے۔ ہمارے گھروں، گلیوں، محلوں، دیہاتوں اور شہروں میں تشدد کے واقعات عام ہیں جو معاشرے کو تباہی کی طرف لے جارہے ہیں۔ عالمی قانون کے تحت ایذارسانی ممنوع ہے مگر اس کے باوجود اسے ترک نہیں کیا جارہا۔ انذار رسانی کے خاتمے کے لیے ملک گیر تحریک چلانے کی ضرورت ہے اور لوگوں کو ایذارسانی کے نقصانات سے آگاہ کیا جائے۔علاوہ ازیں ایذارسانی کے خلاف عالمی معاہدے کی مطابقت میں ملکی قانون سازی کی جائے اور ذمہ دار عناصر کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے 27 جون کو تشدد کے خلاف عالمی دن کی یاد میں سندھ کے مختلف علاقوں میں پرامن ریلیوں کا اہتمام کیا جن میں تشدد کے خلاتمے کے لیے قانون سازی کا مطالبہ کیا گیا۔حیدرآباد میں منعقد ریلی سے ریجنل کوآرڈینیٹر ایچ آر سی پی، لالا عبدالحلیم شیخ انسانی حقوق کے کارکن اور سماجی کارکن کھیو بھیل نے پریس کلب کے باہر ایک پرامن مظاہرے کی قیادت کی اور شرکا سے تبادلہ خیال کیا۔ اُن کا کہنا تھا کہ ریاست کی کمزور گرفت کے باعث ملک میں پر تشدد واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ بڑھتے ہوئے واقعات قانون نافذ کرنے والے اداروں کی کارکردگی پر بھی سوالیہ نشان ہیں۔اُن کا مزید کہا تھا کہ زیرحراست تشدد بھی ملک کا بنیادی مسئلہ ہے جس کے لیے ٹھوس قانون سازی اور دیگر جامع اقدامات کی ضرورت ہے۔لوگوں کو حراست میں لے کر اُنہیں بدترین تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور ذمہ دار ریاستی اہلکاروں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جاتی۔تشدد میں ملوث ریاستی اہلکاروں کے خلاف مقدمات درج ہونے اور اُن کا آزادانہ و منصفانہ ٹرائل ہونا ضروری ہے۔ ہمارے ملک میں اعتراف جرم کروانے کے لیے غیرانسانی وظالمانہ سزاؤں کا استعمال عام ہے جس کے خاتمے کے بغیر ملک ترقی نہیں کرسکتا ہے۔

(ایچ آر سی پی، حیدرآباد ٹاسک فورس)

ملتان پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق ایچ آر سی پی کی ٹاسک فورس ملتان کے زیراہتمام اذیت رسانی کے متاثرین کی حمایت کے عالمی دن کے موقت پر تشدد کا شکار افراد سے اظہار یکجہتی کے لیےنواں شہر چوک تا پریس کلب ملتان تک پرامن مظاہرے کا انعقاد کیا گیا۔جس میں انسانی حقوق کے ممبران ،سول سوسائٹی کے عہدیداران مزدوروں، شہریوں اور وکلاء کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔شرکاء نے بڑی تعدد میں پلے کارڈ اور بینرز اُٹھار کھے تھے جن پر تشدد کے شکار افراد کی حمایت میں نعرے درج تھے۔شرکاء سے بات چیت کرتے ہوئے ایچ آر سی پی کے ریجنل کوآرڈینیٹر فیصل محمو نے کہا کہ تشدد دنیا کے کسی ایک ملک یا معاشرہ کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ پوری دنیا میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی بدترین صورت ہے جو گزشتہ کئی سالوں سے بڑھتی جارہی ہے۔شرکاء کی جانب سے اس بات پر بھی زور دیا گیا کہ تشدد کو ناقابل معافی جرم قرار دیا جائے اور متاثرہ شخص کی دادرسی کی جائے اور ایذارسانی کے خلاف سازی کی جائے۔ اس موقع پر ایوب ساجد، سینٹ پیٹر شیخ امجد پرویز، عاصمہ خان ایڈووکیٹ، ثریا پروین ، نبیلہ خان ، مہر اشرف رشید چوہان، سرفراز احمد ،طاہر محمد عمران اور شاہد علی سمیت دیگر نے شرکت کی۔

(نامہ نگار)

پشاور پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے پشاور پریس کلب کے سامنے ایک پرامن احتجاجی مظاہرہ کیا جس میں ایذارسانی کے متاثرین سے اظہار یک جہتی کی گئی اور ریاست کو اس کی ذمہ داریوں اور عہدوپیمان کی یاددہانی کروائی گئی جو اس نے عالمی برادری سے کئے تھے۔مظاہرین میں انسانی حقوق کے کارکن، طلبا، صحافی، وکلاء اور دیگر شعبوں کے افراد شامل تھے۔مظاہرین کا مطالبہ تھا کہ ریاست ایذارسانی کے خاتمے کے لیے ضروری قوانین منظور کرے۔ ایچ آر سی پی کے کوآرڈینیٹر ارشاد احمد نے کہا کہ پاکستان نے 17 اپریل 2008ء کو ایذارسانی کے خلاف میثاق پر دستخط کئے تھے اور 23 جون 2010ء کو اس کی توثیق کی تھی۔ انہوں نے مزید کہا کہ پاکستان کو چاہیے کہ مذکورہ میثاق کی روشنی میں قانون سازی کرے اور ایذارسانی کے متاثرین کو تحفظ فراہم کرے اور مجرموں کو سزا سے حاصل استثنیٰ ختم کرے۔

(پشاور چیپٹر آفس)

گلگت ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے زیراہتمام کسی بھی قسم کے تشدد کے خلاف عالمی دن کی مناسبت سے 27 جون کو گلگت پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ اس احتجاجی مظاہرے میں سول سوسائٹی، انسانی حقوق کی تنظیموں، صحافی، متاثرہ افراد اور کاروباری حضرات نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور پلے کارڈ اٹھا کر بھرپور احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرین کی جانب سے مطالبہ کیا گیا کہ پولیس حراست کے دوران یا تفتیش کے موقع پر بھی تشدد نہ کیا جائے کیونکہ وہ دوراب ختم ہوچکا ہے کہ کسی پر تشدد کیا جائے اور اس کے بجائے جدید انویسٹی گیشن کا طریقہ اپنایا جائے۔ انہوں نے صوبائی اسمبلی کے ممبران اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ اس حوالے سے فوری طور پر قانون سازی کی جائے۔ اس موقع پر کوآرڈینیٹر ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان گلگت بلتستان اسرارالدین نے مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر قانونی لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو پولیس کسی بھی قسم کا تشدد نہیں کرسکتی اور اگر تفتیش کرنی ہو تو اس کے لیے جدید طریقے اپنائے جاسکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم آج اذیت کے شکار لوگوں سے اظہار یکجہتی کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں اور لوگوں میں اس تشدد کے حوالے سے آگاہی دلانے کے لیے مظاہرہ کررہے ہیں اور انہوں نے مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ قومی اسمبلی اور گلگت بلتستان قانون ساز اسمبلی میں اس حوالے سے قانون سازی کی جائے تاکہ لوگ اذیت کا شکار نہ ہو۔

(ایچ آر سی پی، گلگت چیپٹر آفس)

خواتین کے انتخابی حقوق

آئی۔اے۔رحمٰن

الیکشن کمیشن آف پاکستان نے سول سوسائٹی کی تنظیموں کے اشتراک سے خواتین کے انتخابی حقوق کو فروغ دینے کے لیے ورکنگ گروپ تشکیل دینے کا جو فیصلہ کیا ہے، وہ اصولی طور پر لائق تحسین ہے۔ اس گروپ کی ابتدائی رپورٹوں میں تجویز کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے تو اس منصوبے کے بارے میں کھل کر وضاحت کی جانی چاہئے اور یہ بھی بتایا جانا چاہیے کہ جن انتخابی اصلاحات پر کام ہو رہا ہے، ان اصلاحات کے حوالے سے اس پراجیکٹ کی کیا اہمیت ہے۔

جینڈر اینڈ ڈس ایبلیٹی الیکٹورل ورکنگ گروپ میں، جس کی سربراہی الیکشن کمشن آف پاکستان کے ایک خاتون ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل کر رہی ہیں، جنہیں صنفی معاملات کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ انہوں نے سول سوسائٹی کی متعدد تنظیموں سے کہا ہے کہ وہ انتخابات میں خواتین، ووٹروں کی تعداد کو 55 فیصد سے بڑھا کر 70 فیصد تک کرنے میں الیکشن کمشن آف پاکستان کی مدد کریں۔ ورکنگ گروپ نے جو ذمہ داریاں قبول کی ہیں، ان میں مختلف ذرائع سے ووٹروں کی تربیت اور ان کی صلاحیت کو فروغ دینا، ذرائع ابلاغ سے متعلق افراد کے لیے تربیتی اجلاس کرنا، انتخابی طریق کار کے حوالے سے تحقیق کرنا، پولنگ کے رجحانات وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ خاتون ووٹروں اور معذور/ پچھڑے/ غیر محفوظ گروپوں پر توجہ دی گئی ہے۔

ظاہری بات ہے کہ ایک طرف تو ورکنگ گروپ انتخابات سے متعلقہ تمام تر معاملات کو دیکھنا چاہتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ خواتین کے معاملات کی اہمیت کم ہو جائے گی جبکہ دوسری طرف ایسے لگتا ہے جیسے انتخابات میں خواتین کی شرکت کی راہ میں حائل بڑی رکاوٹوں کو نظرانداز کر دیا جائے گا۔ اس پراجیکٹ نے دو ہدفی گروپوں یعنی خواتین اور وہ لوگ جو معذوری کی زندگی گزارتے ہیں، کو یکجا کر دیا ہے اور اس تصوراتی نقص سے جو مسائل پیدا ہوں گے، ان کی نشاندہی پہلے کی جا چکی ہے۔ معذوری کی زندگی گزارنے والوں کی بڑی تعداد یا تو اپنے ووٹ کا حق استعمال نہیں کر سکتی یا بصورت دیگر انتخابی عمل میں حصہ لیں گے اور ان کی ہر ممکن مدد کی جانی چاہئے۔ اس معاملے کے بارے میں ہم کسی اور وقت بات کریں گے۔ اس دوران الیکشن کمیشن آف پاکستان کے ورکنگ گروپ کو اس حوالے سے زاہد عبداللہ کے لکھے ہوئے مضمون کو ایک نظر دیکھ لینا چاہئے۔ اس کے علاوہ زاہد عبداللہ کی قابل تعریف تحقیقی رپورٹ ''ڈس ایبلڈ بائی سوسائٹی'' کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ انٹرنیشنل فیڈریشن فار الیکٹورل سسٹمز کے زیراہتمام ستمبر 2014ء میں اسلام آباد میں ہونے والے قومی کنونشن میں منظور کی جانے والی سفارشات کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ یہ کنونشن غالباً اس حوالے سے ملک میں منعقد ہونے والے اجتماعات میں سب سے بڑا تھا۔

جو استدلال کوئی معانی رکھتا ہے، اس کا تعلق خواتین کی ووٹنگ سے ہے اور وہ لوگ جو معذور ہیں، ان کو یا تو الگ سے پراجیکٹوں کے طور پر لیا جائے یا پھر ان کو ایک پراجیکٹ کے الگ الگ حصوں کے طور پر دیکھا جائے اور اسی حوالے سے ان پر بحث مباحثہ کیا جائے۔ یو این ڈی پی (یونائیٹڈ نیشنز ڈویلپمنٹ پروگرام)، جو ان پراجیکٹوں کے لیے فنڈ مہیا کر رہا ہے، اس پراجیکٹ کو مزید واضح کرنے پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔ اور کچھ ہو یا نہ ہو، پراجیکٹ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا حصہ خواتین سے جبکہ دوسرا حصہ پی ایل ڈبلیو ڈی سے متعلق ہوسکتا ہے۔ پاکستانی خواتین کو انتخابی عمل میں مکمل طور پر شریک کرنے کے لئے انہیں خصوصی یا غیر معمولی اختیار دینے کے مسئلہ پر نظام میں وسیع تر اصلاح کے حوالے سے تسلسل کے ساتھ بحث مباحثہ ہوتا رہا ہے۔ جامع انتخابی اصلاحات تیار کرنے کی ذمہ داری جس پارلیمانی کمیٹی کو سونپی گئی تھی اس کی طرف سے بدقسمتی سے اس کام کی تکمیل میں خاصی تاخیر ہوگئی جس کے باعث کافی گڑ بڑ ہوئی ہے اور یہ گڑ بڑ 22ویں ترمیم کے حوالے سے ہوئی جس کا مقصد چیف الیکشن کمشنر اور الیکشن کمشن آف پاکستان کے ارکان کی اہلیت کے معیار کو تبدیل کرنا تھا۔ اس ترمیم کو قومی اسمبلی منظور کر چکی ہے۔

> الیکشن کمیشن آف پاکستان کی پالیسی سازی کے عمل میں ایک خاتون کی شمولیت ضروری ہے۔

ضروری نہیں کہ ان عہدوں پر عدالت عظمیٰ کے حاضر سروس یا ریٹائرڈ ججوں کی تقرری کی جائے۔ اگرچہ سول سوسائٹی کا مطالبہ تھا کہ عدالت عظمیٰ کے حاضر سروس یا ریٹائرڈ ججوں ہی کو ان عہدوں پر تعینات کیا جائے لیکن اس ساری بحث میں یہ معاملہ کوئی اہم ترین مسئلہ کے طور پر سامنے نہیں آیا۔ حکومت کی خواہش تھی کہ الیکشن کمیشن آف پاکستان کے موجودہ ارکان کی مدت ملازمت پوری ہونے سے پہلے 22ویں ترمیم منظور ہو جائے اور یہ بات سمجھ میں آنے والی بھی ہے لیکن اصلاحاتی پیکج میں موجود دوسری اصلاحات کو روکے رکھنے کی وجہ سمجھ میں آنے والی نہیں۔ اس دھند کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کمیٹی کی تجویز کردہ اصلاحات کی عام تشہیر کر کے اس پر عوام کی طرف سے بحث مباحثہ کرایا جائے۔ سول سوسائٹی پُرزور طریقے سے یہ استدلال پیش کر رہی ہے کہ الیکشن کمیشن آف پاکستان میں کم سے کم ایک خاتون کو شامل کیا جائے تاکہ انتخابی معاملات پر خواتین کی ذہانت سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکے۔ محض ایک خاتون کو کمیشن میں ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل مقرر کردینے سے یہ ضرورت پوری نہیں ہوسکتی۔ درحقیقت الیکشن کمیشن آف پاکستان میں پالیسی سازی کی سطح پر ایک خاتون کی ضرورت ہے۔

ہماری خواتین کو جو سب سے دقیق مسئلہ درپیش ہے وہ یہ ہے کہ انتخاب میں حصہ لینے والی سیاسی جماعتیں مشترکہ اور متفقہ طور پر خواتین کو ووٹ دینے سے روک دیتی ہیں۔ بہت سال پہلے عدلیہ نے اس عمل کو غیر قانونی قرار دیا تھا۔ اگرچہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 171 سی اور 171 جے اس حوالے سے بالکل واضح ہیں لیکن یہ معاملہ تا حال سروں پر لٹکتی ہوئی تلوار کی طرح ہے۔ الیکشن کمیشن آف پاکستان نے دیر میں اس بنا پر ضمنی انتخابات کو اس بنیاد پر کالعدم قرار دے دیا تھا کہ خواتین کو ووٹ ڈالنے سے روک دیا گیا تھا۔ پشاور ہائی کورٹ نے اس فیصلے کو کالعدم قرار دے دیا۔ اب یہ معاملہ سپریم کورٹ میں زیرسماعت ہے۔ ہر کوئی جاننا چاہے گا کہ پارلیمانی کمیٹی نے خواتین کو ان کے ووٹ ڈالنے کے حق سے محروم کرنے کی اس شق کو ختم کرنے کے لیے کیا تجویز پیش کی ہے۔ الیکشن کمیشن آف پاکستان تسلسل کے ساتھ تمام انتخابی حلقوں میں خواتین کے ووٹوں کا الگ ریکارڈ تیار کرنے پر زور دیتا آیا ہے۔ کمیشن نے وعدہ کیا تھا کہ وہ یہ کام 2013ء تک مکمل کرلے گا اور اس کو اپنا وعدہ آئندہ عام انتخابات تک پورا کر دینا چاہئے۔ یاد رہے کہ آئندہ عام انتخابات 2018ء میں ہوں گے۔ اگر کسی بھی انتخابی حلقہ میں خاتون ووٹروں میں سے بیس فیصد سے کم خواتین ووٹر اپنا ووٹ ڈالنے کا حق استعمال کرتی ہیں تو یہ ڈیٹا اس انتخاب کو منسوخ قرار دلوانے میں انتہائی مددگار ثابت ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ اصلاح کار اس تعداد کو تیس فیصد یا اس سے بھی زیادہ بڑھانے کی تجویز کرسکتے ہیں۔

اس حوالے سے ہونے والے بحث مباحثہ کے دوران سامنے آنے والا اہم مسئلہ یہ تھا کہ غیر مسلم خواتین کے حقوق کو تحفظ دینے پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ غیر مسلم خواتین کے لیے بھرپور مہم چلائی جائے کہ انہیں ان کے شناختی کارڈ جاری کئے جائیں اور یہ شناختی کارڈ ان کے علاقوں کے وڈیرے یا دوسرے پیشہ ور حریف نہ ہتھیالیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ خود کو بطور امیدوار پیش کرتے وقت ان کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان کو دور کیا جائے۔ اگر غیر مسلم امیدواروں کو مسلمان ووٹروں کی طرف سے ووٹ دینے کے خلاف فتوے جاری کئے جائیں تو ان کے خلاف بھی وہی کارروائی کی جائے جو غیر مسلم خواتین امیدواروں کے خلاف کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ تعزیرات پاکستان کے تحت اس قسم کے احکامات یا اعلانات کو جرم قرار دے دیا گیا ہے اور اس پر سزائیں مقرر ہیں۔ لیکن برسوں سے ان تعزیرات کو نظرانداز کیا جاچکا ہے۔ کیا ہم امید کریں کہ الیکشن کمیشن آف پاکستان اور پارلیمانی کمیٹی انتخابی معاملات میں مذہب کے غیر ضروری استعمال کو روکنے کا کوئی راستہ نکالیں گے؟ بلاشبہ یہ ایک انتہائی نازک مسئلہ ہے جو نہ صرف خواتین کے حقوق کو متاثر کرتا ہے بلکہ پورے انتخابی نظام کے حُسن اور اُجلے پن کو خراب کرتا ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے ہمیں ایک تحریک کی ضرورت ہے

لاہور مذہبی اقلیتوں کے حوالے سے جب بھی کوئی واقعہ پیش آتا ہے تو وہ پورے ملک کی توجہ کا مرکز بن جاتا ہے لیکن اس کے بعد معاشرہ پیش آنے والے واقعے پر سوچ بچار کیے بغیر حکومت کی طرف دیکھنا شروع کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ سول سوسائٹی بھی تذبذب کا شکار ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں اقلیتی گروہوں کی جانب توجہ دینی چاہئے تاکہ ہم جان سکیں کہ ہمیں کہاں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ ان خیالات کا اظہار پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کے سیکریٹری جنرل آئی اے رحمان نے منگل کے روز کیا۔ وہ ایچ آر سی پی کی جانب سے اپنے عقیدے کی بناء پر غیر محفوظ برادریوں سے متعلق مقامی ہوٹل میں منعقد کیے گئے اجلاس سے خطاب کر رہے تھے۔ مختلف برادریوں کے اراکین نے قابل اطلاق قوانین، نفرت انگیز تقاریر کی صورتحال، مجرموں کے خلاف قانونی کارروائی، ملازمتوں میں امتیازی سلوک اور اس بات کا جائزہ لیا کہ فرقہ وارانہ تناؤ پر کس طرح قابو پایا جاتا ہے۔ عالیہ ایوب نقوی، جن کے شوہر کو چھ سال پہلے اس وجہ سے قتل کر دیا گیا تھا کیونکہ ان کا تعلق شیعہ برادری سے تھا، نے کہا کہ ان کے شوہر کے قاتلوں کو 20 دن کے اندر گرفتار کر لیا گیا لیکن وہ اس دن سے اب تک ضمانت پر رہا ہیں۔ انہوں نے کہا: ''یہ بات سامنے آئی کہ میرے شوہر کے قتل سے پہلے وہ چار افراد کو قتل کر چکے تھے اور یہ جانتے ہوئے بھی انہیں گھر جانے کی اجازت دے دی گئی تاکہ وہ پھر سے لوگوں کو قتل کر سکیں۔'' انہوں نے مزید کہا: ''میں اس امید کے ساتھ عدالت جاتی ہوں کہ ایک دن مجھے انصاف ملے گا لیکن کبھی جج غیر حاضر ہوتا ہے اور کبھی گواہ عدالت نہیں آتے۔ یقیناً ان سب کو حکومت کی حمایت حاصل ہے۔ آپ سب میرے ساتھ کھڑے کیوں نہیں ہوتے۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے کیوں نہیں ہو سکتے؟'' معروف سکالر ڈاکٹر سید جعفر احمد نے کہا کہ وہ سال ہا سال سے یہ دیکھتے آ رہے ہیں کہ مذہبی اقلیتوں کے خلاف تشدد اور امتیازی سلوک پر غم و غصہ پایا جاتا تھا مگر پھر یہ سب بے اثر ہو کر رہ گیا۔ انہوں نے کہا: ''یہاں مذہبی اختلافات کو ذاتی مفادات کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے محرکات سیاسی ہیں، جیسا کہ ایک غیر آئینی حکومت مذہب کا سہارا لے سکتی ہے جیسا کہ جنرل ضیاء الحق نے کیا۔ لیکن ان پراکسی جنگوں میں استعمال ہونے والے عناصر اب خود مختار ہو چکے ہیں۔ ان کی خدمات ہر اس فرد کے لیے حاضر ہیں جو انہیں ان کی قیمت ادا کر سکتا ہو۔'']پاکستان انسٹی ٹیوشن آف لیبر ایجوکیشن اینڈ ریسرچ (پائلر) کی عابدہ علی نے کہا کہ معاشرہ کی ساخت اتنی خراب ہو چکی ہے کہ کوئی شخص سوال بھی نہیں کر سکتا جیسا کہ حال ہی میں ایک ٹی وی چینل کے میزبان حمزہ علی عباسی نے کیا۔ انہوں نے مزید کہا: ''ہمیں ایک ایسے تکثیری جمہوری معاشرے کی ضرورت ہے جہاں غلط باتوں پر سوال اٹھایا جا سکے''۔ پائلر کے کرامت علی نے کہا کہ ایک وقت تھا جب شیعہ، سنی، حنفی، وہابی وغیرہ کے درمیان شادیاں ایک عام بات تھی۔ لیکن اب ایسا نہیں ہوتا۔ انہوں نے مزید کہا کہ بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے ہمیں ایک تحریک کی ضرورت ہے۔ جماعت اسلامی سندھ کے امیر اسد اللہ بھٹو کہ امتیازی سلوک اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ انہوں نے کہا: ''مسلمانوں کو دنیا بھر میں امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جاتا ہے، لہٰذا انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اس قسم کے سلوک کا نشانہ بننے والے پر کیا گزرتی ہے۔ ایسی چیزیں نا قابل قبول ہیں۔ اپنے عقائد سے انحراف نہ کریں اور دوسروں کے عقائد کا احترام کریں۔'' زاہد فاروق نے مسیحی برادری کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا کہ برادریوں کے درمیان بات چیت بہت اہم ہے۔ صابر مائیکل نے کہا کہ پاکستان میں بہت سے گروہ بستے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ: ''لوگوں کے ذاتی اختلافات عام طور پر فرقہ واریت میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔'' سید علی احمد طارق نے احمدی برادری کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا کہ اس بات کو تسلیم کرنا بہتر ہے کہ ہر مذہب کن باتوں کا احاطہ کرتا ہے اور کوئی برادری اپنے بارے میں کیا کہتی ہے بجائے اس کے کہ انہیں بتایا جائے کہ انہیں کیسا ہونا چاہئے۔ انہوں نے کہا: ''میں دیگر برادریوں سے تعلق رکھنے والے دوستوں پر زور دیتا ہوں کہ وہ ہر ایک کو اپنے تہواروں میں مدعو کریں۔ اس سے ایک دوسرے کو سمجھنے میں مدد ملے گی اور ایک دوسرے کے لیے برداشت کا جذبہ پیدا ہوگا''۔ جاوید غفران نے ذکری برادری کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا کہ حکومت کو تمام لوگوں کا خیال رکھنا چاہئے چاہے وہ کسی بھی برادری سے تعلق رکھتے ہوں۔ بطور ایک ذکری، مجھے کبھی محسوس نہیں ہوا تھا کہ میں اقلیتی گروہ کا رکن ہوں، لیکن اب مجھے محسوس ہوتا ہے کہ دوسرے مجھے اسی نظر سے دیکھتے ہیں۔''

(روزنامہ ڈان)

خاتون کسان رہنما کی یاد میں تقریب

حیدرآباد پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) حیدرآباد ٹاسک فورس نے 22 جون کو کسان رہنما مائی بختاور شہید کی 70 برسی پر ایک تقریب منعقد کی جس میں اُن کی خدمات اور جدوجہد کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ تقریب کا اہتمام Suchet اور RDHR کے تعاون سے کیا گیا۔ ہاری رہنماؤں، مختلف سیاسی جماعتوں کے کارکنوں، سماجی ورکرز اور انسانی حقوق کے کارکنوں نے تقریب میں شرکت کی اور حکومت پر زرعی اصلاحات کرنے کے لیے زور ڈالا۔ مقررین کا کہنا تھا کہ مائی بختاور کی خدمات کو تدریسی نصاب کا حصہ بنایا جائے تاکہ موجودہ اور اگلی نسلیں ہاری تحریک میں اُن کی خدمات سے آگاہ ہو سکیں۔ صوفی عنایت شاہ اور مائی بختاور نے ہاریوں کی تحریک میں بنیادی کردار ادا کیا اور کسانوں و ہاریوں کو منظّم جدوجہد کرنے پر آمادہ کیا۔ اُن کی شروع کی گئی تحریک جاری رہنی چاہیے۔ اُن کی جدوجہد سے ہاری اپنے حقوق سے آگاہ ہوئے۔ شہید بختاور مائی نے کسانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے اپنی زندگی قربان کی۔ مقررین کا کہنا تھا کہ پاکستان کا زرعی شعبہ زیادہ تر خواتین کی محنت پر منحصر ہے مگر اُن کے کام اور محنت کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ زرعی اصلاحات آج کے وقت کا اہم تقاضہ ہیں جن کے بغیر ہمارا ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ مقررین کا کہنا تھا کہ مائی بختاور کو 22 جون 1946ء کو گندم کی پیداوار میں اپنا حصہ مانگنے پر قتل کیا گیا تھا۔ اُن کی جدوجہد نے سندھ حکومت کے زمین تقسیم کرنے کے پروگرام کی بنیاد رکھی۔ مقررین نے کہا کہ مائی بختاور کی پُرعزم جدوجہد کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

(ایچ آر سی پی حیدرآباد ٹاسک فورس)

بھٹہ مزدوروں کی یونین سازی پر زور

ملتان 10 جون کو جسٹس اینڈ پیس کمیشن کے زیر اہتمام کو جے پی سی نیشنل آفس، ملتان میں بھٹہ مزدوروں کی یونینز کی تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔اس ورکشاپ کا مقصد بھٹہ مزدوروں کی یونین کو یونین کے اغراض و مقاصد بیان کرنا اور یونین کے کام کرنے کے طریقہ کار کے بارے میں آگاہی دینا تھا۔ پروگرام میں حاجی احسان الدین قریشی (رُکن پنجاب اسمبلی اور سابق وزیر محنت و افرادی قوت)، ہائی سینٹ پیٹر (ایگزیکٹو سیکرٹری جے پی سی)،نعیم ہارون اور ایڈووکیٹ ندیم پرواز شامل تھے۔نعیم ہارون نے کہا کہ بھٹہ مزدوروں کو اپنے مسائل کے حل کیلئے متحد ہونے کی ضرورت ہے، جب آپ متحد ہوکر اپنے مسائل کا حل تلاش کریں گے تب ہی آپ کامیاب ہوسکیں گے۔ یونین بنانے کا مقصد بھی یہی ہے کہ آپ اپنے مسائل خود حل کرسکیں اور اسی کی بدولت آپ مضبوط اور متحد ہوسکیں گے۔ایڈوکیٹ ندیم پرواز نے یونین کے کام کے طریقہ کار کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا کہ یونین کو مؤثر اور کارگر بنانے کیلئے سب سے پہلے ضروری ہے کہ یونین کا باقاعدہ اندراج ہوا۔اس کے بعد یونین کے ارکان کا ماہانہ اجلاس باقاعدگی سے ہونا چاہیے اور اجلاس کی کاروائی سے لے کر یونین کے تمام کاموں کا ریکارڈ درج کرنا اور خاص طور پر یونین کی مستقبل کی منصوبہ بندی بھی ضروری ہے۔انہوں نے مزید کہا کہ مزدوروں کیلئے یونین کا ہونا ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جو مزدوروں کو جبری مشقت جیسے بڑے مسئلہ سے نجات پانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ حاجی احسان الدین قریشی (رکن پنجاب اسمبلی اور سابق وزیر برائے محنت و افرادی قوت) نے اپنے خطاب میں کہا بھٹہ مزدور اس معاشرے کا ایک اہم رکن ہے۔موجودہ حکومت ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے تمام وسائل بروئے کار لارہی ہے۔ بھٹہ مزدوروں کے لیے خدمت کارڈ کا اجرا، بھٹوں پر بچوں سے جبری مشقت کے خاتمے جیسے اقدامات سے دوررس نتائج برآمد ہوں گے۔احسان الدین قریشی صاحب نے مزید کہا کہ انہوں نے اپنے سابقہ دور میں بھٹہ مزدورں کے تحفظ کے بے شمار اقدام کیے ہیں اور اب وہ متعلقہ حکام کے سامنے انکے مسائل اُجاگر کریں گے۔انہوں نے بھٹہ مزدوروں کو یونین کی اہمیت کو سمجھنے اور اس سے استفادہ حاصل کرنے کی تاکید کی۔ ہائی سینٹ پیٹر نے کہا کہ بھٹہ مزدور یونین سازی کو فروغ دیں کیونکہ اتفاق اور اتحاد میں برکت ہے نیز متحد ہوکر اپنے حقوق کے حصول کے لیے جدوجہد کریں اور کسی مقصد کیلئے کوشش کی جائے وہ رنگ ضرور لاتی ہے۔لہٰذا ہر مزدور کے لیے ضروری ہے کہ وہ یونین کا ممبر بنے اور اپنا مؤثر کردار بھی ادا کریں۔ یونین ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جہاں پر مزدور اجتماعی طور پر اپنے مسائل کے حل کے لیے جدوجہد کرسکتے ہیں۔

(حفصیاہ افتخار، پراجیکٹ اسسٹنٹ، جے پی سی ملتان)

مزدوروں کو سوشل سکیورٹی کارڈز جاری کیے جائیں

ٹوبہ ٹیک سنگھ پنجاب ایمپلائز سوشل سکیورٹی کا ادارہ ویسٹ پاکستان ایمپلائز سوشل سکیورٹی آرڈیننس 1965ء کے تحت قائم کیا گیا تھا جس کا مقصد صنعتی اداروں میں کام کررہے مزدوروں کو طبی اور مالی فوائد فراہم کرنا ہے۔ادارے کی جانب سے مزدور اوران کے اہلخانہ کا مفت طبی معائنہ، دوران ملازمت معذوری یا وفات پر پنشن کے ساتھ ساتھ بیماری کی صورت میں مفت علاج کی سہولیات مہیا کی جاتی ہیں۔اس کے عوض سوشل سکیورٹی کا ادارہ مزدوروں سے ان کی تنخواہ کا چھ فیصد کنٹری بیوشن کی مد میں وصول کرتا ہے جبکہ ان سہولیات سے فائدہ اٹھانے کے لیے سوشل سکیورٹی کارڈ بنوانا ضروری ہوتا ہے۔تاہم ٹوبہ ٹیک سنگھ کے صنعتی مزدوروں کو کارڈ کے حصول میں مشکلات کا سامنا ہے اور محکمہ کی جانب سے کارڈ کے اجراء میں تاخیری حربوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ضلع میں فی الوقت تین ٹیکسٹائل اور دو شوگر ملز کے علاوہ پچاس ہزار کے قریب پاورلومز قائم ہیں جہاں تیس ہزار سے زائد مزدور کام کررہے ہیں۔ان مزدوروں کی ماہانہ کنٹری بیوشن کی رقم تقریباً دو کروڑ سولہ لاکھ روپے سے زائد ہے جو ہر ماہ ملز مالکان سوشل سکیورٹی کے ادارے کو اپنی طرف سے ادا کرتے ہیں اور اس کے لیے مزدور کی تنخواہ سے کٹوتی نہیں کی جاتی ہے۔شرائط کے مطابق سوشل سکیورٹی کارڈ بنوانے کے لیے متعلقہ ملازم کا کم از کم تین ماہ کا کنٹری بیوشن ادا ہونا ضروری ہے جس کے بعد تین دن کے عرصہ میں کارڈ بنا دیا جاتا ہے۔مزدوروں کو شکایت ہے کہ سوشل سکیورٹی کے اہلکار جان بوجھ کر کارڈ کے اجراء میں دیر کرتے ہیں اور ان کے جمع کروائے گئے فارمز پر اعتراضات لگا دیئے جاتے ہیں۔کمالیہ شوگر ملز میں کام کرنے والے 25 سالہ مزدور نعیم احمد کا کہنا تھا کہ انھیں فارم جمع کروائے چھ ماہ سے زائد کا عرصہ بیت چُکا ہے مگر ابھی تک کارڈ جاری نہیں کیا گیا۔انھوں نے بتایا کہ کارڈ بنوانے کے لیے طبی معائنہ کی شرط عائد ہے جو سوشل سکیورٹی کے ڈاکٹر سے کروانا ہوتا ہے مگر اس کے لیے بھی مزدوروں سے سو روپے فیس لی جاتی ہے۔30 سالہ محمد اقبال اکاڈ ٹیکسٹائل ملز پیر محل میں گزشتہ ساڑھے تین سال سے ملازم ہیں۔انھوں نے بتایا کہ والدین کے بیمار ہونے پر انھیں کارڈ کی ضرورت محسوس ہوئی جس کے لیے انھوں نے متعلقہ دفتر میں فارم جمع کروا رکھے ہیں۔ان کے مطابق اہلکاروں کی جانب سے فارم پر بلا وجہ اعتراضات لگا کر بار بار چکر لگوائے جا رہے ہیں جس سے انہیں پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔کام بہت زیادہ ہے اور سٹاف انتہائی کم، اسی وجہ سے کارڈ کے اجراء میں دیری ہو جاتی ہے۔ان کے مطابق اکثر مزدور نامکمل اور غلط معلومات کا اندراج کرتے ہیں جس کی تصدیق اور فارم میں تصحیح کے لیے انھیں دفتر بُلایا جاتا ہے مگر مزدور اسی بات پر ان کے ساتھ جھگڑتے ہیں۔ان کا کہنا تھا کہ مزدوروں کو سمجھنا چاہیے کہ اگر وہ فارم درست جمع کروائیں گے تو ان کا کام جلدی ہو جائے گا اور عملہ کو بھی سہولت رہے گی۔

(اعجاز اقبال)

معمولی جھگڑے پر زخمی کر دیا

اوکاڑہ بصیر پور شہر کے محلّہ طارق پورہ میں گھریلو جھگڑے پر محنت کش محمد یار نے پے در پے وار کر کے اپنی آٹھ ماہ کی حاملہ بیوی انور بی بی کو شدید زخمی کر دیا جسے علاج کے لیے لاہور منتقل کر دیا گیا۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے ملزم محمد یار کو گرفتار کر لیا ہے۔ملزم نے بتایا کہ اس نے غصہ میں آکر ایسا قدم اٹھایا ہے۔ملزم کے خلاف مقدمہ درج کرلیا گیا ہے۔

(اصغر حسین)

گھریلو ملازم کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا

صوابی صوابی میں سینیٹر محمد علی سیف کے بھائی نے اپنے ملازم کو قتل کر دیا۔15 جون 2016 کو تھانہ کالو خان میں بیوہ تاج ولی ساکن اسماعیلہ نے رپورٹ درج کراتے ہوئے پولیس کو بتایا کہ گزشتہ روز اس کے شوہر تاج ولی کو اپنے مالک سیف الاسلام نے مبینہ طور پر اپنے بیٹھک میں فائرنگ کر کے قتل کر دیا وجہ قتل معلوم نہیں ہوسکی۔ پولیس کے مطابق مبینہ ملزم سیف الاسلام ایم کیو ایم کے سینیٹر محمد علی سیف کا بھائی ہے جبکہ مقتول اپنے خانہ سمیت سیف الاسلام کے گھر میں رہائش پذیر تھا اور ان کے ہاں ملازمت بھی کر رہا تھا۔کالو خان پولیس نے بیوہ تاج ولی کی رپورٹ پر مقدمہ درج کر کے مزید تفتیش شروع کر دی۔

(نامہ نگار)

تعلیم کے لیے بدستور ناکافی بجٹ

لاہور 2013-14ء میں کل بجٹ کا 26 فیصد جبکہ 2016-17 میں کل صوبائی بجٹ کا صرف 18.6 فیصد تعلیم کے لیے مختص کیا گیا ہے جو کہ تعلیمی بحران سے نمٹنے کی لیے ناکافی ہے۔ پنجاب میں مسلم لیگ ن کی حکومت کی جانب سے مسلسل نویں سال پیش کئے جانے والے بجٹ میں ایک بار پھر تعلیم کے لیے مختص کردہ بجٹ میں کمی واقع ہوئی۔ 2016-17 کے بجٹ میں تعلیم کے لیے 312.8 ارب روپے مختص کئے گئے ہیں جو مجموعی بجٹ کا 18.6 فیصد ہے اور کل صوبائی بجٹ کے فیصدی اعتبار سے گزشتہ سال کی مختص کردہ 21 فیصد (310.2 ارب) سے کم ہے۔ 2015-16 میں تعلیم کے لیے 310 ارب روپے کی رقم پنجاب کے کل صوبائی بجٹ کا تقریبا 21 فیصد تھی جو 2014-15 میں مختص شدہ 24 فیصد سے کم ہوکر 2016-17 میں 18.6 فیصد ہوگئی ہے۔ گزشتہ سال سکول ایجوکیشن کے ڈویلپمنٹ بجٹ کی مد میں رکھے گئے 32.8 ارب روپے میں سے اپریل 2016 تک صرف چودہ ارب خرچ کئے جاسکے ہیں جو مجموعی رقم کا 42 فیصد ہے اور اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ مختص کردہ بجٹ معنی خیز طریقے سے استعمال نہیں کیا جارہا۔ چنانچہ صوبے میں تعلیم کے حوالے سے بہت کم پیش رفت ہورہی ہے۔ پاکستان ایجوکیشن کے اعداد وشمار کے مطابق صرف پنجاب میں 44 فیصد بچے سکولوں سے باہر ہیں جن میں سے 46 فیصد لڑکیاں اور 42 فیصد لڑکے ہیں۔ اسی طرح، اگرچہ سکولوں میں سہولیات کی کمی کو دور کیا جارہا ہے لیکن معیار تعلیم پہلے کی طرح انتہائی پست ہے۔ اعداد وشمار کے مطابق پنجاب میں پانچویں جماعت کے 55 فیصد بچے اردو کی کہانی نہیں پڑھ سکتے (دوسری جماعت کی کہانی)، 76 فیصد بچے انگریزی کی کہانی نہیں پڑھ سکتے (دوسری جماعت کی انگریزی کی کہانی) اور 65 فیصد بچے دو ہندسوں کی تقسیم نہیں کرسکتے۔ ترقی کے لیے مختص بجٹ اور اخراجات کے درمیان نمایاں فرق کے رجحان کو دیکھتے ہوئے اس خلا کو پُر کرنے کے لیے مانیٹرینگ کے طریقہ کار کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لیے، ممبران صوبائی اسمبلی اور قائمہ کمیٹی برائے سکول ایجوکیشن کے اراکین کو بااختیار بنانے کی ضرورت ہے جو نہ صرف مختص کردہ رقم کا جائزہ لیں بلکہ جاری کردہ اخراجات کے استعمال ہونے تک کے عمل کو مانیٹر کریں۔ اپوزیشن ارکان اکثر حکومت پر سیاسی وابستگی کی بنیاد پر وسائل کی تقسیم کا الزام دیتے ہیں۔ جب تک محکمہ تعلیم اور وزارت تعلیم مختص شدہ ترقیاتی بجٹ کے اعداد وشمار مرحلہ وار شائع نہیں کرتے تب تک صوبے میں سیاسی بنیاد پر چند مخصوص حلقوں کو ترجیح ملتی رہے گی۔

(بشکریہ الف اعلان)

معمولی بات پر بیوی کی جان لے لی

تورغر تحصیل جدبا کے گاؤں کوٹلی میں خاوند نے معمولی جھگڑے پر اپنی بیوی کو قتل کردیا۔ ملزم نے اپنی بیوی زیبون بی بی کو محض اس وجہ قتل کردیا کہ اُس نے افطاری کے لیے کھانے کیبر وقت انتظامات نہیں کیے تھے۔ ملزم نے تیز دھار آلے سے خاتون کی جان لی۔ مقتولہ کی عمرہ 40 برس تھی اور وہ تین بچوں کی ماں تھی۔ پولیس نے ایف آئی آر درج کر کے ملزم کو گرفتار کرلیا تھا۔ مذکورہ واقعہ 24 جون کو پیش آیا۔ (محمد زاہد)

قبائلیوں کی بازیابی کا مطالبہ

پارا چنار اپرکرم ایجنسی سے تعلق رکھنے والے چار افراد صابر، نصیر، سید جلال اور ساجد ایجنسی میں یوریا کھاد نہ ہونے کے باعث صوبہ پکتیا کے شہرنوسٹی جارہے تھے کہ مرکزی شاہراہ سے چاروں کو اغواء کرلیا گیا جو تیسرے دن تک بھی بازیاب نہیں کرائے جاسکے۔ اغواء کاروں نے چار کروڑ روپے تاوان کا مطالبہ کیا تھا۔ افغانستان کی حکومت سے پاکستانی حکومت اور طوری بنگش قبائل نے مغویان کی بازیابی کی اپیل کی ہے۔ یاد رہے کہ اگران چاروں قبائلوں کو نقصان پہنچا تو کرم ایجنسی کے پاک افغان تجارت پر منفی اثرات مرتب ہوں گے۔

(نامہ نگار)

گھروں کی مجوزہ مسماری کے خلاف احتجاج

چترال 15 جون کو گرم چشمہ کے نزدیگی گاؤں ایزکس کی خواتین نے اپنے مردوں کے ہمراہ ضلعی انتظامیہ اور کمیونیکشن وورکس ڈیپارٹمنٹ کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا جس میں اُنہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اُن کے گھر کو مسمار ہونے اور اُن کے اخروٹ کے درختوں کو کٹنے سے بچانے کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں۔ اُن کا کہنا تھا کہ رکن سوبائی اسمبلی سلیم خان اپنے گھر اور گاؤں کی جانب ایک سڑک تعمیر کرنا چاہتے ہیں جو کہ بنیادی طور پر اُن کے ذاتی استعمال میں رہے گا۔ اُن کا کہنا تھا کہ گاؤں میں پہلے سے ایک سڑک موجود ہے اور اُن کا کہنا تھا کہ اُنہوں نے سابقہ عام انتخابات میں تحریک انصاف کے اُمیدوار کو ووٹ دیے تھے جبکہ مذکورہ ایم پی اے کا تعلق پاکستان پیپلز پارٹی سے ہے۔ چنانچہ وہ ہم سے ووٹ نہ دینے کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ اُن کے بقول سلیم خان نے ضلع انتظامیہ پر دباؤ ڈالا جس کے باعث ڈپٹی کمشنر چترال نے دفعہ 4 کا استعمال کیا اور اس طریقے سے وہ ہمارے گھروں کو مسمار کرنا چاہتے ہیں جو کہ سراسر ناانصافی ہیہ۔ مجوزہ سڑک کی تعمیر سے 150 گھر مسمار ہونگے اور اخروٹ کے درختون کی بہت بڑی تعداد کٹ جائے گی اُن کا کہنا تھا کہ سڑک راستے میں آنے والے درکتوں کی کٹائی شروع کردی گئی ہے۔ اس سڑک کی تعمیر پر 37 کروڑ روپے لاگت آئے گی۔ اس رقم کو مرکزی گرم چشمہ سڑک پر خرچ کرنا چاہیے جو سیلاب میں بہہ گئی تھی۔ ایک بزرگ بیوہ عورت کے مطابق اُس کا خاوند اور بیٹا فوت ہوچکے ہیں اور اب وہ چند یتیم بچوں کے ساتھ اپنے گھر میں مقیم ہے جو مجوزہ سڑک کی تعمیر کی بدولت گرادیا جائے گا۔ تمام مظاہرین نے متعلقہ حکام سے مطالبہ کیا کہ اس غیر قانونی اقدام کو رکھنے کے لیے فوری کارروائی کی جائے۔

(نامہ نگار)

کاری، کاروکہہ کر مار ڈالا:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور ''جہدحق'' کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 19 مئی سے 23 جون تک 14 افراد پر کاروکاری کا الزام لگا کر قتل کر دیا گیا۔ جن میں 10 خواتین اور 4 مرد شامل ہیں۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	آلہ واردات	ملزم کا متاثرہ عورت / مرد سے تعلق	مقام	واقعہ کی بظاہر کوئی اور وجہ	ایف آئی آر درج / نہیں	ملزم گرفتار / نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن / اخبار
27 مئی	محمود چاچڑ	مرد	۔	۔	عبدالہادی چاچڑ	بندوق	۔	گوٹھ عبدالکریم چاچڑ، بڈانی، کشمور۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
27 مئی	سرداں چاچڑ	خاتون	۔	شادی شدہ	عبدالہادی چاچڑ	بندوق	خاوند	گوٹھ عبدالکریم چاچڑ، بڈانی، کشمور۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
27 مئی	عجیباں ٹرٹ	خاتون	17 برس	۔	محبت ٹرٹ	بندوق	بھائی	گوٹھ شربت ٹرٹ، اوباوڑو، گھوٹکی۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
28 مئی	شمشاد بھٹی	خاتون	۔	شادی شدہ	کرم اللہ شیخ	بندوق	خاوند	گوٹھ غلام قادر شیخ، غوثپور، کشمور۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
30 مئی	نورزادی جکھرانی	خاتون	14 برس	۔	۔	۔	مسیر	نزد جیکب آباد۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
07 جون	بے نظیر بالادی	خاتون	۔	شادی شدہ	۔	زہر دیکر	بھائی	اکری چودگی، خیرپور میرس۔ سندھ	پیار کی شادی	۔	۔	روزنامہ کاوش
10 جون	گل پری بروہی	خاتون	17 برس	شادی شدہ	مولابخش بروہی	بندوق	خاوند	گوٹھ شکر بروہی، ٹھل، جیکب آباد۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
11 جون	موندر خاتوں	خاتون	۔	شادی شدہ	گل حسن جکھرانی	بندوق	خاوند	گوٹھ دوست علی جکھرانی، جیکب آباد۔ سندھ	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
11 جون	موج علی جکھرانی	مرد	۔	۔	گل حسن جکھرانی	بندوق	رشتے دار	گوٹھ دوست علی جکھرانی، جیکب آباد۔ سندھ	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
15 جون	وحید چانڈیو	مرد	22 برس	۔	صدام چانڈیو	بندوق	کزن	قمبر۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
16 جون	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	منصور ابڑو		خاوند	نزد چک لکھی، شکارپور۔ سندھ	۔	۔	۔	روزنامہ کاوش
17 جون	عیداں جکھرانی	خاتون	20 برس	شادی شدہ	صیفل جکھرانی	بندوق	خاوند	گوٹھ عارف ماچھی، جیکب آباد۔ سندھ	۔	۔	۔	روزنامہ کاوش
22 جون	امینہ چانڈیو	خاتون	18 برس	شادی شدہ	نیاز چانڈیو	تیز دھار آلہ	باپ	صابن چوک مورو، نوشہرو فیروز۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
23 جون	سعید میمن	مرد	30 برس	شادی شدہ	ندیم بھیو	کلہاڑی	پڑوسی	گوٹھ عثمان بھیو، خیرپور میرس۔ سندھ	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش

جنسی تشدد کے واقعات:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہد حق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 23 مئی سے 18 جون تک 125 افراد کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ جنسی زیادتی کا شکار ہونے والوں میں 97 خواتین شامل ہیں۔ 40 واقعات کے مقدمات درج کیے گئے اور 13 واقعات میں ملوث افراد گرفتار ہوئے۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت / مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج / نہیں	ملزم گرفتار / نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن / اخبار
23 مئی	ز	خاتون	14 برس	غیر شادی شدہ	عبدالرزاق	اہل علاقہ	دریا خان، بھکر	درج	۔	خبریں
23 مئی	س	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	شوکت شاہ	اہل علاقہ	ماہی چوک، صادق آباد	درج	۔	خبریں
23 مئی	۔	بچی	5 برس	غیر شادی شدہ	کاشف	اہل علاقہ	لنگاہ والا، حیدر آباد تھل	درج	گرفتار	جنگ
24 مئی	ب	خاتون	۔	۔	عبدالقیوم	اہل علاقہ	بچیکی، ننکانہ صاحب	درج	۔	نوائے وقت
24 مئی	س	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	لیاقت	اہل علاقہ	جاوید نگر، فیروز والا	۔	۔	نوائے وقت
24 مئی	ف	خاتون	۔	۔	رشید، ساتھی	اہل علاقہ	کالا شاہ کاکو	۔	۔	نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت /مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
24 مئی	ن	خاتون	-	شادی شدہ	لیاقت، ساتھی	اہل علاقہ	چک 281 گ ب، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
24 مئی	ر	خاتون	-	-	آصف، ساتھی	اہل علاقہ	چک 215 گ ب، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
24 مئی	-	بچی	9 برس	غیر شادی شدہ	عثمان	اہل علاقہ	95 ڈبلیو بی، وہاڑی	-	-	نوائے وقت
24 مئی	س	خاتون	15 برس	غیر شادی شدہ	رمضان	اہل علاقہ	موضع دوآبہ، مظفر گڑھ	درج	گرفتار	جنگ
25 مئی	-	بچی	12 برس	غیر شادی شدہ	خالد	اہل علاقہ	اکوڑہ خٹک، نوشہرہ	درج	گرفتار	آج
25 مئی	-	خاتون	-	-	میاں ندیم، باسط بھٹو، گلاب بھٹو	اہل علاقہ	ڈہرکی، گھوٹکی	-	-	روزنامہ کاوش
25 مئی	-	خاتون	-	-	میاں ندیم، باسط بھٹو، گلاب بھٹو	اہل علاقہ	ڈہرکی، گھوٹکی	-	-	روزنامہ کاوش
25 مئی	-	بچہ	-	غیر شادی شدہ	-	ٹیچر	باگڑیاں، لاہور	-	-	ڈان
25 مئی	-	خاتون	-	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	سرہالی، قصور	-	-	خبریں
25 مئی	-	خاتون	-	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	بھسر پورہ، قصور	-	-	خبریں
26 مئی	ش ر	بچی	12 برس	غیر شادی شدہ	اکرام اللہ، انعام اللہ، اسد اللہ	اہل علاقہ	بھریا روڈ، نوشہرو فیروز	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
26 مئی	ا-م	خاتون	25 برس	شادی شدہ	یاسین، شہزاد	اہل علاقہ	منظور کالونی، تاج باغ، لاہور	-	-	نوائے وقت
26 مئی	م	خاتون	-	-	وسیم	اہل علاقہ	گاؤں نودھا، شاہ کوٹ	-	-	نوائے وقت
26 مئی	س	خاتون	-	شادی شدہ	بوٹا مسیح	اہل علاقہ	ساہو کی ملیاں، شیخوپورہ	-	-	نوائے وقت
26 مئی	ش	خاتون	-	شادی شدہ	-	اہل علاقہ	فیروز وٹواں، شیخوپورہ	-	-	نوائے وقت
26 مئی	شہریار	بچہ	12 برس	غیر شادی شدہ	اختر	اہل علاقہ	225 ر ب، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
26 مئی	س	خاتون	-	شادی شدہ	تنویر	اہل علاقہ	اوکاڑہ	-	-	نوائے وقت
27 مئی	ح	بچی	6 برس	غیر شادی شدہ	دوست محمد	اہل علاقہ	امین پور بنگلا	درج	-	نوائے وقت
27 مئی	مدثر	بچہ	5 برس	غیر شادی شدہ	ثاقب، باکا، مدثر	اہل علاقہ	گاؤں ماناں والا، نارنگ منڈی	-	-	نوائے وقت
27 مئی	نعمان	بچہ	6 برس	غیر شادی شدہ	ثاقب، مدثر، باکا	اہل علاقہ	گاؤں ماناں والا، نارنگ منڈی	-	-	نوائے وقت
27 مئی	ح	خاتون	-	شادی شدہ	عبدالغفار، صدیق	اہل علاقہ	موضع گھری، سیت پور	درج	-	روزنامہ خبریں ملتان
29 مئی	-	بچی	8 برس	غیر شادی شدہ	-	-	سپر ہائی وے، انڈسٹریل ایریا، کراچی	-	-	پاکستان ٹائمز
29 مئی	-	خاتون	-	غیر شادی شدہ	ندیم	اہل علاقہ	اسد اللہ پور، پاک پتن	درج	-	نیوز
30 مئی	س	خاتون	-	شادی شدہ	سعید	اہل علاقہ	مومن شاہ، شیخوپورہ	-	-	نوائے وقت
30 مئی	م	خاتون	-	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	تھانہ گلفشاں ٹاؤن، شیخوپورہ	-	گرفتار	نوائے وقت
30 مئی	ط	بچی	10 برس	غیر شادی شدہ	منصور	اہل علاقہ	چک 77 گ ب، ستیانہ، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
30 مئی	ع	خاتون	-	غیر شادی شدہ	علی رضا	اہل علاقہ	چک 271 گ ب، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
30 مئی	س	خاتون	-	-	خالق، علی اقبال	اہل علاقہ	محلہ فرید نگر، پاک پتن	-	-	نوائے وقت
30 مئی	ر	خاتون	-	شادی شدہ	نذیر احمد	دیور	بڑے واہ، داجل، رحیم یار خان	درج	-	روزنامہ خبریں ملتان

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
30 مئی	عالم	بچہ	7 برس	غیرشادی شدہ	سمیع اللہ	رشتہ دار	موضع گلوسوخاں، رکن پور	درج	گرفتار	روزنامہ خبریں ملتان
31 مئی	ک	بچہ	5 برس	غیرشادی شدہ	نعمان	اہل علاقہ	جنرل بس اسٹینڈ، اوچ شریف	-	-	شیخ مقبول حسین
31 مئی	س	خاتون	18 برس	غیرشادی شدہ	-	-	بلاک نمبر 5، خانیوال	درج	-	جنگ
یکم جون	-	خاتون	-	غیرشادی شدہ	محمد یوسف	اہل علاقہ	چک 80 ڈی، پاک پتن	درج	-	نیوز
یکم جون	ر	خاتون	-	-	باقر	اہل علاقہ	چک 23 شرقپور، شیخوپورہ	-	-	نوائے وقت
یکم جون	ر	خاتون	-	-	محسن، سلطان	اہل علاقہ	فیروزوالا	-	-	نوائے وقت
یکم جون	س	خاتون	-	شادی شدہ	ضمیر	اہل علاقہ	محلّہ غریب آباد، شیخوپورہ	-	-	نوائے وقت
یکم جون	س	خاتون	-	-	عدنان	اہل علاقہ	بھکھی، شیخوپورہ	-	-	نوائے وقت
یکم جون	الف	خاتون	-	-	امانت	اہل علاقہ	چک 604 گ ب، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
یکم جون	ش	خاتون	-	-	مرتضٰی	اہل علاقہ	چک 421 گ ب، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
یکم جون	-	خاتون	-	غیرشادی شدہ	خاور	اہل علاقہ	چک 387 گ ب، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
یکم جون	ش	خاتون	-	-	یوسف	اہل علاقہ	80 ڈی، پاک پتن	-	-	نوائے وقت
2 جون	س	بچی	11 برس	غیرشادی شدہ	افضل	اہل علاقہ	جنرل بس اسٹینڈ، بہاول پور	درج	گرفتار	خواجہ اسد اللہ
2 جون	عطاء محمد	بچہ	12 برس	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	ٹنڈ ومہر، عادل پور، گھوٹکی	-	-	روزنامہ کاوش
2 جون	عبدالرحمان	بچہ	6 برس	غیرشادی شدہ	کاشف	اہل علاقہ	گاؤں جلال جموں، پاک پتن	درج	-	ایکسپریس
3 جون	ف	خاتون	-	غیرشادی شدہ	رؤف	اہل علاقہ	پھیراں والا، فیروزوالا	-	-	نوائے وقت
3 جون	قیصر	مرد	-	-	حسین	اہل علاقہ	منڈیال، فیروزوالا	-	-	نوائے وقت
3 جون	-	بچہ	8 برس	غیرشادی شدہ	عطا محی الدین، ساتھی	اہل علاقہ	نئی کالونی، چک جھمرہ	-	-	نوائے وقت
3 جون	ص	خاتون	-	غیرشادی شدہ	افضل	اہل علاقہ	محمد نگر، ریلوے کالونی، وزیرآباد	-	-	نوائے وقت
3 جون	عادل یعقوب	مرد	-	غیرشادی شدہ	حمزہ شاہ	اہل علاقہ	گاؤں سیدا، گجرات	-	-	نوائے وقت
3 جون	الف	بچی	11 برس	غیرشادی شدہ	احتشام	اہل علاقہ	452 گ ب، کنجوانی	-	-	نوائے وقت
3 جون	-	خاتون	25 برس	-	مشتاق، عرفان	اہل علاقہ	چرڑ پنڈ، ڈیفنس، لاہور	درج	گرفتار	جنگ
4 جون	تنویر عباس	بچہ	-	غیرشادی شدہ	خضر حیات، ساتھی	اہل علاقہ	بستی مولویاں، کبیروالا	درج	-	روزنامہ خبریں ملتان
4 جون	وقاص	بچہ	6 برس	غیرشادی شدہ	عبدالعزیز	اہل علاقہ	موضع بدر دین، قائم پور، بہاول پور	درج	-	خواجہ اسد اللہ
5 جون	ش	خاتون	-	غیرشادی شدہ	شعیب، دمن	اہل علاقہ	روشن بھیلہ، قصور	-	-	خبریں
5 جون	-	مرد	15 برس	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	سیاں والی حویلی، کاہنہ، لاہور	-	-	نوائے وقت
5 جون	ب	بچی	10 برس	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	محلّہ احمد خان، فیروزوٹواں، بھکھی	-	-	نوائے وقت
5 جون	ن	خاتون	-	-	ناصر	اہل علاقہ	مہندی محلّہ، تھانہ سرگودھا روڈ، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
5 جون	ر	خاتون	-	-	اشفاق	اہل علاقہ	642 گ ب، تھانہ لنڈیاں والا، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
5 جون	ع	خاتون	-	شادی شدہ	ایوب	اہل علاقہ	355 ای بی، پاک پتن	-	-	نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت /مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار /نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
5جون	پ	مرد	17برس	غیرشادی شدہ	ارشد	اہل علاقہ	بستی محمود، سیت پور	درج	-	روزنامہ جنگ ملتان
5جون	ر	بچی	9برس	غیرشادی شدہ	محمد رفیق جوئیہ	اہل علاقہ	143ای بی، پاک پتن	-	-	نوائے وقت
6جون	ن	خاتون	-	شادی شدہ	-	اہل علاقہ	گاؤں پیال کلاں، قصور	-	-	خبریں
6جون	ش	خاتون	22برس	غیرشادی شدہ	سجاد، سلیم	اہل علاقہ	چھب موڑ، لودھراں	-	-	روزنامہ خبریں ملتان
6جون	عمیر	مرد	15برس	غیرشادی شدہ	فیصل	اہل علاقہ	چک 102 جنوبی، سرگودھا	درج	گرفتار	خبریں
7جون	-	بچی	10برس	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	فیروزوٹواں، واربرٹن	-	-	دنیا
7جون	و	خاتون	-	غیرشادی شدہ	فرزند، آصف، جاوید	اہل علاقہ	549 گ ب، کنجوانی	درج	-	نوائے وقت
8جون	ل	خاتون	-	شادی شدہ	شیر مہر، بہادر مہر، صالح مہر	اہل علاقہ	دادلغاری، گھوٹکی	-	-	روزنامہ کاوش
8جون	ک	خاتون	-	شادی شدہ	ابرار حسین	-	چک نمبر 149 پی، صادق آباد	-	-	روزنامہ خبریں ملتان
8جون	-	بچی	5برس	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	اورنگی، کراچی			
8جون	الف	خاتون	-	-	-	اہل علاقہ	فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
8جون	س	خاتون	-	-	شاہد، ساتھی	اہل علاقہ	فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
8جون	ز	خاتون	-	شادی شدہ	صفدر، ساتھی	اہل علاقہ	کنجوانی	-	-	نوائے وقت
8جون	-	بچہ	12برس	غیرشادی شدہ	-	-	کنجوانی	-	-	نوائے وقت
8جون	شمس	بچہ	10برس	غیرشادی شدہ	نعیم	اہل علاقہ	للر، ستراہ	-	-	نوائے وقت
8جون	عبدالرحمان	بچہ	7برس	غیرشادی شدہ	اشفاق	اہل علاقہ	جڑاں والا	-	-	نوائے وقت
8جون	ر	خاتون	-	غیرشادی شدہ	لیاقت	اہل علاقہ	بہاول نگر	-	-	نوائے وقت
8جون	ش	خاتون	-	-	-	اہل علاقہ	جناں والی مسجد، قصور	-	-	نوائے وقت
8جون	ک	خاتون	-	شادی شدہ	عبدالستار	اہل علاقہ	موضع کل، قصور	درج	-	ایکسپریس
9جون	-	بچی	6برس	غیرشادی شدہ	-	رشتے دار	میراثی محلّہ، حیدرآباد	درج	گرفتار	ایکسپریس ٹریبیون
9جون	عبدالرحمان	مرد	16برس	غیرشادی شدہ	زوہیب گجر	اہل علاقہ	محلہ کشمیریاں، گکھڑ منڈی	-	-	خبریں
9جون	-	بچی	6برس	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	اورنگی، کراچی	درج	-	نیوز
9جون	فیصل	بچہ	12برس	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	چک 117 ج ب، فیصل آباد	-	-	ایکسپریس
9جون	-	خاتون	-	غیرشادی شدہ	اکبر	اہل علاقہ	چاہ مالی والا، قصور	درج	-	ایکسپریس
10جون	الطاف ابوٹو	مرد	16برس	غیرشادی شدہ	خالد سومرو، ساتھی	اہل علاقہ	گوٹھ بارگاہ، صالح پٹ، سکھر	درج	-	روزنامہ کاوش
10جون	ف	بچی	4برس	غیرشادی شدہ	نانگ بوہڑ	اہل علاقہ	اللہ آباد کالونی، لاڑکانہ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
10جون	-	خاتون	-	شادی شدہ	جمیل، جج	اہل علاقہ	رنگیلے والا، قصور	درج	-	نوائے وقت
10جون	ی	خاتون	-	شادی شدہ	طارق، شعیب	اہل علاقہ	دربار مست بہڑوال، قصور	درج	-	نوائے وقت
10جون	ن	خاتون	-	-	جگدے	اہل علاقہ	موضع پیر پنجہ، چناب نگر	-	-	نوائے وقت
10جون	ص	خاتون	-	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	محلّہ رحمان پورہ، شیخوپورہ	-	-	نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
10جون	ز	خاتون	ـ	ـ	حامد	اہل علاقہ	موضع کانویں والا، چناب نگر	ـ	ـ	نوائے وقت
11جون	ـ	بچہ	12برس	غیرشادی شدہ	سجاد	اہل علاقہ	کدلٹھی، فیصل آباد روڈ، شیخوپورہ	ـ	ـ	نوائے وقت
11جون	ف	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	خالد	اہل علاقہ	موضع دلے، چنیوٹ	ـ	ـ	نوائے وقت
11جون	ـ	خاتون	ـ	شادی شدہ	عرفان	اہل علاقہ	چنیوٹ	ـ	ـ	نوائے وقت
11جون	ش	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	عنصر	اہل علاقہ	55ایس پی، پاک پتن	ـ	ـ	نوائے وقت
11جون	الف ش	خاتون	ـ	ـ	وقار	اہل علاقہ	موضع لوٗ، جھنگ	ـ	ـ	نوائے وقت
11جون	ب م	خاتون	ـ	ـ	مجاہد	اہل علاقہ	جان پور، جھنگ	ـ	ـ	نوائے وقت
11جون	ر	خاتون	ـ	شادی شدہ	مہرنواز	رشتے دار	موضع بہشتی، کوٹ سمابہ، رحیم یار خان	درج	گرفتار	جنگ
11جون	س	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	شکیل	اہل علاقہ	بستی گل ڈیرہ، بہاول پور	درج	ـ	خواجہ اسداللہ
12جون	ن	خاتون	ـ	شادی شدہ	عبدالکریم	اہل علاقہ	وہاڑی	درج	گرفتار	روزنامہ جنگ ملتان
12جون	ـ	خاتون	27برس	ـ	ـ	ـ	برکی، لاہور	ـ	ـ	دنیا
13جون	حماد	بچہ	8برس	غیرشادی شدہ	معظم	اہل علاقہ	تلونڈی مالی پورہ، الہ آباد	ـ	ـ	نوائے وقت
13جون	ـ	خاتون	ـ	شادی شدہ	احمد رضا	اہل علاقہ	چک 41، کھڈیاں، قصور	درج	ـ	نوائے وقت
13جون	ر	خاتون	ـ	شادی شدہ	مہرنواز	اہل علاقہ	کوٹ سماہہ، رحیم یار خان	درج	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
13جون	جنید احمد	بچہ	12برس	غیرشادی شدہ	صدیق احمد	اہل علاقہ	بدلی شریف، رحیم یار خان	درج	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
13جون	ف	خاتون	ـ	شادی شدہ	مکرم رندھاوا	اہل علاقہ	چک 88 ڈی بی، یزمان	درج	ـ	شیخ مقبول حسین
13جون	احسن رضا	بچہ	13برس	غیرشادی شدہ	یوسف	اہل علاقہ	گاؤں کوٹ بلال، تتلے عالی	درج	ـ	خبریں
13جون	محمد الیاس	بچہ	ـ	غیرشادی شدہ	محسن عباس	اہل علاقہ	موضع علاؤالدین، چنیوٹ	ـ	ـ	نوائے وقت
14جون	ک س	بچی	12برس	غیرشادی شدہ	ریاض ڈہراج	اہل علاقہ	نزد کنڈیارو، نوشہرو فیروز	ـ	ـ	روزنامہ کاوش
16جون	ک	خاتون	ـ	شادی شدہ	نواز، ساتھی	اہل علاقہ	اولکھ بھائیکے، نوشہرہ ورکاں	ـ	ـ	نوائے وقت
16جون	ک	خاتون	14برس	غیرشادی شدہ	ارسلان	اہل علاقہ	ملک پور، فیصل آباد	ـ	ـ	نوائے وقت
16جون	ک	خاتون	ـ	ـ	اکرم	اہل علاقہ	گاؤں کرم پور بھٹیاں، پاک پتن	ـ	ـ	نوائے وقت
16جون	ر	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	عثمان، سفیان، ساتھی	اہل علاقہ	555 گ ب، ماموں کانجن	ـ	ـ	نوائے وقت
17جون	ـ	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	88/12ایل، چیچہ وطنی	درج	ـ	ایکسپریس
18جون	ر ب	خاتون	14برس	غیرشادی شدہ	تابش	اہل علاقہ	موضع کوٹلہ ظریف، جھنگ	ـ	ـ	نئی بات
18جون	ط	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	ٹیپو	اہل علاقہ	84/12ایل، کسووال	ـ	ـ	نوائے وقت
18جون	ر	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	ندیم	اہل علاقہ	چک نمبر 478، جھنگ	ـ	ـ	نوائے وقت
18جون	مقدس	خاتون	ـ	شادی شدہ	احمد یار، ساتھی	اہل علاقہ	گاؤں 29 کے بی، پاک پتن	ـ	ـ	نوائے وقت
18جون	ـ	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	موضع مومن، شیخوپورہ	درج	ـ	ڈان
18جون	صہیم	مرد	5برس	غیرشادی شدہ	مانا	اہل علاقہ	گاؤں رائے خورد، قصور	ـ	ـ	خبریں

عورتیں

بیوی کو جلا دیا

رینالہ خورد بستی رحیم بخش رینالہ خورد میں رہائش پذیر شخص منیر احمد کی شادی شازیہ نامی خاتون سے چند سال قبل ہوئی اور ان کے تین بچے ہیں۔ منیر دوسری شادی کا خواہش مند تھا لیکن اس کی بیوی شازیہ اس کو دوسری شادی کی اجازت دینے پر رضا مند نہیں تھی۔ یکم جون کو منیر نے اپنی بیوی شازی پر پٹرول چھڑک کر آگ لگادی جس سے وہ بری طرح جھلس گئی جس کو ایڈیشنل تحصیل ہیڈ کوارٹر رینالہ منتقل کر دیا گیا جہاں اس کو طبی امداد دی جا رہی ہے۔

(اصغر حسین)

ایک نوجوان لڑکی کو اغواء کرلیا گیا

پشاور خزانہ میں مسلح افراد نے گھر میں گھس کر نوجوان لڑکی کو اغوا کرلیا۔ گزشتہ روز 17 جون 2016 کو خزانہ بالا کے رہائشی عثمان غنی ولد ہاشم خان نے پولیس کو بتایا کہ اس کی بارہ سالہ بیٹی مسماۃ شائستہ گھر میں موجود تھی اس دوران ملزمان طلاء محمد اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ اس کے گھر میں گھس آیا اور اس کی بیٹی کو زبردستی شادی کے غرض سے اغواہ کرلیا۔ مسلح افراد کا ارتکاب جرم کے بعد اس کے ساتھ گالم گلوچ اور ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے فرار ہو گئے۔ پولیس نے مدعی کی رپورٹ پر اس کی بیٹی کے اغواہ کا مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی۔ (نامہ نگار)

دو خواتین کی جان لے لی گئی

دیر بالا 15 جون 2016 کو کلکوٹ کے علاقہ ریمان کس کوہستان میں دو فریقوں کے جھگڑے کے نتیجے میں فائرنگ سے ایک ہی خاندان کی دو خواتین جاں بحق ہو گئیں۔ کلکوٹ کے علاقہ ریمان کس میں گل بہادر اور علی رحمت فریق کے درمیان بکری کے کھیتوں میں جانے پر تکرار شروع ہوئی اس دوران رحمت علی گروپ کے افراد نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی جس کے نتیجے میں گل بہادر کی بیوی اور ماں موقع پر جاں بحق ہو گئیں۔ جبکہ ملزمان موقع واردات سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ پولیس نے مقدمہ درج کرلیا ہے، مگر اس رپورٹ کے ارسال ہونے تک ملزموں کو گرفتار نہیں کیا گیا تھا۔ (نامہ نگار)

عورتیں

خاتون کی نعش برآمد

گوجرہ یکم جون کو نہر گوگیرہ برانچ مونگی بنگلہ گوجرہ کے علاقہ سے 35 سالہ نامعلوم خاتون کی نعش برآمد ہوئی ہے۔ مونگی بنگلہ کے قریب نہر میں نعش تیر رہی تھی جس کی اطلاع وہاں پر موجود افراد نے متعلقہ پولیس کو دی۔ اطلاع ملنے پر پولیس موقع پر پہنچی جس نے نعش کو نہر سے نکال کر پوسٹ مارٹم کے لیے سول ہسپتال منتقل کر دیا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ نامعلوم افراد نے اسے قتل کر کے نعش نہر برد کر دی اور فرار ہو گئے۔ صدر پولیس گوجرہ مختلف پہلوؤں پر تفتیش کر رہی ہے تاحال مقتولہ کی شناخت نہیں ہوسکی ہے۔ پولیس نے مقتولہ کی نعش پوسٹ مارٹم کے بعد لاوارث قرار دے کر تدفین کے لیے بلدیہ کے حوالے کر دیا ہے جسے سپرد خاک کر دیا گیا ہے۔

(اعجاز اقبال)

کام کی جگہ پر خواتین کے لئے سازگار ماحول کیسے پیدا کیا جا سکتا ہے؟

گلگت 30 مئی 2016 کو ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے زیر اہتمام گلگت بلتستان کی ورکنگ خواتین کا ایک اہم اجلاس اے کے آر ایس پی کے کانفرنس ہال میں بوقت صبح ۹ بجے سے دو پہر تک منعقد ہوا۔ اجلاس میں گلگت بلتستان کے مختلف سرکاری و غیر سرکاری اداروں میں کام کرنے والی خواتین کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ اجلاس میں گلگت بلتستان کی ورکنگ خواتین کو درپیش مشکلات کے ازالے پر غور و خوص کیا گیا اور اس امر پر افسوس کا اظہار کیا گیا کہ ان خواتین کے تحفظ اور کام کی جگہ پر ان کو مناسب ماحول فراہم کرنے کے لئے تاحال کوئی عملی اقدامات نہیں اٹھائے گئے، جس کی وجہ سے کام کی جگہوں پر خواتین کو حراساں کئے جانے کے واقعات آئے روز رونما ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں متعلقہ قوانین پر عملدرآمد نہ کرائے جانے کی وجہ سے ایسے واقعات کو دبا دیا جاتا ہے جس سے ملزمان کو ایسی حرکات کے لئے مزید شہ مل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خواتین کی اکثریت ملازمت کی بجائے گھروں میں بے کار پڑی رہنے کو ترجیح دیتی ہے اور معاشرے میں موجود پڑھی لکھی، ہنرمند اور مختلف شعبوں میں پیشہ ورانہ مہارت رکھنے والی خواتین کی ایک قابل ذکر تعداد اپنی صلاحیتوں کو معاشرے کی بہتری کے لئے استعمال کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ جبکہ جو خواتین اپنے روزگار کے لئے کوئی پیشہ اختیار کرتی ہیں ان کو اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا موقع نہیں ملتا اور وہ کام کے دوران ابتر ماحول اور غیر مناسب رویوں کی وجہ سے ایک نہ ختم ہونے والی ذہنی اذیت سے دوچار ہو جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی ذہنی و جسمانی صحت پر بھی منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اجلاس میں یہ طے پایا کہ معاشرے کی نصف آبادی کو نظر انداز کر کے ترقی کی منازل طے نہیں کی جاسکتیں لہذا خواتین کو کام کی جگہ سازگار ماحول فراہم کرنے کے لئے خصوصی اقدامات اٹھائے جائیں تاکہ مردوں کے شانہ بشانہ خواتین بھی معاشرے کی تعمیر و ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کرسکیں۔ اجلاس میں مندرجہ ذیل قرارداد اتفاقِ رائے سے منظور کی گئی۔

۱۔ یہ کہ گلگت بلتستان کے پبلک سیکٹر میں خواتین کی ملازمتوں کے لئے 10 سے 15 فیصد کوٹہ مختص کر کے اس پر سختی سے عمل درآمد کرایا جائے۔

۲۔ یہ کہ خواتین کو کام کی جگہ ہراساں کئے جانے کے خلاف بنایا گیا 2010 کے قانون پر حقیقی معنوں میں عملدارمد کو یقینی بنایا جائے نیز تمام سرکاری و غیر سرکاری اداروں کو اس قانون پر عمل درآمد کیلئے اقدامات اٹھانے اور ضابطہ اخلاق اپنے دفتروں میں فوری آویزاں کرنیکی ہدایت کی جائے۔

۳۔ یہ کہ خواتین کے حقوق سے متعلق قومی سطح پر بنائے گئے تمام قوانین کو گلگت بلتستان تک توسیع دے کر ان پر عمل درآمد کرایا جائے۔

۴۔ یہ کہ خواتین ٹاسک فورس کی طرف سے تیار کردہ چارٹر آف ڈیمانڈ کی ہم مکمل حمایت کرتے ہوئے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان مطالبات پر عمل درآمد کیلئے قانون ساز اسمبلی کی خواتین ممبران یا حکومتی ذمہ داران پر مشتمل کمیٹی بنا کر اس کو ذمہ داری دی جائے کہ وہ حکومت کے مقرر کردہ وقت پر ان مطالبات کی تکمیل کے لئے مختلف اداروں کی مدد سے اپنا کردار ادا کریں۔

(ورکنگ خواتین، گلگت بلتستان)

عورت پر تشدد، کاروکاری کا سلسلہ کب ہوگا ختم

سکھر ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی اسپیشل ٹاسک فورس سکھر نے 6 جون کو دفتر نے ایک اجلاس کا اہتمام کیا جس کا عنوان تھا" عورت پر تشدد/ کاروکاری کا سلسلہ کب ہوگا ختم۔ مقررین میں آپا صفیہ بلوچ، ایڈووکیٹ ہادی بخش بھٹ، علی حسن مہر، راحیلہ منظور اور دیگر شامل تھے۔ اجلاس کا آغاز اسپیشل ٹاسک فورس کی کوآرڈینیٹر جمیلہ منگی نے کیا، آنے والے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور یہاں جمع ہونے کے مقصد سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ آج ہم کاروکاری جیسی رسم اور خواتین پر ہونے والے تشدد کی روک تھام کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں جس میں دن بدن اضافہ ہوتا نظر آرہا ہے۔ خواتین پر تشدد کے خاتمے پر بہت بل منظور ہوئے لیکن عملاً کچھ بھی تبدیلی نہیں آئی۔ عورت کو اس سوسائٹی میں برابری کے لئے کیا کرنا چاہیے؟ اس کے بعد مقررین نے کہا کاروکاری رسم کو آج کے جاگیردار اپنی جائیداد زمین اور مال دولت کے تحفظ کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے آباؤ اجداد کی رسم ہے ہم اسے ختم نہیں کر سکتے۔ ان کی اس بات سے ایک بات سامنے آتی ہے کہ وہ اسے صرف اپنے مقاصد حاصل کرنے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ ایک لڑکی اگر اپنی برادری اور خاندان کی مرضی کے بغیر شادی کرتی ہے تو اسے کاری کہا جاتا ہے۔ کاروکاری میں بہت ہی دردناک سزا دی جاتی ہے، جو کہ قانوناً جرم ہے۔ اس میں لڑکی کو زندہ دفن کیا جاتا ہے، اور کچھ علاقوں میں مارنے کے بعد جسم کے کچھ حصے کاٹ کر دفنایا جاتا ہے، کاری کا الگ ایک قبرستان شہداد کوٹ میں بھی ہے۔ انہیں عام قبرستان میں نہیں دفنایا جاتا ہے، اور یہ بھی ان کیلئے ایک سزا کے طور پر کیا جاتا ہے، ہمارا مذہب اور قانون دونوں فرد کو اپنی مرضی سے شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

مقررین کا مزید کہنا تھا کہ ملکی کی آزادی اور ترقی کے باوجود عورتوں پر تشدد ابھی تک ختم نہیں ہوسکا۔ تشدد کے معنی کسی کو زبردستی ظلم و جبر کا نشانہ بنانا ہے، لیکن اگر عورت کے حوالے سے بات کی جائے تو یہ وضاحت ناکافی ہوگی، کیونکہ اس میں جسمانی تشدد کے علاوہ عورت کے ساتھ دیگر جاہلانہ رویے بھی اختیار کئے جاتے ہیں ان کو احساس کیا جاتا ہے، بلکہ وہ نفسیاتی دباؤ کا بھی شکار ہوتی ہیں۔ مردوں کے ظالمانہ رویوں اور زیادتی کی ایک وجہ ان کا سماجی اور روایتی پس منظر بھی ہے، جوان کو عورت پر تشدد اور عورتوں کے ساتھ برتاؤ کی ترغیب دیتا ہے، جس کی وجہ سے عورتوں کے خلاف تشدد کو غیر فطری عمل نہیں سمجھا جاتا، بلکہ سماجی اور روایتی اقدار کا حصہ تصور کیا جاتا ہے۔ ان کی روایت اور اقدار کی جڑیں وڈیروں، شاہی اور جاگیردانہ سسٹم نظر آتی ہیں۔ پدرشاہی نظام کے تحت شروع ہی سے لڑکی اور لڑکے کے کردار میں تفریق کی جاتی ہے، عورت کو ایک ناتواں مخلوق سمجھا جاتا ہے، مرد کو طاقتور اور ہر لحاظ سے برتر تصور کیا جاتا ہے۔ معاشرہ ان روایت کو اور مضبوط کرتا ہے۔ جاگیردانہ نظام میں عورت کو ایک نجی ملکیت تصور کیا جاتا ہے، جس کی اپنی کوئی شناخت نہیں ہوتی، اس کو مرد کی عزت کے نام پر گھروں میں قید کیا جاتا ہے۔

مقررین نے مزید کہا کہ گزشتہ کچھ عرصے سے اسی بات کا اظہار کیا جارہا ہے کہ مظلوم عورت کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے ہراسیمگی سے تحفظ کا ایکٹ اور پاکستان پینل کوڈ کے ترمیمی بل کے ذریعے محنت کش اور مظلوم عورتوں کو تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ لیکن اس کے باوجود عورت کی بے حرمتی اغواء برائے تاوان اجتماعی زیادتی، جنسی تشدد، جیل جانے اور بچے چھین کر گھروں سے نکالنے کے سینکڑوں واقعات پیش آئے ہیں۔

ان کا کہنا تھا کہ عورت صدیوں سے اپنے تشخص کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ عزت کے نام پر قتل، کاروکاری یا ونی جیسی فرسودہ رسومات آج بھی اسی زور و شور سے جاری ہیں۔ پارلیمنٹ سے غیرت کے نام پر عورت کو قتل ہونے سے بچانے کے لئے کاروکاری کا بل منظور ہوا لیکن اس کے باوجود ان کے ساتھ اور بدسلوکی زیر حراست تشدد میں کوئی کمی نہیں آئی۔ اگرچہ 1994 میں اقوام متحدہ کے کنوینشن میں یہ عہد کیا گیا تھا کہ عورت کے خلاف تعصب کا خاتمہ کیا جائے گا لیکن پاکستانی ریاست عورت کے خلاف متعصّبانہ قوانین ختم کرنے میں ناکام رہی ہے۔

عورت کا استحصال جاری ہے۔ عورت پر تشدد ان پڑھ خاندانوں تک محدود نہیں بلکہ پڑھے لکھے خاندانوں میں بھی بچوں کے ساتھ غیر مساوی رویہ رکھا جاتا ہے۔ گذشتہ چند سالوں میں عورت پر تشدد کے حوالے سے کچھ بل منظور کیے گئے۔ اس کے باوجود ہوتا وہی ہے جو گھر کا مرد چاہتا ہے ایک اور عام بات یہ بھی ہے کہ کسی معاملے میں عورت سے رائے نہیں لی جاتی۔ ہر بات کا فیصلہ مرد کرتے ہیں خاص طور پر شادی اور طلاق کے معاملات میں۔ خاندانی رسم و رواج عورت کو جاگیر تصور کرتے ہیں۔ عورت شادی سے پہلے باپ اور بھائی کی ملکیت ہوتی ہے۔ شادی کے بعد شوہر کی۔ یہاں المیہ یہ ہے کہ عورت کو ایک چیز سمجھ کر رکھا جاتا ہے جو عورتوں پر تشدد کی بنیادی وجہ ہے۔ عورت کو رائے دینے یا جواب دینے کی اجازت نہیں ہوتی۔ جہاں مرد اور اس کا خاندان عورت کو اپنی ملکیت سمجھے گا وہاں یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ عورت کو تحفظ فراہم کرے۔ ہمیں بھی اس معاشرے میں عورت کو برابری دلوانے میں کردار ادا کرنا ہوگا، تعلیم کو عام کرنا ہوگا اور اپنی موروثی سوچ کو تبدیل کرنا ہوگا۔

(جمیلہ منگی)

پسند کی شادی کرنے والا جوڑا قتل

گوجرہ گوجرہ میں پسند کی شادی کرنے والے جوڑے کو قتل کرکے نہر میں پھینک دیا گیا۔ جھنگ برانچ سے نعشیں برآمد تھانہ ٹھیکری والا کے نواحی چک 41 ج ب کے رہائشی خوشی محمد کے 25 سالہ بیٹے ملک شکیل نے تقریباً چار سال قبل چک 276 ج ب ڈنڈیانوالہ کے رہائشی محمد ارشاد کی 22 سالہ بیٹی اقصیٰ سے پسند کی شادی کی جن کے ہاں ایک بچے کی پیدائش ہوئی لیکن وہ زندہ نہ رہ سکا۔ اقصیٰ الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں بطور LHV تعینات تھی۔ دو روز قبل دونوں میاں بیوی گھر سے باہر گئے لیکن پھر گھر واپس نہ آئے جس پر شکیل کے گھر والوں نے بیٹے سے رابطہ نہ ہونے پر تھانہ ٹھیکری والا میں اغواء کا مقدمہ نمبر درج کروایا جس میں چک 276 ج ب کے خاور، محسن علی، معاویہ، اسامہ، مجیداں بی بی اور چک 80 ج ب کے خالد کو ملزمان نامزد کیا گیا ہے گزشتہ روز تھانہ سٹی گوجرہ کے علاقہ دھما بنگلہ کے قریب نہر جھنگ برانچ سے اقصہ کی نعش برآمد ہوئی اور چند گھنٹوں بعد تھانہ نواں لاہور کے علاقہ نہر جھنگ برانچ سے ہی شکیل کی نعش برآمد ہی دونوں کو تشدد اور سروں میں گولیاں مار کر قتل کیا گیا ڈی ایس پی گوجرہ محمد ہارون اور انویسٹی گیشن انسپکٹر عنایت شاہ نے بھاری نفری کے ہمراہ موقع پر پہنچ کر دونوں نعشیں تحویل میں لے لیں۔ ضروری کاروائی کیلئے اقصیٰ کی نعش سول ہسپتال گوجرہ اور شکیل کی نعش نواں لاہور ہسپتال پہنچادی۔ اقصیٰ کی نعش شناخت نہ ہونے پر گوجرہ کبوترنوالہ قبرستان میں امانتاً سپرد خاک کردی گئی اور چند گھنٹوں بعد شکیل کی نعش ملنے پر معاملہ حل ہو گیا اور اقصہ کی بھی شناخت ہوگئی اور پولیس مصروف کاروائی ہے مقتول شکیل کے ورثا قتل کا شبہ اقصہ کے گھر والوں پر عائد کر رہے ہیں کیونکہ ان کو اقصہ کی پسند کی شادی منظور نہ تھی اور شدید رنج تھا۔

(نامہ نگار)

غیرت کے نام پر ایک اور بیٹی قتل

گوجرانوالہ غیرت کے نام پر قتل کا ایک اور واقعہ 16 جون کو پنجاب کے وسطی شہر گوجرانوالہ کے گنجان آباد علاقے میں پیش آیا جب پسند کی شادی کرنے پر مبینہ طور پر ماں نے اپنی بیٹی کا گلا کاٹ کر اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ مقامی پولیس کا کہنا ہے کہ 20 سالہ مقدس نے تین سال قبل علاقے کے ایک رہائشی توصیف سے عدالت میں پسند کی شادی کی تھی جس کا مقدس کی والدہ آمنہ بی بی کو دکھ تھا۔ مقامی پولیس کے مطابق جمعرات کو مقدس اپنی دو سالہ بیٹی کو حفاظتی ٹیکہ لگوانے کے لیے ساس کے ہمراہ مقامی ہسپتال گئی تھیں۔ اسی ہسپتال میں مقدس کی والدہ آمنہ بی بی اپنی چھوٹی بیٹی کے ہمراہ پہنچیں۔ ملزمہ آمنہ بی بی یہ کہہ کہ مقدس کو اپنے گھر لے گئیں کہ شادی کے بعد اس کے بھائی سخت ناراض تھے لیکن انھوں (آمنہ بی بی) نے انھیں اب سمجھا لیا ہے۔ تھانہ آروپ کے انچارج کو ہر زمان بھٹی نے بی بی سی کو بتایا کہ اہل علاقہ نے پولیس کو بتایا کہ وقوعہ سے پہلے دونوں ماں بیٹی کے درمیان تلخ کلامی بھی ہوئی تھی۔ تاہم اہل علاقہ نے اس لیے اس معاملے میں مداخلت نہیں کی کہ یہ اُن کا گھریلو معاملہ ہے۔ ایس ایچ او کے بقول محلے داروں نے گھر سے خون بہتا ہوا دیکھا تو اُنھوں نے اس کی اطلاع مقامی تھانے کو دی۔ پولیس نے لاش لاش کو قبضے میں لے کر پوسٹمارٹم کے لیے ہسپتال منتقل کر دیا ہے۔ وقوعہ کے بعد ملزمان جائے حادثہ سے فرار ہوگئے اور پولیس ان کی گرفتاری کے لیے چھاپے مار رہی ہے۔ ابھی تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔ ایس ایچ او نے بتایا کہ ملزمہ آمنہ بی بی اور ان کے بچے اینٹوں کے ایک بھٹے پر کام کرتے ہیں جبکہ مقتولہ کا خاوند اور اس کے دیگر رشتے داروں کا ذریعہ معاش محنت مزدوری ہی تھا۔ واضح رہے کہ گذشتہ چند ہفتوں میں پسند کی شادی کرنے پر چار خواتین کو موت کے گھاٹ اُتارا جا چکا ہے جس پر سول سوسائٹی کے علاوہ ارکان پارلیمنٹ نے بھی تشویش کا اظہار کیا ہے۔

(نامہ نگار)

بچے کی جان لے لی

صوابی موضع کنڈرے مانیری صوابی میں سفاک ماں نے گھریلو ناچاقی پر تین سالہ بیٹے کو پھانسی دیدی اور لاش گھر میں پڑے صندوق میں بند کر کے کنویں میں پھینک دی۔ صوابی پولیس نے ملزمہ کو اپنی والدہ، بھائی اور رشتہ دار سمیت گرفتار کر لیا۔ پولیس کے مطابق چار یوم قبل تین سالہ شیر خوار بچہ آفتاب ولد نواب زادہ گھر سے لاپتہ ہو گیا تھا گھر میں پڑے صندوق سے جب بو آنے لگی تو ملزمان نے لاش گھر کے کنویں میں پھینک دی شک ہونے پر والد نے جب دیکھا تو کنویں سے شیر خوار بچے کی لاش برآمد ہوئی۔ ملزمہ زوجہ نواب زادہ نے پولیس کو بتایا کہ بچے کو زہر پلا کر قتل کیا گیا لیکن دوران تفتیش انکشاف کیا کہ بچے کو پھانسی دیکر لاش صندوق میں بند کر دی اور بعد ازاں بو آنے پر لاش کنویں میں پھینک دی۔ وجہ قتل میاں بیوی کے مابین لڑائی جھگڑے بیان کیا گیا۔ پولیس نے کمسن مقتول کی سوتیلی ماں مسماۃ (س) زوجہ نواب زادہ، ملزمہ کی ماں مسماۃ دلشادہ زوجہ روزی خان، بھائی شیر علی اور رشتہ دار شاہد کو گرفتار کر کے ان کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کر لیا ہے۔ (روزنامہ آج)

خواتین قیدیوں سے بدسلوکی کا انکشاف

اسلام آباد سینیٹ کی قائمہ کمیٹی کے اجلاس میں انکشاف کیا گیا ہے کہ ملک کی جیلوں میں خواتین قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہے، جس میں خود پولیس ملوث ہوتی ہے۔ سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے داخلہ کا اجلاس چیئرمین کمیٹی اور پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) کے سینئر رہنما سینیٹر رحمن ملک کی زیر صدارت ہوا، جس دوران ان کا کہنا تھا کہ جیلوں میں خواتین کو جسمانی اور ذہنی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ خواتین قیدیوں کو جیل عملے کے آفس جانے کے لیے مجبور کیا جاتا ہے، جہاں ان کا استحصال کیا جاتا ہے۔ رحمان ملک کا کہنا تھا کہ مختلف جیلوں کا عملہ خواتین قیدیوں کو رات کے اوقات میں، بااثر قیدیوں کی خدمت کرنے کے لیے بھی مجبور کرتا ہے۔ کمیٹی نے خواتین قیدیوں سے بدسلوکی کی مذمت کرتے ہوئے حکومت کو تجویز پیش کی کہ وہ ملک بھر میں خواتین قیدیوں کے لیے علیحدہ جیلیں تعمیر کرے۔ وزیر مملکت برائے داخلہ بلیغ الرحمن کا کہنا تھا کہ وہ صوبوں سے، خواتین سے بدسلوکی کے واقعات کے حوالے سے معلومات جمع کر کے کمیٹی کو رپورٹ پیش کریں گے۔ واضح رہے کہ اس وقت ملک میں خواتین قیدیوں کے لیے 3 جیلیں موجود ہیں، جن میں ایک صوبہ پنجاب کے شہر ملتان، دوسری کراچی میں جبکہ تیسری صوبہ خیبر پختونخوا کے شہر ہری پور میں موجود ہے۔ (نامہ نگار)

شوہر کی فائرنگ سے بیوی قتل

نوشہرہ دلشادہ زوجہ شاہ ولی ساکن درواز گئی نظام پور نے ڈی ایچ کیو ہسپتال نوشہرہ میں ایمرجنسی پولیس کو زخمی حالت میں رپورٹ درج کراتے ہوئے بتایا کہ وہ اور اس کی بہن شیر بانو زوجہ راج ولی کی ایک ہی گھر میں شادی ہوئی۔ اس کا شوہر شاہ ولی بیرون ملک مزدوری کے غرض سے مقیم ہے۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کا دیور راج ولی اسے ناجائز تعلقات استوار کرنے پر مجبور کرتا رہا۔ اس کا شوہر شاہ ولی گزشتہ دنوں بیرون ملک سے گھر واپس آیا تو اس نے بتایا لیکن اس نے اپنے بھائی راج ولی کی طرف داری کی اس دوران اس کی اپنے دیور راج ولی کے ساتھ اسی بات پر تکرار ہوئی جس نے اس پر اندھا دھند فائرنگ کر دی جس پر اس کی بہن شیر بانو اسے بچانے کیلئے آئی تو وہ گولی کی زد میں آ کر جاں بحق ہوگئی جبکہ وہ خود زخمی ہوگئی۔ پولیس نے مقدمہ درج کر لیا ہے۔

(روزنامہ مشرق)

شوہر کی فائرنگ سے بیوی قتل

نوشہرہ دلشادہ زوجہ شاہ ولی ساکن درواز گئی نظام پور نے ڈی ایچ کیو ہسپتال نوشہرہ میں ایمرجنسی پولیس کو زخمی حالت میں رپورٹ درج کراتے ہوئے بتایا کہ وہ اور اس کی بہن شیر بانو زوجہ راج ولی کی ایک ہی گھر میں شادی ہوئی۔ اس کا شوہر شاہ ولی بیرون ملک مزدوری کے غرض سے مقیم ہے۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کا دیور راج ولی اسے ناجائز تعلقات استوار کرنے پر مجبور کرتا رہا۔ اس کا شوہر شاہ ولی گزشتہ دنوں بیرون ملک سے گھر واپس آیا تو اس نے بتایا لیکن اس نے اپنے بھائی راج ولی کی طرف داری کی اس دوران اس کی اپنے دیور راج ولی کے ساتھ اسی بات پر تکرار ہوئی جس نے اس پر اندھا دھند فائرنگ کر دی جس پر اس کی بہن شیر بانو اسے بچانے کیلئے آئی تو وہ گولی کی زد میں آ کر جاں بحق ہوگئی جبکہ وہ خود زخمی ہوگئی۔ پولیس نے مقدمہ درج کر لیا ہے۔

(روزنامہ مشرق)

پسند کی شادی پر بیٹی کو زندہ جلا دیا

لاہور صوبہ پنجاب کے دارالحکومت لاہور میں پسند کی شادی کرنے والی نوجوان لڑکی کو مبینہ طور پر اس کی والدہ نے جلا کر قتل کر دیا۔ اسٹیشن ہاؤس آفیسر (ایس ایچ او) شیخ حماد اختر کے مطابق تھانہ فیکٹری ایریا کی حدود میں مست اقبال روڈ کی رہائشی 18 سالہ زینت نے ایک ہفتہ قبل گھر سے فرار ہو کر پسند کی شادی کی تھی، جس پر اس کے اہلخانہ ناراض تھے۔ 2 روز قبل لڑکی کے گھر والے اسے بہلا پھسلا کر واپس گھر لائے کہ وہ باقاعدہ طور پر اس کی رخصتی کریں گے، تاہم 6 جون کو گھر لا کر زینت کی والدہ نے اس پر پیٹرول چھڑک کر آگ لگا دی، جس کے نتیجے میں وہ ہلاک ہوگئی۔ پولیس کے مطابق لڑکی کی والدہ نے اقبال جرم کرتے ہوئے بتایا کہ انھوں نے اس پر پیٹرول چھڑک کر آگ لگائی۔ دوسری جانب کینٹ ڈویژن کے سپرنٹنڈنٹ پولیس (ایس پی) عبادت نثار نے بتایا کہ وہ مقتول لڑکی کے دبئی سے آنے والے بھائی کو تلاش کر رہے ہیں، جو واقعے کے بعد سے فرار ہے۔ پولیس نے لڑکی کی لاش کو سرد خانے منتقل کر دیا جبکہ لڑکی کی والدہ کو گرفتار کر لیا۔ واضح رہے کہ لڑکی کے شوہر کے بارے میں علم نہیں ہو سکا کہ وہ واقعے کے بعد سے کہاں ہے۔ پولیس کے مطابق واقعے کی مختلف پہلوؤں سے تفتیش کا آغاز کر دیا گیا۔ یاد رہے کہ گذشتہ ماہ 31 مئی کو صوبہ پنجاب کے بالائی علاقے مری میں 5 ملزمان نے رشتے سے انکار کرنے پر ماریہ بی بی نامی اسکول ٹیچر کو مبینہ تشدد کے بعد آگ لگا کر کھائی میں پھینک دیا تھا، جنھیں بعدازاں پمز ہسپتال کے برن سینٹر منتقل کیا گیا تھا۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ ماریہ کا جسم 85 فیصد تک جھلس چکا تھا، جو یکم جون کو زخموں کی تاب نہ لا کر ہلاک ہوگئیں۔ اس سے قبل رواں برس اپریل میں بھی صوبہ خیبر پختونخوا کے ضلع ہزارہ کے شہر ایبٹ آباد میں اسی قسم کا ایک دلخراش واقعہ رونما ہوا تھا، جہاں ایک نام نہاد جرگے کے اراکین، ایک 16 سالہ لڑکی عنبرین کو ایبٹ آباد میں ایک خالی مکان میں لے گئے اور نشہ آور ادویات کے ذریعے بے ہوش کرنے کے بعد اس کا گلا گھونٹ کر قتل کر دیا۔ بعدازاں عنبرین کی لاش کو سڑک کنارے کھڑی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈال کر پیٹرول چھڑک کر آگ لگا دی گئی۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

تیزاب کے حملے میں ماں اور بیٹی زخمی

بہاولپور اوچ شریف کے قریب سرکند بشارت گاؤں میں ماں اور رضاعی بیٹی مبینہ طور پر تیزاب کے حملے میں زخمی ہوگئیں۔ پولیس کے مطابق 4 جون کو تین افراد نے 35 سالہ رضیہ کے گھر اس کے شوہر کی غیر موجودگی میں زبردستی گھس کر ماں اور رضاعی بیٹی آسیہ پر تیزاب پھینک دیا۔ تیزاب کے حملے میں دونوں کے جسم کے مختلف حصے بُری طرح جل گئے جس کے باعث انہیں بہاول وکٹوریا ہسپتال (بی وی ایچ) منتقل کیا گیا، جہاں دونوں کی حالت تشویشناک بتائی جاتی ہے۔ پولیس کا کہنا تھا تینوں مبینہ حملہ آوروں شفیق، فیاض احمد اور اس کے بھائی ریاض کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا ہے۔ پولیس کے مطابق ملزم شفیق کا مبینہ طور پر رضیہ سے تعلق تھا اور وہ چاہتا تھا کہ خاتون اپنے شوہر خان محمد سے طلاق لے لے، لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

(نامہ نگار)

غیرت کے نام پر مسیحی لڑکی کا قتل

لاہور 15 جون کو پنجاب میں ایک اور لڑکی کو اس کے بھائی نے غیرت کے نام پر قتل کر دیا۔ سیالکوٹ کی پولیس کے اعلیٰ افسر رانا ذوالفقار نے بتایا کہ 23 سالہ ثاقب عشق مسیح نے سوئی ہوئی اپنی بہن انعم عشق مسیح کے سر پر ڈنڈا مار کر ہلاک کر دیا۔ رانا ذوالفقار نے کہا کہ انعم کے والد نے اپنے بیٹے کے خلاف مقدمہ درج کروا دیا ہے۔ پولیس افسر نے بتایا کہ انعم عشق مسیح کا تعلق مسیحی برادری سے تھا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ وہ اپنے مسیحی پڑوسی کے ساتھ پسند کی شادی کرنا چاہتی تھی لیکن اس کے گھر والے اس شادی کے خلاف تھے۔ انہوں نے بتایا کہ انعم ہفتے کو اپنے گھر والوں سے شادی کرنے کی ضد کی تھی جس کی وجہ اس کا بھائی اس سے سخت ناراض تھا۔ پولیس نے لڑکی کے بھائی ثاقب مسیح کو گرفتار کر لیا ہے۔ اس ضمن میں مسیحی سماجی کارکن شمون گل کا کہنا تھا کہ پاکستان میں مسیح برداری میں 'خواتین غیرت کے نام پر قتل' کا واقعہ شاذونادر ہی رونما ہوتے ہیں واضح رہے کہ گزشتہ ہفتے لاہور میں 16 زینت رفیق کو پسند کی شادی کرنے پر اس کی ماں نے زندہ جلا کر مار ڈالا تھا، بعدازاں زینت رفیق کی ماں نے اپنے جرم کا اعتراف بھی کیا تھا۔

(نامہ نگار)

10 سالہ بچی سے شادی، 60 سالہ دولہا کا ریمانڈ

سکھر صوبہ سندھ کے ضلع جیک آباد کے علاقے ٹھل میں عدالت نے 10 سالہ بچی کے ساتھ شادی کرنے والے 60 سالہ شخص کو 2 روزہ ریمانڈ پر پولیس کی تحویل میں دے دیا۔ خیال رہے کہ جیکب آباد کے علاقے ٹھل کے قریبی گاؤں نصیر سمیجو میں 4 جون کو پولیس نے 60 سالہ دولہا کرم علی پاہورے کو 10 سالہ بچی کے ساتھ شادی کے موقع پر گرفتار کیا تھا۔ پولیس نے بچی گل زادی کو حفاظتی تحویل میں لے لیا تھا، تاہم بچی کے والد گل حسن اور مولوی امین موقع سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ پولیس نے بتایا کہ 60 سالہ دولہا نے بڑے فخر سے بتایا کہ اس نے لڑکی کے گھر والوں کو شادی کے لیے 4 لاکھ روپے ادا کیے ہیں۔ بعدازاں عدالت کے حکم پر پولیس نے لڑکی کو اس کی والدہ کے حوالے کر دیا جبکہ گل حسن اور مولوی امین کی گرفتاری کے لیے مختلف علاقوں میں چھاپے مارے جا رہے ہیں۔ پولیس کے مطابق ایف آئی آر میں لڑکی کے ماموں شاہ زوار سمیت 8 ملزمان کو نامزد کیا گیا۔ ملزمان پر کم عمری کی شادی کرانے اور شادی کے سارے انتظامات کرنے کا الزام ہے۔

(روزنامہ ڈان)

تیزاب کے حملے میں ماں اور بیٹی زخمی

بہاولپور اوچ شریف کے قریب سرکند بشارت گاؤں میں ماں اور رضاعی بیٹی مبینہ طور پر تیزاب کے حملے میں زخمی ہوگئیں۔ پولیس کے مطابق 4 جون کو تین افراد نے 35 سالہ رضیہ کے گھر اس کے شوہر کی غیر موجودگی میں زبردستی گھس کر ماں اور رضاعی بیٹی آسیہ پر تیزاب پھینک دیا۔ تیزاب کے حملے میں دونوں کے جسم کے مختلف حصے بُری طرح جل گئے جس کے باعث انہیں بہاول وکٹوریا ہسپتال (بی وی ایچ) منتقل کیا گیا، جہاں دونوں کی حالت تشویشناک بتائی جاتی ہے۔ پولیس کا کہنا تھا تینوں مبینہ حملہ آوروں شفیق، فیاض احمد اور اس کے بھائی ریاض کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا ہے۔ پولیس کے مطابق ملزم شفیق کا مبینہ طور پر رضیہ سے تعلق تھا اور وہ چاہتا تھا کہ خاتون اپنے شوہر خان محمد سے طلاق لے لے، لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

(نامہ نگار)

بچے

بچوں سے مشقت کے خاتمے کی اپیل

ٹوبہ ٹیک سنگھ 12 جون کو بچوں سے مشقت کے خاتمے کے عالمی دن پر لیبر قومی موومنٹ کمالیہ کے زیر اہتمام پریس کلب کمالیہ کے باہر احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرے میں مزدوروں، خواتین اور کم سن بچوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ احتجاجی مظاہرے کی قیادت لیبر قومی موومنٹ کمالیہ کے تحصیل صدر ملک عبدالمجید اور ڈویژنل صدر بابا عبدالطیف نے کی۔ احتجاجی شرکاء سے بابا عبدالطیف اور ملک عبدالمجید نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت چائلڈ لیبر کے خاتمے پر عملدرآمد میں ناکام نظر آ رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مزدوروں کے بچوں کو مفت کتابیں، وظیفے اور یونیفارم دیے جانے کے وعدوں پر بھی عملدرآمد نہیں کیا جا رہا ہے۔ مزدور رہنماؤں نے مطالبہ کیا کہ حکومت مزدوروں کے بچوں کے لیے فوری مراعات کا اعلان کرے۔

(نامہ نگار)

کمسن بچی سے اجتماعی زیادتی

حیدرآباد حیدرآباد میں مبینہ اجتماعی زیادتی کا نشانہ بننے والی ٹالپر کالونی کی رہائشی تیرہ سالہ بچی کی والدہ نے سٹی تھانے میں اطلاع دی تھی کہ ان کا لوک فنکارہ ثریا سومرو کے گھر آنا جانا تھا۔ 12 جون کو ثریا کی بہن سونیا ان کے گھر آئی اور ان کی بچی کو اپنے ساتھ ہسپتال لے جانے کا کہہ کر لے گئی تاہم وہ اور اس کا بھائی احسان سومرو بچی کو حیدرآباد لے گئے جہاں اسے کھانے میں نشہ آور چیز دے کر بے ہوش کر دیا۔ احسان سومرو اور اس کے دوستوں نے اسے اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنایا اور ہوش میں آنے پر بچی کو گھر چھوڑ گئے۔ انہوں نے صورتحال سے ایس ایچ او سٹی کو آگاہ کیا جن کا کہنا تھا کہ واقعہ حیدرآباد میں ہوا ہے۔ اس لیے رپورٹ بھی وہیں درج ہوگی۔ ایس ایس پی ٹنڈو محمد خان بشیر احمد مٹھیار نے مظلوم کی مدد نہ کرنے پر ایس ایچ او لونگ خان بلوچ کو معطل کر دیا جبکہ متاثرہ بچی کا طبی معائنہ بھی کرایا گیا۔ میڈیکل رپورٹ میں بچی کے ساتھ زیادتی کی تصدیق ہوئی ہے۔ (لالہ عبدالحلیم)

بچوں کے حقوق کے تحفظ پر زور

شہداد کوٹ 12 جون کو سول سوسائٹی کی تنظیموں اور ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کور گروپ ڈسٹرکٹ قمبر شہداد کوٹ کی طرف سے 'بچوں کے حقوق' کے عالمی دن کے حوالے سے ایک پروگرام منعقد کیا گیا، پروگرام میں سول سوسائٹی کے افراد، شہری، مزدوروں، ہاریوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں سمیت بچوں نے شرکت کی۔ اس موقع پر مشہور سماجی رہنما افتخار حسین منگی نے کہا کہ بچوں کے حقوق دیے بغیر معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کہا کہ معاشرے میں ہر روز بچوں کے حقوق کی خلاف ورزی ہو رہی ہے، معصوم بچوں کو ذہنی، جسمانی اور جنسی تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے پورا معاشرہ تشدد کا شکار ہو رہا ہے۔ اس موقع پر بچوں کے حقوق پر باتیں کرتے ہوئے سائرہ خان منگی نے کہا کہ بچوں کو بغیر کسی تفریق کے 'حقوق' دیے جائیں۔ انہوں نے کہا، بیٹوں اور بیٹیوں کو تعلیم دینے میں فرق نہیں کیا جائے کیونکہ بیٹے اور بیٹیاں حقوق کے حوالے سے ایک ہی جتنا حق رکھتے ہیں۔ اس موقع پر ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کور گروپ کے رہنما ندیم جاوید منگی نے کہا کہ آج کے دن اقوام عالم نے بچوں کے حقوق کے لیے میثاق منظور کر کے بچوں کو بطور انسانی حقوق کو تسلیم کر کے بچوں کے حقوق کا عالمی دن منانے کا اعلان کیا تھا۔ (ندیم جاوید)

صحت

صحت مند ماحول کو بنیادی انسانی حق تسلیم کیا جائے

حیدرآباد 5 جون کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی جانب سے ماحولیات کے عالمی دن 5 جون کو ادارہ تحفظ ماحولیات کے تعاون سے سماجی تنظیمی آباد حیدرآباد کے ہال میں ایک سیمینار منعقد کیا گیا۔ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے ماحولیات کے ماہرین اور سماجی رہنماؤں نے کہا کہ ماحول دوست پالیسی بنانا، قانون سازی کرنا، اور ماحولیاتی بگاڑ کے خلاف عوامی تحریک چلانا ہوگی۔ اس موقع پر ریجنل انچارج حیدرآباد منیر احمد عباسی نے حیدرآباد کے ماحولیاتی مسائل کے متعلق تفصیلی آگاہی دی۔ انہوں نے مزید کہا کہ ماحولیاتی تبدیلی کے باعث انسانوں اور آبی حیات کو بہت سے نقصانات پہنچنے کا اندیشہ ہے اور عالمی سطح پر سائنسدانوں کی جانب سے ماحولیاتی تبدیلیوں کے باعث نقصانات کی بھی پیشن گوئی کی جا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ عالمی گرمی کی لہر میں اضافہ جس کو گلب وارمنگ کہا جاتا ہے یہ چند گیسوں کے زیادہ بڑھ جانے کی وجہ سے ہو رہا ہے جس میں اہم گیس کاربن ڈائی آکسائیڈ وغیرہ آلودگی کا سبب بنتی ہیں۔ ایچ آر سی پی کے کوآرڈینیٹر ڈاکٹر اشوتھامانے کہا کہ جدید دنیا کے ماحولیاتی چیلنجوں کو گرین ٹیکنالوجی، گرین لاز اور گرین پیس جیسی عالمی تحریکوں سے قابو کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انوائرنمنٹ کورٹس کی نظر سے ماحول دشمن مافیاؤں کو کڑی سزائیں دے کر صورتحال کو بہتر بنانے کے لیے قانونی راستہ دکھایا جا سکتا ہے۔ ماہر ماحولیات ڈاکٹر کشن چند نے کہا کہ ہماری دھرتی پر موجود ہر جاندار اشیاء کو بہت زیادہ خطرات لاحق ہو رہے ہیں۔ پروفیسر مشتاق میرانی، ناصر پنہور و دیگر نے بھی خطاب کیا۔ سیمینار میں غفار ملک، ایم پرکاش ایڈووکیٹ، فضل قادر میمن، ادریس جتوئی، منظور تھیم، نرنجن راجانی، نادر بیگ، راشد میمن، لالہ عبدالحلیم شیخ، پروین اے ایچ شیخ اور دیگر نے شرکت کی۔

(لالہ عبدالحلیم)

صحت اور تعلیم کی ابتر صورتحال

حیدرآباد یکم جون کو مختلف سماجی تنظیموں نے صحت و تعلیم کی ابتر صورتحال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اس مد میں مختص رقوم کو ناکافی قرار دیتے ہوئے تعلیم اور صحت کا بجٹ بڑھانے کا مطالبہ کیا ہے۔ ان خیالات کا اظہار مقررین نے بچوں کے حقوق کی تنظیم اسپارک کی سالانہ رپورٹ 2016ء کی پریس کلب آڈیٹوریم میں تقریب رونمائی سے خطاب میں کیا۔ اسپارک کے عہدیدار مسٹر کاشف اور زاہد احمد نے بتایا کہ 2015ء میں مجموعی طور پر پاکستان میں 25 ملین بچے سکول نہیں جا سکے جن میں 13 ملین طالبات ہیں جبکہ گزشتہ سال تین ہزار 768 بچوں کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ ملک کے مختلف علاقوں میں پولیو کے 54 کیسز رپورٹ ہوئے جبکہ 2014ء میں پولیو کیسز کی 269 تھی۔ رپورٹ کے مطابق تھر پارکر میں غذائی قلت کے باعث 2015ء میں 143 کمسن بچوں کی اموات ہوئیں۔ ایک لاکھ بچوں کی پیدائش کے دوران 276 مائیں بھی زندگی کی بازی ہار گئیں۔

(نامہ نگار)

اقلیتیں

ہندو شخص پر تشدد کرنے والا پولیس اہلکار گرفتار

گھوٹکی صوبہ سندھ کے ضلع گھوٹکی میں ایک پولیس کانسٹیبل کو ایک معمر ہندو شخص پر مبینہ تشدد کے الزام کے تحت گرفتار کرلیا گیا۔ وہ معمر شخص افطار سے قبل اشیاء فروخت کر رہا تھا جب اسے تشدد کا نشانہ بنایا گیا جس کے بعد اس کو انصاف دلانے کے لیے سوشل میڈیا پر ایک مہم کا آغاز ہوا۔ پولیس کے مطابق ضلعی گھوٹکی کے علاقے حیات پتافی سے تعلق رکھنے والے پولیس کانسٹیبل علی حسن کو معمر شخص گوکل داس پر تشدد اور زخمی کرنے کے الزامات کے تحت حراست میں لیا گیا ہے۔ ایس ایس پی مسعود بنگش نے ڈان کو بتایا کہ جوار پولیس اسٹیشن میں پولیس اہلکار کے خلاف پاکستان پینل کوڈ کی دفعات 337، 504 اور 506/2 کے تحت ایف آئی آر درج کی گئی ہے۔ پولیس کی جانب سے متاثرہ شخص گوکل داس کے پوتے ونود کمار کی مدعیت میں مقدمہ درج کیا گیا ہے۔ بہن بختاور بھٹو زرداری نے بھی معمر شخص پر تشدد کرنے والے پولیس اہلکار کی گرفتاری کی اطلاع ایک ٹوئیٹ کے ذریعے دی تھی۔ (نامہ نگار)

مذہبی منافرت کی بنا پر احمدی قتل

کراچی کراچی میں مذہبی منافرت کی بنا پر 20 جون 2016ء کو ہومیو پیتھک ڈاکٹر چوہدری خلیق احمد ولد چوہدری بشیر احمد عمر 49 سال کو نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ چوہدری خلیق احمد نے اپنے گھر کے قریب ہی کلینک بنا رکھا تھا اور حسب معمول اپنے کلینک واقع سکندر گوٹھ نزد ابوالحسن اصفہانی روڈ، گلزار ہجری پر موجود مریضوں کو دیکھ رہے تھے کہ نامعلوم افراد نے ان پر فائرنگ کر دی اور موقع سے فرار ہو گئے۔ فائرنگ کے نتیجہ میں انہیں دو گولیاں سر میں لگیں۔ انہیں فوری طور پر قریبی ہسپتال لے جایا جا رہا تھا کہ وہ راستے ہی میں دم توڑ گئے۔ انہوں نے لواحقین میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی کو سوگوار چھوڑا ہے۔ چوہدری خلیق احمد جماعت احمدیہ کے ایک فعال رکن تھے۔ وہ ایک نیک نامی شخص تھے ان کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ انہیں صرف احمدی ہونے کی بنا پر ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس علاقے میں پہلے بھی احمدیوں پر فائرنگ کے واقعات ہوتے رہے ہیں۔ کراچی کے اسی علاقہ گلزار ہجری میں گزشتہ ماہ مئی کی 25 تاریخ کو مذہبی منافرت کی بنا پر نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے ایک احمدی داؤد احمد صاحب ابن حاجی غلام محمد الدین کو قتل کر دیا تھا۔ ترجمان جماعت احمدیہ پاکستان سلیم الدین صاحب نے اس افسوسناک واقعہ کی شدید مذمت کرتے ہوئے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں بھی انتہا پسند عناصر احمدیوں کے خلاف اپنی مذموم کارروائیوں کو بلاخوف جاری رکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسی علاقے گلزار ہجری میں 25 مئی کو داؤد احمد کو نشانہ بنایا گیا جس سے محسوس ہوتا ہے کہ شر پسند عناصر منظّم انداز میں احمدیوں ٹارگٹ کلنگ کے منصوبے پر عمل پیرا ہیں۔ محبّ وطن اور پر امن احمدیوں کی جان و مال کا تحفظ یقینی بنانے کے لیے ٹارگٹ کلنگ کے اس سلسلے کی روک تھام کے لیے حکومت کو فوری اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ موجودہ صورتحال میں کراچی کے احمدی شدید عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ 1984ء کے امتیازی قوانین کے اجراء سے اب تک کراچی جماعت احمدیہ کے 31 افراد کو نشانہ بنا کر قتل کیا گیا ہے اور کسی ایک کے قاتل کو انجام تک نہیں پہنچایا گیا جس کی بناء پر انتہا پسند عناصر کے حوصلے بلند ہو گئے ہیں۔ ترجمان نے انتظامیہ سے مطالبہ کیا ہے کہ خلیق احمد کے قاتلوں کو فوری گرفتار کر کے قانون کے مطابق سزا دی جائے۔

(سلیم الدین)

زبردستی مذہب تبدیل کرانا غیر اسلامی قرار

اسلام آباد سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے مذہبی امور نے غیر مسلم لڑکیوں کا مذہب تبدیل کر کے زبردستی اسلام قبول کرانے کے عمل کو غیر اسلامی قرار دیتے ہوئے معاملے پر تشویش کا اظہار کیا۔ سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے مذہبی امور کا اجلاس چیئرمین کمیٹی حافظ حمد اللہ کی زیر صدارت ہوا۔ دوران اجلاس حافظ حمد اللہ کا کہنا تھا کہ غیر مسلم لڑکیوں کا زبردستی مذہب تبدیل کرا کر انہیں اسلام کے دائرے میں لانا، اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ ملکی قانون کے بھی منافی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک بھر میں لڑکیوں کو مختلف طریقوں سے ہدف بنایا جا رہا ہے، جو ہمارے معاشرے کا المیہ ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ مذہب ہر فرد کا ذاتی معاملہ ہے اور زبردستی کسی کا مذہب تبدیل نہیں کرایا جا سکتا۔ سینیٹ میں قائد ایوان راجہ ظفر الحق نے کہا کہ کسی کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کرنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، جبکہ ہمارا ملک پہلے ہی زبردستی مذہب تبدیل کرانے کے بڑھتے ہوئے واقعات کے باعث انسانی حقوق کی تنظیموں کے مشاہدے میں ہے۔ سینیٹر گیان چند نے کمیٹی کو بتایا کہ صوبہ سندھ میں ہندو لڑکیاں زبردستی مذہب تبدیل کرانے کا شکار ہیں، اور سندھ میں زبردستی مذہب تبدیل کرانے کے واقعات تشویشناک حد تک زیادہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ زبردستی مذہب تبدیل کرانے کے واقعات میں پولیس اور مقامی انتظامیہ بھی متاثرین یا اس خاندان کی مدد نہیں کرتی، اور مسلم کمیونٹی کی جانب سے ردعمل آنے کے ڈر سے کوئی کارروائی نہیں کی جاتی۔ قائمہ کمیٹی نے حکومت پر زور دیا کہ وہ اقلیتی برادریوں سے تعلق رکھنے والی خواتین کے تحفظ کے لیے کوئی جامع طریقہ کار وضع کرے۔ کمیٹی نے وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو یہ بھی ہدایت کی کہ وہ زبردستی مذہب کرانے کے واقعات کو روکنے کے لیے موثر قانون سازی کرے۔

(نامہ نگار)

چپلوں پر 'اوم' تحریر، دکاندار گرفتار

ٹنڈو آدم پاکستان ہندو کاؤنسل نے ایک بیان میں ان چپلوں کی فروخت کی مذمت کی ہے۔ سندھ کے شہر ٹنڈو آدم میں پولیس نے ایک دکاندار کو گرفتار کر لیا ہے جس پر الزام ہے کہ وہ ایسی چپلیں فروخت کر رہا تھا جن پر ہندو منترا 'اوم' تحریر تھا۔ ٹنڈو آدم تھانے پر ریاست کی مدعیت میں دکاندار شاہذیب خاصخیلی کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا ہے، جس میں مدعی محمد شریف نے بیان کیا ہے انھوں نے ٹنڈو آدم جامع مسجد کے قریب واقع شورا سینٹر سے شاہذیب خاصخیلی کو گرفتار کیا اور ان سے خواتین کی چپلیں بھی برآمد کیں جن پر اوم تحریر تھا۔ ملزم کے خلاف توہینِ مذہب کے الزام میں مقدمہ درج کر لیا گیا ہے، ملزم کا کہنا ہے کہ اس نے یہ چپلیں لاہور کے موتی بازار سے منگوائی تھیں جس کی رسید پولیس کو فراہم کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ گزشتہ روز پاکستان ہندو کونسل نے ایک بیان میں ان چپلوں کی فروخت کی مذمت کی تھی۔ تنظیم کے رہنما اور مسلم لیگ ن کے رکن قومی اسمبلی رمیش کمار ونکوانی کا کہنا تھا کہ حکومتِ سندھ صوبے میں ایسے المناک واقعات کی روک تھام میں مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ آئینِ پاکستان اقلیتوں کی حفاظت یقینی بنانے کیے لیے ریاست کو پابند کرتا ہے۔ لیکن گزشتہ تین برسوں سے ٹنڈو آدم کے کچھ دکانداروں نے یہ وطیرہ بنا لیا ہے کہ وہ عید کے موقع پر ہندو مذہبی لفظ 'اوم' کو جوتوں پر نمایاں کر کے فروخت کرتے ہیں۔ پاکستان ہندو کونسل کی جانب سے میڈیا کو چپلوں کی تصاویر بھی فراہم کی گئی تھیں۔ ڈاکٹر رمیش کمار نے سانگھڑ پولیس کی کارروائی کو قابل تحسین قرار دیا اور کہا کہ پولیس نے بروقت کارروائی کر کے ملک بھر میں بسنے والے ہندوؤں کے جذبات کو مزید ٹھیس پہنچانے سے بچا لیا ہے۔ رمیش کمار کے مطابق شر پسند عناصر کی اس مذموم حرکت کے اثرات عالمی سطح پر بھی محسوس کیے گئے ہیں۔ انھوں نے وزیر اعظم پاکستان سے توہینِ مذہب قانون کے تحت ذمہ داران کے خلاف کڑی سزا کا مطالبہ بھی کیا۔ (نامہ نگار)

تعلیم

اساتذہ کا احتجاجی دھرنا

چمن 3 جون کو گورنمنٹ ٹیچرز ایسوسی ایشن چمن کے زیر اہتمام ایک احتجاجی مظاہرہ ہوا اور گورنمنٹ ماڈل ہائی سکول سے روانہ ہوتے ہوئے پریس کلب چمن کے سامنے دھرنا دیا گیا۔ مظاہرین اساتذہ نے سرکاری سکولز میں ایف سی اہلکاروں کی مداخلت کی شدید مذمت کی۔ مقررین گورنمنٹ ٹیچرز ایسوسی ایشن ضلع قلعہ عبداللہ کے آرگنائزر محمد سرور، سابق ضلعی جنرل سیکرٹری فضل محمد، ماسٹر عبدالودود، ہیڈ ماسٹر عبدالغنی عطار اور دیگر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ضلع قلعہ عبداللہ کے تمام سکولز کو ایف سی ملیشیاء کے حوالے کر دیا گیا۔ طاقت کے استعمال سے حالات مزید بگڑنے کا خدشہ ہے اور طلبہ تعلیم تعلیم کے بجائے اسلحہ کلچر سے روشناس ہوں گے۔ اساتذہ نے حکومت سے پرزور اپیل کی ہے کہ وہ تعلیمی اداروں کے مسائل حل کریں اور مزید مسائل پیدا نہ کرے۔

(نامہ نگار)

سرکاری سکولوں کی اراضی پر غیر قانونی قبضہ

ٹوبہ ٹیک سنگھ 22 مئی کو بااثر مافیہ نے سرکاری سکول کے رقبہ پر قبضہ کر لیا جن کے خلاف درجنوں دیہات کے لوگوں نے احتجاج کیا ہے۔ ٹوبہ کے نواحی گاؤں چک 304 گ ب میں گورنمنٹ پرائمری سکول کا مجموعی رقبہ 24 کنال 15 مرلے ہے جو دو حصوں پر مشتمل تھا۔ اس سکول میں چھ کنال 12 مرلہ رقبہ پر گاؤں کے لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت سکول کی چار دیواری اور بلڈنگ تعمیر کروائی ہے جبکہ سکول کے دوسرے حصے کا رقبہ 18 کنال پر بااثر شخصیات نے قبضہ کر کے مکانات تعمیر کر لیے ہیں۔ احتجاج میں شریک گاؤں کے محمد عمران، محمد اکرم اور عبدالغفور نے بتایا کہ بااثر قبضہ مافیا کے لوگوں بشارت اور صابر وغیرہ نے ریونیو ڈیپارٹمنٹ سے مبینہ طور پر ساز باز کر کے سکول کے رقبہ کو سرکاری ریکارڈ میں کم کر دیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ قبضہ مافیا کے لوگ انہیں دھمکیاں دے رہے ہیں کہ اگر انہوں نے سکول کی اراضی واگزار کروائی تو سکول پڑھنے کے لیے آنے والے ان کے بچوں کو نقصان پہنچائیں گے۔

(اعجاز اقبال)

فیسوں میں اضافے کے خلاف طالبعلموں کا احتجاج

حیدرآباد 29 مئی جو جناح کالج حیدرآباد کی فیسوں میں غیر معمولی اضافے کے خلاف طلباء نے پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ شرکاء نے فیسوں میں اضافے کے خلاف نعروں پر مبنی پلے کارڈ اور بینرز اٹھا رکھے تھے۔ مظاہرے میں شریک طلباء نے بتایا کہ جناح لاء کالج میں ایل ایل بی پارٹ ون کی فیس 1400 روپے سے بڑھا کر تین ہزار روپے کر دی گئی ہے۔ پارٹ ٹو کی فیس 1700 روپے سے بڑھا کر 3500 روپے اور ایل ایل بی پارٹ تھری کی فیس دو ہزار روپے سے بڑھا کر چار ہزار روپے کر دی گئی۔ غریب طلباء تعلیم سے محروم ہوں گے۔ انہوں نے اعلیٰ عدلیہ، حکومت سندھ اور متعلقہ حکام سے اپیل کی ہے کہ وہ معاملے یا نوٹس لیتے ہوئے غریب طلباء کو انصاف فراہم کریں۔ انسانی حقوق اور سماجی تنظیمیں بھی فیسوں میں اضافے کے تعلیم دشمن فیصلے کے خلاف آواز بلند کریں۔

(نامہ نگار)

تعلیمی درجہ بندی میں حیدرآباد تنزلی کا شکار

قیدرآباد 5 جون سے ملک کے مختلف اضلاع کی جاری کردہ تعلیمی درجہ بندی میں ضلع حیدرآباد پرائمری کے حوالے سے 15 درجے تنزلی کے بعد 62 سے 77 ویں نمبر پر آ گیا۔ سکولوں کے انفراسٹرکچر کی درجہ بندی میں بھی ضلع حیدرآباد کے سکول ایک درجہ تنزلی کا شکار ہوئے ہیں۔ ضلع کے پرائمری سکول میں داخلے کی شرح، سیکھنے کے معیار اور پرائمری تعلیم مکمل کرنے کے تناسب میں بھی کمی آئی ہے۔ ضلع حیدرآباد میں ایک کمرے پر مشتمل 180 سکولوں کی موجودگی کا انکشاف بھی ہوا ہے جبکہ 223 پرائمری سکول ایسے بھی ہیں جہاں صرف ایک ٹیچر ہی تعینات ہے۔ یہ صورتحال تعلیمی شعبے میں کام کرنے والی تنظیم الف اعلان اور ایس ڈی پی آئی کی جاری کردہ پاکستان ضلعی تعلیمی درجہ بندی 2016ء میں آئی ہے۔ الف اعلان اور ایس ڈی پی آئی کی جاری کردہ رپورٹ کے مطابق ضلعی تعلیمی سکور سکولوں میں داخلے کی شرح، سیکھنے کے معیار، پرائمری سکول کی تعلیم مکمل کرنے اور سکولوں میں طلبہ وطالبات کی شرح کے حوالے سے ترتیب دیا جاتا ہے۔ پرائمری سکولوں سے متعلق 2016ء کے ضلعی تعلیمی سکور کے مطابق حیدرآباد کا درجہ 77 ہے۔ جبکہ 2015ء میں یہ ضلع 62 ویں نمبر تھا۔ حیدرآباد کے پرائمری سکولوں میں 2015ء کے برعکس 14 فیصد کمی آئی ہے اور 2016 میں پرائمری سکولوں میں داخلے کی شرح 63.60 فیصد رہی۔ سکھانے کے معیار کی شرح بھی تقریبا سات فیصد کمی کے ساتھ 2016 میں 41.41 فیصد پر آ گئی۔ پرائمری تعلیم مکمل کرنے کی شرح میں دو فیصد اضافہ ہوا جو ساٹھ فیصد ہوگئی جبکہ طلبہ وطالبات کی موجودگی کا تناسب بھی گزشتہ سال کے مقابلے میں پانچ فیصد کمی کے ساتھ 81.34 رہا۔ پرائمری سکول میں بجلی، پانی، بیت الخلا کی سہولت، چاردیواری اور عمارت کی حالت اطمینان بخش کے حوالے سے ترتیب دیئے گئے ضلعی انفراسٹرکچر کے شعبہ میں بھی ضلع حیدرآباد کی ایک درجہ تنزلی ہوئی ہے جس کے نتیجے میں 2016ء میں ضلع قومی سطح پر 57 ویں درجے پر آ گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق ضلع حیدرآباد میں ایسے سکول جن میں بجلی دستیاب ہے کی شرح 2016ء میں ضلع قومی سطح پر 57 ویں درجے پر آ گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق ضلع حیدرآباد میں ایسے سکول جن میں بجلی دستیاب ہے کی شرح 2016ء تقریبا ایک فیصد کم ہوکر 68.86 فیصد، 57.79 فیصد سکولوں میں پانچ 78.46 فیصد، بیت الخلاء 80.11 فیصد جبکہ صرف 38.27 فیصد پرائمری سکولوں کی عمارات کی حالت اطمینان بخش ہے۔ جاری کردہ رپورٹ میں ملک بھر کے منتخب اضلاع میں موجود ایک کمرہ پر مشتمل سکول کی درجہ بندی کی گئی ہے اور اس درجے میں ضلع حیدرآباد 116 درجے پر آیا۔ رپورٹ کے مطابق ضلع میں پرائمری سکولوں کی مجموعی تعداد 729 ہے جن میں سے 180 پرائمری سکول ایسے ہیں جو کہ صرف ایک کمرہ جماعت پر مشتمل ہیں اور ایک کمرے والے سکول کا تناسب 24.59 فیصد بنتا ہے رپورٹ میں ایک ٹیچر والے سکولوں کی بھی درجہ بندی کی گئی ہے جس کے مطابق حیدرآباد میں ایسے سکولوں کی تعداد 223 ہے جہاں صرف ایک ٹیچر ہی تعینات ہے اور ایک ٹیچر والے سکولوں کا تناسب 30.59 فیصد بنتا ہے۔

(لالہ عبدالحلیم)

ذہنی متاثرہ بچوں کا سکول تمام سہولیات سے محروم

جھــــــنگ جھنگ میں ذہنی طور پر متاثرہ بچوں کے لیے ایک تعلیمی ادارہ جس کا نام ہے Government special education for Mentally Challenged Children. اسے عمومی طور پر ایم سی سی بھی کہا جاتا ہے۔صوبہ پنجاب میں ان سکولوں کو شاداب سکول بھی کہا جاتا ہے۔اس سکول میں سو کے قریب ذہنی متاثرہ بچے داخل ہیں۔حکومت کے اپنے مقرر کردہ معیار کے مطابق ذہنی متاثرہ بچوں کے لیے ایک ٹیچر کا ہونا ضروری ہے کیونکہ ایک ٹیچر اوسطا ایک وقت میں چار سے زیادہ بچوں کو کنٹرول نہں کرسکتا۔اس طرح اس سکول میں کم وبیش چوبیس سے پچیس ٹیچرز کی ضرورت ہے۔اس کے برعکس اس سکول میں پرنسل سے لے کر چوکیدار اور خاکروب تک کل بائیس منظور شدہ اسامیاں ہیں ان میں سے بھی دس خالی پڑی ہیں۔سربراہ ادارہ یعنی پرنسپل کی سیٹ خالی پڑی ہے جس پر گریڈ 17 کے سینئر سپیشل ایجوکیشن ٹیچر رشید بطور قائم مقام سربراہ کام کررہے ہیں جس کے نتیجے میں ان کے ذمے درس وتدریس کا کام متاثر ہورہا ہے۔ادارہ میں گریڈ سولہ کی چار جونیئر سپیشل ایجوکیشن ٹیچر کی منظور شدہ اسامیاں ہیں جن میں سے دو خالی پڑی ہیں۔گریڈ بارہ کی ووکیشنل ٹیچر کی سیٹ بھی خالی پڑی ہیں۔سکول کا ہاسٹل چونکہ فعال ہے اس لیے ہاسٹل سپرنٹنڈنٹ کی اسامی خالی پڑی ہے اگرچہ ہاسٹل کے لیے پینتیس لاکھ روپے کا فرنیچر اور کراکری بھی خریدی جاچکی ہے لیکن باورچی کی سیٹ بھی خالی پڑی ہے۔مزید برآں ادارہ میں چوکیدار اور نائب قاصد کی سیٹیں بھی خالی پڑی ہیں۔ بچے چونکہ ذہنی طور پر متاثرہ ہیں لہذا یہ عام پبلک ٹرانسپورٹ استعمال نہیں کرسکتے اس لیے ادارہ کے پاس اپنی 22 سیٹر چینی (بلیک لسٹ) کمپنی ڈونگ فنگ کی نئی بس سے۔ذہنی طور پر 95 متاثرہ بچوں کو اس 22 سیٹر منی بس میں سکول لایا اور یہاں سے لے جایا جاتا ہے۔اس بس پر کوئی کنڈیکٹرز سے سکول کا ایک چوکیدار جو سکول میں نائب قاصد کے فرائض بھی سرانجام دیتا ہے وہ صبح اور دوپہر کو اس بس پر بطور کنڈیکٹر بھی کام کرتا ہے۔اس منی بس پر کام کرنے والا ڈرائیور اگر کبھی ڈیوٹی پر آنے کی بجائے چھٹی پر چلا جائے تو اس روز بس نہیں چلتی جس کے نتیجے میں بچے سکول نہیں آتے اور سکول میں کوئی کام نہیں ہوتا۔سپیشل ایجوکیشن سکولز میں ایک میوزک ٹیچر کی اسامی بھی ہوتی ہے حکومت نے میوزک ٹیچرز کو II گروپ دیا ہے لیکن اس سکول میں یہ عہدہ نویں سکیل کا ہے اس لیے یہاں کوئی شخص بطور میوزک ٹیچر آنے کو تیار نہ ہونے کی وجہ سے یہ سیٹ بھی خالی پڑی ہے۔یہ ادارہ چونکہ اب سیکنڈری لیول کا ہوگیا ہے لہذا قانون کے تحت یہاں دو کلینیکل سائیکالوجسٹ کی ضرورت ہے۔صوبہ پنجاب میں ایم سی سی سکولز سیکنڈری لیول کی تعداد 10 ہے۔سکول میں کم سے کم تین سینئر ٹیچرز ہوتے ہیں جبکہ مذکورہ سکول میں صرف ایک سینئر ٹیچر ہے۔

سفارشات

... سکول میں کل وقتی مستقل پرنسپل تعینات کیا جائے۔

... حکومت کو اپنے مقرر کردہ معیار کے مطابق اسامیاں پیدا کر کے انہیں پُر کیا جائے۔

... ادارہ کو اس میں داخل ذہنی متاثرہ بچوں کی تعداد کے مطابق کم سے کم پانچ کوسٹر گاڑیاں فراہم کی جائیں۔اوران گاڑیوں پر مستقل ڈرائیور اور کنڈیکٹر تعینات کیے جائیں۔

... ای ڈی او/ سی پی کو پابند کیا جائے کہ وہ کم سے کم ایک سہ ماہی میں ایک مرتبہ ان سکولوں کا خود جاکر جائزہ لے اور ان کے مسائل حل کرنے میں خصوصی دلچسپی لے۔

... یہ سکول چونکہ اب حکومت پنجاب کے ماتحت میں ہے لہذا منتخب ممبران صوبائی اسمبلی بالخصوص شہر سے منتخب ہونے والی خاتون ایم پی اے نہ صرف یہ کہ وہ اس سکول کا دورہ کرے بلکہ اس کے مسائل حل کرائے۔

... موسمی حالات کوملحوظ رکھتے ہوئے ان بچوں کو عام بچوں کے سکولوں میں ہونے والی تعطیلات کے شیڈول کے ساتھ منسلک کرنے کی بجائے انہیں گرمیوں کے آغاز پر ہی چھٹیاں دے دی جائیں اسی طرح دوسرے سکولوں کے ساتھ 15 ستمبر تک بند رکھا جائے۔

... سکول ہذا میں قائم نوتعمیر شدہ ہاسٹل کو فعال کیا جائے تاہم اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو اسے کسی دوسرے تعلیمی مقصد کے لیے استعمال کیا جائے اور بصورت دیگر مسلسل بند رہنے کی وجہ سے یہ عمارت نہ صرف یہ کہ اپنی افادیت کھوبیٹھتی بلکہ جلد خستہ حالی کا شکار ہوجائے گی۔ضلع جھنگ کے تمام خصوصی تعلیمی اداروں کو باضابطہ کرنے کے لیے ضلع میں سپیشل ایجوکیشن آفیسر کی تعیناتی کی جائے۔

(قمر زیدی)

نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم شامل کی جائے

جھــــــنگ نیشنل کمیشن فارہیومن ڈویلپمنٹ کے مقامی آفس میں بچوں کو پرائمری سکول میں داخل کرانے کی مہم کے حوالے سے تین روزہ ٹیچرز ٹریننگ ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا جس میں مختلف چالیس سکولوں کے خواتین ومرد ٹیچرز نے شرکت کی۔ دو جون کو دوران ٹریننگ انہوں نے حصول تعلیم اور انسانی حقوق کے حوالے سے ایک خصوصی سیشن کا اہتمام کیا۔این سی ایچ ڈی کے جنرل منیجر احسان اللہ کمبوہ نے اس موقع پر ایچ آر سی پی کے ضلعی رابطہ کار قمر زیدی کو شرکاء سے موضوع پر بات چیت کرنے کے لیے مدعو کیا۔شرکاء کو بتایا گیا کہ دوسری جنگ عظیم کی تباہ کاریوں سے یہ سبق لیا گیا کہ جنگ کسی مسئلے کا حل نہیں بلکہ جنگ خود ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔لہذا یہ طے پایا کہ قوموں کے مابین تنازعات کو حل کرنے کے لیے ایک عالمی ادارہ قائم کیا جائے۔اس فورم کا نام اقوام متحدہ رکھا گیا ہے جس کا قیام اکتوبر 1945 میں عمل میں لایا گیا۔اقوام متحدہ میں شامل تمام ممالک نے بعد ازاں 10 دسمبر 1948 کو ایک اعلامیہ منظور کیا جو 30 آرٹیکلز پر مشتمل ہے اس کو انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ کہا جاتا ہے جن اولین ممالک نے اس اعلامیہ پر دستخط کئے ان میں پاکستان بھی شامل ہے۔ یہ بھی تجویز ہے کہ ہر تین سال بعد نصاب تعلیم میں حالات کے مطابق تبدیلی کی جائے اس طرح جنگ وجدل، قتل وغارت اور لوٹ مار کے واقعات کو حب الوطنی کے لبادے میں نوجوانوں کو بڑھا کر انہیں دہشت گردی اور تشدد کرنے پر مائل کی بجائے رواداری کے کلچر کو فروغ دیا جائے۔کیا ہمارے تعلیمی/ مذہبی اداروں میں رواداری کو فروغ دینے کے حوالے سے کوئی تعلیم یا تربیت کی جارہی ہے یا جہاد کے نام پر فساد برپا کرنے کے لئے یہ ادارے نرسریوں کا کام کررہے ہیں اس کا جواب شرکاء ورکشاپ پر اس لئے جوڑا جائے کہ آپ معاشرے کا ایک اہم جزو ہے۔شرکاء سے گزارش ہے کہ وہ انسانی حقوق کا عالمی منشور کا بھی مطالعہ کریں۔

(قمر زیدی)

انتہاپسندی کی روک تھام اوررواداری کے فروغ کے لیے منعقدہ تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس

صوابی 10-11 مئی 2016ء انتہا پسندی کے خاتمے اور انسانیت دوست اقدار کے فروغ کے لئے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے زیر انتظام حجرہ محمد امین نزد مدینہ ٹاؤن، ٹوپی ضلع صوابی میں 10-11 مئی 2016ء کو دو روزہ تربیتی ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا۔ ورکشاپ میں ریاست اور شہریوں کا رشتہ کن بنیادوں پر مستحکم یا کمزور ہوتا ہے؟ موجودہ صورتحال میں انتہاپسندی کے فروغ یا انسداد میں ریاست کا کردار آپ کیسے دیکھتے ہیں؟, کیا انسانی حقوق کی تعلیم خاص طور پر آئین میں درج بنیادی حقوق بطور مضمون نصاب میں شامل ہونے چاہئیں اگر ہاں تو اس حوالے سے کیا موثر حکمت عملی ہوسکتی ہے اور اس مقصد کے حصول کیلیئے انسانی حقوق کے کارکنوں کا کیا کردار ہوسکتا ہے؟ کسی بھی ملک میں میڈیا کی بنیادی ذمہ داریاں کیا ہوتی ہیں، انتہا پسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار, انتہاپسندی کیا ہے اس کی مختلف اقسام ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کیلیئے لائحہ عمل, مذاہب عالم احترام انسانیت ،امن اور رواداری کا درس دیتے ہیں، اگر ہاں تو نفرت، تعصب اور تفرقہ بازی سے نجات کے لی کیا مئوثر حکمت عملی ہوسکتی ہے, پاکستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی بنیادی وجوہات، ان کا سد باب کیسے ممکن ہے اور اس حوالے سے انسانی حقوق کے کارکنوں کا کیا کردار ہوسکتا ہے؟ کے موضوعات پر تبادلہ خیال ہوا۔ سہولت کاروں میں ندیم عباس، شیر زمان، جواد یوسفزئی، لقمان علی، فضل کرم اور انیس احمد ٹکر شامل تھے۔ ورکشاپ میں ٹوپی کے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔ سب سے پہلے نذیر احمد نے سب شرکاء کا تعارف کرایا اور ورکشاپ سے قبل شرکاء کا استعدادی جائزہ لیا گیا۔ تقریب کی مختصر رپورٹ ذیل میں بیان ہے۔

تحصیل ٹوپی کے مسائل کا جائزہ:

نذیر احمد

سب سے پہلا مسئلہ تعلیمی اداروں میں اساتذہ کا نہ ہونا ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ شہر سے دور دیہاتی علاقے میں بہت سی بنیادی ضروریات کی کمی پائی جاتی ہے۔ بچیوں کی تعلیم کے لئے سکولوں و کالجوں کی کمی ہے اور معیاری تعلیم بھی نہیں دی جاتی۔ تعلیم کی شرح زیادہ ہونے کے باوجود وہ مواقع میسر نہیں جو کہ اس شعبہ میں بہتری لاسکیں۔ عورتوں کو عموماً گھر میں رکھنے کو ترجیح دی جاتی ہے اور کافی حد تک ان کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔ ذاتی دشمنیاں بھی عروج پر ہیں۔ تربیلہ ڈیم سے قریب ہونے کے باوجود یہاں بجلی کی قلت کا کافی مسئلہ ہے۔ کچھ عرصے سے انتہاپسند گروہ پروان چڑھنے کی وجہ سے حالات اکثر ٹھیک نہیں رہتے اور لوگوں کو روزگار کے بھی بہت کم مواقع میسر آتے ہیں۔ صحت سے جڑے ہوئے بھی کافی مسائل ہیں۔ اس تحصیل میں ایک بھی بڑا ہسپتال بھی نہیں بنایا گیا ہے اور جو صحت کے مراکز ہیں ان میں سہولیات کا فقدان ہے۔

ریاست اور شہریوں کا رشتہ کن بنیادوں پر مستحکم یا کمزور ہوتا ہے؟ موجودہ صورتحال میں انتہاپسندی کے فروغ یا انسداد میں ریاست کا کردار آپ کیسے دیکھتے ہیں؟

ندیم عباس

ریاست ایسے ادارے کا نام ہے جو کسی بھی جگہ ایک خاص سوچ اور تمدن رکھنے والے لوگوں کے لیے معاشرتی زندگی گزارنے کے اصول اور قوانین بناتی ہے اور ہر طرح سے اپنے باشندوں کا خیال رکھتی ہے۔ ریاستی امور چلانے کے لیے کچھ اور اداروں اور لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے اس بات کو یقینی بنایا جاتا ہے کہ ریاست میں کون سا نظام بہتر رہے گا اور آیا وہ اپنے شہریوں کے حقوق اور سہولیات کا خیال رکھ پائے گا یا نہیں۔ یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ کیا ریاست اور شہریوں کے بیچ رشتہ مضبوط ہے یا اس میں کچھ کمزوریاں ہیں اور اگر کمزوریاں ہیں تو ان کو دور کیسے کیا جا سکتا ہے۔ کوئی بھی ریاست یا شہری ایک دوسرے کے بغیر آگے نہیں جا سکتے اور ایک ساتھ چلنے سے ہی اس ریاست میں امن اور انصاف کا بول بالا ہوتا ہے۔ اگر ریاست اپنے شہری کے جائز حقوق مان کر ان حقوق کا تحفظ کرے گی تو شہری بھی ریاست سے مطمئن ہوکر ریاست کا احترام کریں گے اور کوئی ایسا عمل نہیں کریں گے جس سے ریاست کا تقدس پامال ہو۔ جہاں تک بات ہے انتہا پسندی کے فروغ یا انسداد کی کہ ریاست کا اس میں کردار اس طرح بنتا ہے کہ جب ریاست قوانین بناتی اس وقت لوگوں سے ایک رابطہ ہوتا ہے۔ جب ریاست کچھ ایسے کام کرتی ہے جو کہ وہاں کے شہریوں کے خلاف جاتے ہیں تو عمومی طور پر لوگ مشتعل ہوکر انتہا پسند بن جاتے ہیں اور ریاست پر انگلی اٹھانے کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے کام بھی کرتے ہیں جس کی وجہ سے ریاست کا نظام متاثر ہوتا ہے اور ایک غیر متوازن صورتحال پیدا ہوتی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ریاست قوانین کے اطلاق اور انصاف کی فوری فراہمی میں ناکام ہو جاتی ہے جس سے ایک غیر یقینی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے اور شہریوں کا اعتبار ریاست سے اٹھ جاتا ہے۔ ریاست شہریوں کا ہر طرح سے خیال رکھنے کی پابند ہوتی ہے۔ ریاست کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ انتہا پسندانہ سوچ نہ رکھے اور نہ ہی کسی گروہ کو جو کہ اس طرح کی سوچ رکھتا ہو پروان چڑھنے دے۔ ریاست کو چاہئے کہ وہ امن قائم رکھنے اور انتہا پسندی کا سد باب کرنے پر سنجیدگی سے توجہ دے اور ایسے اقدامات کرے کہ نہ شہری مشتعل ہوں اور نہ ہی انتہا پسند گروہ ریاست میں پناہ لے کر اپنی تخریبی کاروایاں کرسکیں۔

شرکاء کے سوالات:

سوال: اگر ریاست کا کام قانون سازی اور سہولیات دینا ہے تو وہ اس میں تاخیر کیوں کرتی ہے؟

جواب: بعض دفعہ ریاست اس میں اس لیے تاخیر کا باعث بنتی ہے کہ اس کے مفادات ہوتے ہیں جن کی بنا پر وہ اس طرح کرتی ہے۔ لیکن جیسا کہ کہا گیا ریاست ان سب چیزوں کی پابند ہے تو وہ لازمی بنیادوں پر پھر اپنے شہریوں کا خیال رکھے گی۔

سوال: انتہا پسندی کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟

جواب: انتہا پسندی ایک وباء کی طرح ہے پھیل جائے تو علاج مشکل لگتا ہے۔ لیکن اگر لوگوں میں برداشت آجائے اور مثبت سوچ جنم لے تو انتہا پسندی کا خاتمہ ممکن ہے۔ سب سے پہلے یہی دیکھنا چاہیے کہ انتہا پسندی کے اسباب کیا ہیں اور اس کا ذمہ دار کون ہے۔

کیا انسانی حقوق کی تعلیم خاص طور پر آئین میں درج بنیادی حقوق بطور مضمون نصاب میں شامل ہونے چاہئیں اگر ہاں تو اس حوالے سے کیا موثر حکمت عملی ہو سکتی ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے انسانی حقوق کے کارکنوں کا کیا کردار ہوسکتا ہے؟

شیر زمان

انسان کی درجہ بندی مختلف طرح سے کی گئی ہے مثلاً رنگ، نسل، ذات، زبان، مذہب، ثقافت، سیاسی حیثت،

جنس، معاشرتی مقام، اور قومیت لیکن کسی بھی بنیاد پر انسانوں کے حقوق کو پامال نہیں کیا جا سکتا۔ انسانی حقوق عالمی طور پر تسلیم کئے گئے ہیں اور ان کا احترام لازم ہے۔ ہر انسان آزاد پیدا ہوتا ہے اور سب کے حقوق برابر ہیں۔ کوئی بھی قانون ،عقیدہ یا رواج اگر انسانیت کی نفی کرتا ہے تو یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ ہمارے معاشرے میں بہت سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں خاص طور پر خواتین، بچوں اور اقلیتوں کے ساتھ بہت سی زیادتیاں ہوتی ہیں اور ان کے حقوق کو پامال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے قوانین جو کہ 1973ء کے آئین میں بھی شامل ہیں ان کا بھی خیال نہیں رکھا جاتا جیسا کہ زندگی کا حق ،تحفظ، جبری مشقت، آزادی رائے، حرکت، اجتماع یعنی کسی جگہ اکٹھا ہونا، تعلیم کا حق، مذہبی آزادی، جائیداد کا حق اور صحت کا حق۔ ان تمام قوانین کا آئین میں شامل ہونے کے بعد بھی اطلاق نہیں ہوتا اور لوگ اپنے حق کے حصول لئے ذلیل وخوار ہورہے ہیں۔ یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو ان کے حقوق سے آگاہ کرے اور وہ حقوق ان کو دینے کی بھی حتی الوسع کوشش کرنی چاہئے۔ ایسا تب ہی ممکن ہے جب انسانی حقوق کی تعلیم کو نصاب میں شامل کیا جائے اور اس پر زور دیا جائے کہ اس کو بطور مضمون سکول کی سطح سے لیکر کالج یونیورسٹی تک اس کو شامل نصاب ہونا چاہئے کیونکہ جب سب کو اپنے حقوق کا پتہ ہوگا تو ان کا حصول بھی آسان ہوگا۔ جس معاشرے میں لوگوں کو اپنے حقوق کی بابت آگاہی نہیں ہوتی وہاں بہت سی برائیاں جنم لیتی ہیں اور وہ معاشرہ کبھی بھی ترقی نہیں کرتا۔ دنیا میں جتنے ترقی یافتہ ممالک ہیں ان میں انسانی حقوق کے متعلق آگاہی ہے اور یہاں تک کہ ان کے تعلیمی اداروں میں انسانی حقوق کو بطور مضمون شامل کیا گیا ہے اور ان کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ اس حوالے سے سول سوسائٹی، عام لوگ، ٹریڈ یونینز، اور سب سے بڑھ کر میڈیا ایک بہت بڑا کردار ادا کرسکتا ہے۔

شرکاء کے سوالات:

سوال: ہمارا تعلیمی نظام پرانا ہے اس کو تبدیل کرنے سے کیا کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا؟

جواب: بالکل اگر تعلیمی نظام میں تبدیلی لائی جائے اور ایک ایسا نصاب ترتیب دیا جائے جس میں یہ سب چیزیں شامل ہوں تو بہت حد تک بہتری آسکتی ہے۔ اگر ہمارے نصاب سے یہ سب خرابیاں دور کردی جائیں اور بہتر نصاب تعلیم رائج کیا جائے تو لوگوں میں کبھی بھی انتہا پسندی یا عدم برداشت کا روّیہ پیدا نہیں ہوگا۔

سوال: اس حوالے سے ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں؟

جواب: ہماری ذمہ داری بہت اہم ہے کیونکہ ہم ہی اس معاشرے کا حصہ ہیں اور یہ حقوق ہمارے ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ یہ تمام حقوق نصاب کا حصہ بنیں تو ہمیں مثبت طریقے سے آواز اٹھانی پڑے گی اور ریاست کو یہ بات سمجھانی ہوگی کہ ہمارے حقوق کو جاننا اور انہیں لوگوں کو فراہم کرنا ریاست کی اولین ذمہ داری ہے۔ انہی حقوق کی بابت ہماری نئی نسل کو آگاہ کروانا بھی ریاست ہی کی ذمہ داری ہے اور یہ کام نصاب سے بہتر اور کوئی چیز نہیں کرسکتی۔

کسی بھی ملک میں میڈیا کی بنیادی ذمہ داریاں کیا ہوتی ہیں، انتہا پسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار

فضل کرم

اگر ہم آج سے 15 سال پیچھے چلے جائیں تو ایک واقعہ ہمیں یاد آئے گا جو امریکہ میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی کا ہوا تھا اور اس سے نہ صرف وہاں بلکہ پوری دنیا میں تہلکہ مچ گیا تھا اور وہی مسئلہ افغان جنگ کا بھی سبب بنا۔ اس جنگ کی گرمی ہمارے ملک تک بھی پہنچی اور اس کا خمیازہ ہم ابھی تک بھگت رہے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو اس چیز کو وہاں کے میڈیا نے اس طرح سے پیش نہیں کیا جس سے معاشرے میں خوف و ہراس پھیلے۔ وہاں کا میڈیا صحافت کے اصول وضوابط کی خلاف ورزی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسی طرح ہر ریاست میں ایک ایسا ادارہ ہوتا ہے کہ جو میڈیا کے لیے قوانین بنا کر اس پر عملدرآمد کرنے پر زور دیتا ہے۔ ہمارے ملک میں المیہ یہ ہے کہ یہاں قوانین اور ادارے موجود ہونے کے باوجود میڈیا کو ایک بے لگام آزادی دی گئی اور جو میڈیا چینلز کے جی میں آتا ہے وہ دکھاتے ہیں۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ لوگ گمراہ ہوکر ایک غلط رائے قائم کرلیتے ہیں۔ اس کے علاوہ میڈیا ہی کی وجہ سے معاشرے میں لوگوں کی درجہ بندی ہوگئی ہے اور اس بنیاد پر وہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے ہیں۔ میڈیا کی بنیادی ذمہ داری لوگوں کو صحیح معلومات فراہم کرنا ہے اور ملکی وقار کو بحال رکھنا ہے۔ اس کے لیے وہ میڈیا کے اصول وضوابط کی بھی پابندی کرے گا اور اپنے اداروں میں تربیت یافتہ اور غیر جانبدار لوگوں کو کام دے گا۔ اس کے علاوہ جو ذمہ دار عہدے ہیں ان پر ایسے لوگوں کو بٹھانا ہوگا جن کو میڈیا کے تمام اصول ازبر ہوں اور وہ ان کا پاس بھی رکھتے ہوں۔ کوئی ایسی خبر نہیں لگانی یا چلانی جس سے لوگوں میں ایک غلط رائے پیدا ہو۔ اسی طرح خبر کی تصدیق سب سے ضروری چیز ہے کیونکہ اسی سے آپ لوگوں کو باخبر رکھتے ہیں۔ اسی طرح اگر دیکھا جائے تو پچھلی ایک دہائی سے بدقسمتی سے ہمارے میڈیا نے انتہا پسندی کو کم کرنے کی بجائے اور بھی ہوا دی اور کچھ ایسے کام کئے جن کی وجہ سے ہمارے عالمی تشخص کو بھی کافی حد تک دھچکا لگا اور باہر کی دنیا کے لوگ ہم سے متنفر ہونے لگے۔

شرکاء کے سوالات:

سوال: میڈیا کو کیسے فعال بنایا جاسکتا ہے اور کیا ایسا ممکن ہے؟

جواب: ایسا ممکن ہے کیونکہ اگر میڈیا مثبت طریقے سے کام کرے گا، اصول وضوابط کا خیال رکھے گا اور ایسے پروگرام تشکیل دے گا جس سے لوگوں کا فائدہ ہوگا، ان کا ذہن کھلے گا، ان کی اچھی رائے قائم ہوگی اور جو ہماری باہر کی دنیا میں ایک غلط تصویر کشی ہوئی ہے وہ بھی منفی نہیں رہے گی۔ ایسا تب ہی ممکن ہوسکتا ہے جب میڈیا کو اس کی ذمہ داریوں کا پتہ ہو اور وہ اس ملک کو اپنا ملک تصور کریں۔ اس کے علاوہ اس بات پر توجہ دیں کہ جو لوگ اس کام کے لئے تعینات کئے جارہے ہیں وہ تربیت یافتہ اور غیر جانبدار ہیں۔

سوال: میڈیا آج کل زیادہ تر منفی چیزوں پر توجہ دیتا ہے نہ کہ مثبت پر، ایسا کیوں ہے؟

جواب: ایسا تب ہی ہوتا ہے جب میڈیا کا مقصد صرف پیسے کمانا ہو یا اس کو مجبور کیا جاتا ہو کہ ایسا دکھاؤ تو پھر اسے دکھانا پڑتا ہے اور یہ سوچے بنا دکھایا جاتا ہے کہ اس کا لوگوں پر کیا اثر ہوگا۔ اگر دیکھا جائے تو میڈیا کی غلط روش سے معاشرے میں ایک بہت بڑا خلاء پیدا ہوا ہے۔ ایک واقعہ آپ کو بھی یاد ہوگا کہ ایک ٹی وی اینکر نے اپنے پروگرام میں براہ راست کہا تھا کہ احمدی واجب القتل ہیں اور اس کا اثر یہ ہوا کہ اس سے اگلے دن سندھ میں کچھ احمدیوں کا قتل ہوا۔ میڈیا کو چاہئے کہ ایسی خبریں نشر نہ کرے جس سے معاشرے میں لوگ مشتعل ہوں۔

انتہاپسندی کیا ہے اس کی مختلف اقسام ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کیلئے لائحہ عمل

جواد یوسف زئی

انتہا پسندی اس انفرادی یا مجموعی رویے کا نام ہے جو کہ کبھی عملی شکل میں اور کبھی ایک سوچ یا بیان کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور اس سے کافی مسائل جنم لیتے ہیں اور معاشرے کی تباہی کا سبب بنتے ہیں۔ انتہا پسندی کو چھوٹی سطح سے لیکر بڑی سطح تک پہنچنے میں دیر نہیں لگتی کیونکہ جب یہ پھیلنے لگتی ہے تو کسی وباء کی طرح پھیلتی ہے اور پورے نظام کو درہم برہم کردیتی ہے۔ معاشرے میں ایسے گروہ پروان چڑھنے لگتے ہیں جن کا مقصد صرف اور صرف معاشرے کی تباہی اور لوگوں کو گمراہ کرنا ہوتا ہے اور اس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہوتے ہیں

کیونکہ ان کو اپنے ہم خیال اور اس نظام سے مایوس لوگ بکثرت مل جاتے ہیں اور پھر یہ انتہا پسند لوگ ان کا استعمال کرتے ہیں۔انتہا پسندی کی بہت سی اقسام ہیں،لیکن کچھ ایسی اقسام ہیں جو کہ بہت حد تک نقصان دہ ہیں جیسا کہ،مذہبی،سیاسی،معاشرتی انتہا پسندی وغیرہ۔لیکن جو آج کل سب سے زیادہ نقصان دہ سمجھی جاتی ہے وہ مذہبی انتہا پسندی ہے کیونکہ کچھ نام نہاد گروہ مذہب کی غلط تشریح کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور اپنے مذموم عزائم حاصل کرتے ہیں۔انتہا پسندی کا ہماری زندگی پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔سب سے زیادہ اثر نئی نسل پر پڑتا ہے کیونکہ اکثر اوقات اس نظام سے وہ تنگ آکر فرار کا راستہ تلاش کرتے ہیں اور پھر انہی انتہا پسند گروہوں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں اور تخریبی کاروائیوں میں لگ جاتے ہیں۔ایسے بہت سے بچے ہیں جن کا ان انتہا پسند گروہوں نے غلط استعمال کیا اور نہ صرف ان کی بلکہ ان کے خاندانوں کی بھی زندگی اجیرن بن جاتی ہے۔انتہا پسندوں کا ہدف بھی نوجوان نسل ہے کیونکہ وہ بہت جلد ان کی باتوں میں آجاتے ہیں اور یہ ان کو سبز باغ دکھا کر ایک غلط راستے پر ڈال دیتے ہیں۔انتہا پسندی جس رفتار سے پھیل رہی ہے اس رفتار سے اس کی روک تھام مشکل ہے لیکن صحیح حکمت عملی سے اور مدبرانہ سوچ سے اس پر قابو پایا جا سکتا ہے۔سب سے پہلے ہمیں اپنے رویّوں کو مثبت کرنا ہوگا اور خود میں برداشت کا مادہ پیدا کرنا ہوگا۔ریاست کو ایسے اقدامات اٹھانے پڑیں گے جس سے انتہا پسند گروہ سر نہ اٹھا سکیں اور ان کا گھیراؤ کیا جائے۔سزا اور جزا کا عمل اس طرح سے جاری رکھا جائے کہ گنہگار کو سزا اور بے گناہ کو انصاف ملے تو خود بخود انتہا پسندی دم توڑ دے گی۔

شرکاء کے سوالات:

سوال:انتہا پسند گروہ کا پتہ کیسے چلے گا؟

جواب: یہ جاننا بہت آسان ہے، جب آپ معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ کو کئی طرح کے لوگ ملیں گے جن کی اپنی کوئی نہ کوئی پہچان ہوگی۔ایسے میں انتہا پسند تنظیموں یا گروہوں کا بھی آپ کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ کس قسم کی سوچ کے مالک ہیں اور وہ کن کاموں میں مصروف ہیں۔

مذاہب عالم احترام انسانیت،امن اور رواداری کا درس دیتے ہیں،اگر ہاں تو نفرت،تعصب اور تفرقہ بازی سے نجات کے لئے کیا موثر حکمت عملی ہو سکتی ہے۔

لقمان علی

مذہب کے معنی ہیں طریقوں،اصولوں اور عقائد کا مجموعہ اور اسی مجموعے کو اپنی زندگی میں شامل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے بعد ہی ہم ایک مذہب کے پیروکار بنتے ہیں۔مذہب بنیادی طور پر انسانوں کے لیے بنا ہوتا نہ کہ انسان مذہب کے لیے بنے ہیں۔اسی طرح دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں وہ کسی نہ کسی فلسفے کی بنیاد پر بنے ہیں اور بہتر اصول یہ ہے کہ ایک دوسرے کے مذہب کا احترام قائم رہے اور امن وآشتی کی فضا برقرار رہے۔جیسا کہ مذہب انسانوں کے لیے بنا ہوا ہے تو ظاہری سی بات ہے یہ انسانوں کی فلاح کے لیے ہوگا نہ کہ ان کی بے سکونی یا نقصان کے لیے۔ایک مذہب نہ صرف اس کے پیروکاروں کے لیے بھلائی کا باعث ہوتا ہے بلکہ دوسرے مذاہب کے لیے بھی۔اس میں لچک ہوتی ہے۔اگر ہم دنیا کے تمام مذاہب پر نظر ڈالیں اور ان کا موازنہ کریں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ تمام مذاہب امن کا درس دیتے ہیں اور بھلائی کی طرف بلاتے اور برائی سے روکتے ہیں۔اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کے تمام مذاہب کا بنیادی اصول اور مقصد انسان کو عزت دینا،امن قائم رکھنا اور ایک دوسرے سے جوڑے رکھنا ہے۔کوئی بھی مذہب کبھی بھی یہ اجازت نہیں دیتا کہ آپ کسی کو کم تر سمجھیں یا اس کی عزت نفس مجروح کریں اور اسے دکھ دیں۔اسلام میں کسی کو تکلیف دینا یا حقارت کی نظر سے دیکھنا یا اس کے حقوق پامال کرنا بالکل بھی برداشت نہیں کیا جاتا۔اسلام کی نظر میں سب برابر ہیں اور یہی قانون فطرت بھی ہے۔دنیا کے کسی بھی مذہب کی گہرائی میں جائیں تو آپ کو یہی سب کچھ ملے گا جو کہ اسلام میں بیان کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ معاشرتی لحاظ سے ترقی یافتہ ممالک کو اگر دیکھا جائے تو وہاں پر سب سے اہم انسانیت ہے۔اگر کسی جانور کو بھی تکلیف ہوتی ہے تو وہ اس کی بابت بھی پوچھتے ہیں۔ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ کسی انسان کی قدر و قیمت نہیں۔اسی طرح مذہب کبھی بھی فرقہ واریت کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا بلکہ مذہب کا تو کام ہی لوگوں کو ایک جگہ پر جمع کر کے امن کا پیغام دینا ہے۔یہ مذہب ہی تو ہوتا ہے جو لوگوں کو ایک ساتھ رکھتا ہے اور برابری کا درس دیتا ہے۔نفرت وتعصب یا فرقہ واریت کی اصل وجہ کم علم علماء اور مذہب کی غلط تشریح ہے جس کی وجہ سے یہ مسائل پیدا ہوتے ہیں۔اس طرح کے مسائل کو حل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مذہب کی غلط تشریح نہ ہو اور لوگوں کو ان کے جائز حقوق ملیں۔کیونکہ جب ریاست یا کوئی ادارہ لوگوں کو ان کے حقوق نہیں دے گا تو لوگ مشتعل ہوں گے اور معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوگا جس سے انتہا پسند گروہوں کو تقویت اور افرادی قوت ملے گی اور معاشرے کی حالت ابتر ہوتی جائے گی۔انصاف کا بول بالا اور مساوی حقوق ہی کسی ریاست کی خوشحالی اور امن کا باعث بن سکتے ہیں۔

پاکستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی بنیادی وجوہات،ان کا سد باب کیسے ممکن ہے اور اس حوالے سے انسانی حقوق کے کارکنوں کا کیا کردار ہو سکتا ہے؟

انیس احمد ٹکر

عام فہم الفاظ میں جو دوسروں کے فرائض ہیں وہی آپ کے حقوق ہیں اور جو آپ کے فرائض ہیں وہی دوسروں کے حقوق ہیں۔حق رائے آزادی،جلسہ وجلوس کی آزادی،روٹی،کپڑا،مکان وغیرہ سب انسان کے بنیادی حقوق ہیں۔اگر کوئی انسان دوسرے انسان سے یہی حقوق چھینے گا یا ان کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا تو اس کو انسانی حقوق کی پامالی کہا جائے گا۔ہمارے ملک کی بدقسمتی ہے کہ قانون کے ہوتے ہوئے بھی ایک عام آدمی در در کی ٹھوکریں کھا رہا ہے اور اس کو دور دور تک انصاف کی کوئی مشعل نظر نہیں آرہی ہے۔قانون تو ایک تحریر ہے جس کو عملی جامہ انتظامیہ پہناتی ہے مگر یہاں پر دیکھنا ہوگا کہ وہی انتظامیہ قانون کس طرح لاگو کرے گی۔ہمارے ملک میں قانون کا نفاذ یہی ہے کہ اسمبلی سے قانون آتا ہے اور انتظامیہ اس کا غلط استعمال شروع کر دیتی ہے۔مہذب طریقہ تو یہی ہے کہ قانون منظور ہوگا اس پر ایک مخصوص ترتیب کے ساتھ عوام سے رائے لی جائے کہ عوام کو یہ قانون منظور ہے کہ نہیں۔عوام جو فیصلہ دیں وہی مقدم ہوگا اور اسی بنیاد پر وہ قانون نافذ ہوگا یا رد کر دیا جائے گا۔مہذب طریقہ یہی ہے کہ پہلے تمام عوام کو میڈیا اور پریس کے ذریعے خبردار کیا جائے کہ یہ قانون ہے یہ اسکی سزا اور یہ جزا ہے،تو پھر لوگوں کو اس قانون کی اہمیت اور ماہیت کا احساس ہوگا اور وہ اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ہمارے ملک میں جتنی انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں اس کے پیچھے یہی وجہ ہوتی ہے کہ ہمیں نہ اس حق کے متعلق پتہ ہوتا ہے اور نہ ہی قانون کے متعلق۔انسانی حقوق کے کارکنوں کو چاہئے کہ ان کو انسانی حقوق سے متعلق جتنی جانکاری ہو وہ اسے لوگوں تک پہنچائیں اور خود بھی اس حوالے سے مزید جان کر اپنا فرض بخوبی انجام دیں۔اگر لوگوں کو اپنے حقوق سے روشناس کر کے صحیح راستہ دکھا دیا جائے تو ہم بھی پاکستان میں دنیا کا ترقی یافتہ اور مہذب معاشرہ بنا سکتے ہیں۔

مٹھ 16-17 مئی 2016ء

تحصیل مٹھ کے مسائل کا جائزہ:فضل ربی نے مختصر طور پر تحصیل مٹھ کے مسائل بیان کیے اور کہا کہ یہاں انتہا پسندی اور دہشتگردی نے بہت سے مسائل کو جنم دیا ہے۔مٹھ میں بہت سے تعلیمی اداروں کو مسمار کیا گیا ہے جس کی وجہ سے طلباء

کی تعلیمی سرگرمیوں پر اثر پڑا اور انہوں نے خوف زدہ ہو کر سکول جانا چھوڑ دیا ہے۔ صحت کے شعبہ میں بنیادی مراکز صحت کی کمی تو پہلے سے ہی تھی اب جو موجود تھے ان کو بھی کافی نقصان پہنچایا گیا ہے اور عملے کی اشد ضرورت ہے۔ خواتین سے متعلق بھی یہاں کافی مسائل ہیں۔ ان کے گھریلو اور معاشرتی حقوق پامال ہوتے ہیں۔ ایسے مراکز قائم نہیں کئے گئے جہاں پر ان لوگوں کی تربیت یا اصلاح کی جائے جو کہ انتہا پسندی یا دہشتگردی سے متاثرہ ہیں اور خوف و کشمکش میں مبتلا ہیں۔ ایک پر فضا مقام ہونے کے باوجود بھی مٹہ کی سڑکوں کا حال کافی خراب ہے جس کی وجہ سے اب سیاح بہت کم آتے ہیں۔

ریاست اور شہریوں کا رشتہ کن بنیادوں پر مستحکم یا کمزور ہوتا ہے؟ موجودہ صورتحال میں انتہا پسندی کے فروغ یا انسداد میں ریاست کا کردار آپ کیسے دیکھتے ہیں؟

ندیم عباس

ریاست نہ تو فرد ہے نہ ہی کوئی طاقت بلکہ یہ ایک ایسا ادارہ ہے جہاں پر کچھ لوگ ایک ساتھ رہتے ہیں۔ وہ لوگ ایک عقیدے، نسل، مذہب اور رسم ورواج کے بھی ہو سکتے ہیں اور الگ الگ بھی۔ اس میں پھر یہ سوال اہمیت نہیں رکھتا کہ وہ کہاں کے اور کس عقیدے سے ہیں بلکہ وہ ایک ہی ریاست کے شہری ہوتے ہیں۔ موجودہ صورتحال کو اگر دیکھا جائے تو دیکھا جاسکتا ہے کہ پچھلی ایک دہائی یا اس سے زیادہ عرصے سے ہماری ریاست انتہا پسندی اور دہشتگردی میں گھری ہوئی ہے اور کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ ملک کے حالات ٹھیک ہو سکیں۔ اسی طرح اگر ہماری تکثیری اقدار کو دیکھا جائے تو یہ بہت پرانی ہیں۔ آج کل ہم تکثیری اقدار کے مخالف ہیں اور ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ ہم مرد وخواتین کے حقوق ماننے سے بھی کافی حد تک انکاری ہیں۔ دیکھا جائے تو ہر لحاظ سے تمام انسان برابر ہیں اور برابر حقوق کے مستحق ہیں اور یہ بات ریاست کے آئین میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ اس لیے ریاست کو بھی چاہیے کہ وہ بھی عوام کے ساتھ امتیازی سلوک نہ رکھے اور سب کو یکساں حقوق دے۔ ہم ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ ابھی ہمیں آزاد ہوئے کم عرصہ ہوا ہے اور مسائل زیادہ ہیں۔ بہت سے ممالک ہمارے ساتھ آزاد ہوئے ہیں اور آج وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں۔ یہ بات کہنا کہ وقت کے ساتھ ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا ٹھیک بات نہیں۔ ہمیں ایک ساتھ اپنی ریاست کو ترقی یافتہ اور پرامن بنانے کے لیے مشترکہ کوششیں کرنی پڑیں گی۔ ریاست کی ذمہ داری شہریوں کے حقوق اور آرام و سکون کا خیال رکھنا ہے۔ انتہا پسندی کا سد باب کرنے پر سنجیدگی سے توجہ دے کر ہم سب کو اور ریاست کو ایسے اقدامات کرنے ہونگے کہ نہ شہری مشتعل ہوں اور نہ ہی انتہا پسند گروہ ریاست میں پناہ لے کر اپنی تخریبی کاروایاں کریں۔ اس ضمن میں انسانی حقوق کے کارکن لوگوں کی اس حوالے سے آگاہی کرنے میں کام آسکتے ہیں۔ اس میں وہ تربیتی مواد اور سہولت کاروں سے مدد لیں اور اپنی ذمہ داری جو کہ ہماری ایک مجموعہ ذمہ داری بھی ہے اس کو پورا کریں۔

انتہا پسندی کے فروغ میں ہمارے عدالتی نظام، اس کے طریقہ کار، انصاف کی عدم فراہمی ریاسست روی کا بھی کوئی عمل دخل ہے؟ اگر ہاں تو وہ خرابیاں کیسے دور ہو سکتی ہیں اور اس حوالے سے انسانی حقوق کے کارکنوں کا کیا کردار ہو سکتا ہے؟

فرید اللہ ایڈووکیٹ

قوانین انصاف کی فراہمی کے لیے بنائے جاتے ہیں مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں کمی یا خامیاں پیدا ہونے لگتی ہیں اور قانون انصاف کی فراہمی میں ناکام ہو جاتا ہے۔ ایسا ہونے کی صورت میں ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان قوانین پر غور کرے اور بہتری لانے کی کوشش کرے اور وقت کے تقاضوں کو دیکھتے ہوئے ان قوانین میں تبدیلی لائے۔ ہمارے قوانین میں بہت زیادہ خامیاں اس وجہ سے بھی ہیں کہ ہمارا عدالتی نظام اپاہج ہے اور اس کی بہتری کے لئے کوششیں نہیں ہوئیں۔ اگر عدالتوں کو دیکھا جائے تو عدالتیں کم ہیں اور کیسز زیادہ ہیں اس لئے جج حضرات کے لئے بھی مشکل ہو جاتی اور اسی کشمکش میں اکثر انصاف کی فراہمی تعطل کا شکار ہو جاتی ہے۔ بہت سے دیوانی کیسز لمبے عرصے تک چلتے رہتے ہیں اور حل ہونے کا نام ہی نہیں لیتے جس کی وجہ سے لوگ مشتعل ہوتے ہیں اور عدالتی نظام سے ان کا بھروسہ اٹھنے لگتا ہے جو کہ ریاست اور ہمارے قانونی نظام کے لئے بہت خطرے والی بات ہے۔ ایسے بہت سے کیسز ہیں جن کے لئے معینہ وقت تین مہینے ہوتا ہے لیکن وہ تین سال میں بھی حل نہیں ہو پاتے تو ایسے میں کوئی کیا ریاست یا عدالتی نظام پر یقین کر پائے گا؟ مالاکنڈ ڈویژن میں تحریک نفاذ شریعت اسی وجہ سے پروان چڑھی تھی کہ عدالتی نظام سے ان لوگوں کا اعتماد اٹھ گیا تھا۔ دوسرا مسئلہ یہ کہ ہماری ریاست میں بہت سے اچھے قوانین تو بن گئے ہیں لیکن مسئلہ ان قوانین کا اطلاق ہے کہ ان پر عمل درآمد کیسے کروایا جائے؟ ریاست کو چاہیے کہ وہ اگر قانون سازی کرتی ہے تو اس کے ساتھ ہی ایسا لائحہ عمل بھی اپنائے کہ لوگ اس قانون پر عمل کرنے پر مجبور ہو جائیں اور کوئی بھی انتشار یا بدنظمی پیدا نہ ہو۔ جتنی بھی قانونی خرابیاں ہیں جو کہ بیان بھی ہوئیں اگر ریاست سنجیدگی سے ان خرابیوں کو دور کرے تو نہ صرف ہمارا عدالتی نظام ٹھیک ہوگا بلکہ قانون کا بول بالا بھی ہوگا۔ اس حوالے سے انسانی حقوق کے کارکنوں کا یہی کردار ہو سکتا ہے کہ وہ قانون اور اس کے نفاذ یا اس متعلق جتنی بھی چیزیں ہوں ان سے عام لوگوں کو آگاہ کریں اور جہاں تک ممکن ہو سکے لوگوں کی رہنمائی کریں۔ ایسے ہی ورکشاپس منعقد کروائیں یا کمیونٹی میں جا کر گلی محلے کی سطح پر لوگوں کی آگاہی کا باعث بنیں۔

شرکاء کے سوال:

سوال: عدالتی نظام کی بہتری ممکن ہے؟

جواب: ممکن ہے اگر صحیح منصوبہ بندی کی جائے اور انصاف کے تمام تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ امیر غریب کا فرق مٹایا جائے اور ایسے جج بٹھائے جائیں جو کہ غیر جانبدار ہوں تو بعید نہیں کہ ہمارا عدالتی نظام ٹھیک ہو جائے اور انصاف کا بول بالا ہو۔

انتہا پسندی کیا ہے اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لئے لائحہ عمل

فضل ربی

انتہا پسندی یعنی خود پسندی ہے جس میں کسی اور کی ذات، ماحول، معاشرے یا نظام کا لحاظ خاطر میں نہ لا کر اپنی سوچ یا رویے کو دوسروں پر لاگو کرنا اور اس حد تک جانا کہ نتائج کی کوئی پرواہ ہی نہ ہو۔ انتہا پسندی بذات خود تو ایک لفظ ہے لیکن اگر کوئی انسان اس لفظ کو عملی شکل دیکر خود انتہا پسند بن جاتا ہے وہ انتہائی خطرناک صورتحال ہوتی ہے۔ انتہا پسندی کی بہت سی اقسام اور وجوہات ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج کل ہمارا معاشرہ ایک انتہا پسند معاشرہ کہلاتا ہے، چاہے مذہبی لحاظ سے ہو، معاشرتی لحاظ سے ہو، سیاسی لحاظ سے ہو یا کہ پھر معاشی لحاظ سے۔ انتہا پسندی کی یہ تمام اقسام سب ہی معاشرے یا ریاست کی تباہی کا باعث بنتی ہیں۔ انتہا پسندی ایک ایسا ذہنی رویہ ہے جو مسائل کے غیر موزوں حل کے حصول پر زور دیتا ہے۔ انتہا پسند حالات کو اپنی خواہشات کے مطابق لانے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اس سے معاشرے یا لوگوں پر کیا اثر ہوگا۔ اس کے دو پہلو ہیں تشدد اور دھمکیاں یعنی دھمکیوں اور تشدد کا سہارا لے کر یہ اپنی بات منوانے یا معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انتہا پسندی کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ انتہا پسندی کے اثرات بہت

دیرپا ہوتے ہیں خاص طور پر نوجوان طبقہ اس کا اثر بھی جلدی لیتا ہے اور ان سے انتہا پسندی کا اثر جاتا بھی دیر سے ہے، اس لیے معاشرے میں پھلنے والے انتہا پسند رویوں کو بدل کر اور انتہا پسند تنظیموں سے کنارا کر کے ہی اس معاشرے اور نظام کو بچایا جا سکتا ہے کیونکہ انتہا پسندی کا براہ راست اثر ہماری نئی آنے والی نسل پر پڑے گا جو کہ ایک نقصان دہ بات ہے۔

کسی بھی ملک میں میڈیا کی بنیادی ذمہ داریاں کیا ہوتی ہیں، انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار؟

فضل کرم

میڈیا کی بنیادی ذمہ داریاں تو بہت ہیں لیکن سب سے جو اہم ذمہ داری ہے وہ ملک و قوم کا وقار بلند رکھنا اور ملک کی ترقی و خوشحالی میں اپنا کردار ادا کرنا اور لوگوں تک سچی اور کھری خبریں پہنچانا ہے۔ میڈیا کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اداروں میں تربیت یافتہ لوگوں کو بھرتی کرے اور غیر جانبداری سے کام لے۔ اس کے علاوہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے ملک و قوم کی بدنامی ہو یا اس کے وقار پر آنچ آئے۔ معاشرے میں پروان چڑھنے والی برائیوں کی نشاندہی کر کے ان کے انسداد کی کوشش بھی میڈیا کا فرض ہے کیونکہ میڈیا ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے لوگوں کی آگاہی آتی اور ان کو اپنے اردگرد کے ماحول کا پتہ چلتا ہے۔ میڈیا کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ ان قوانین کی پابندی کرے جو پیمرا نے لاگو کئے ہیں۔ جہاں تک بات ہے انتہا پسندی کے فروغ کی تو صاف طور پر کہا جا سکتا ہے کہ میڈیا نے کافی حد تک انتہا پسندی کو فروغ دیا اور میڈیا پر ایسی خبریں یا فوٹیج دکھائیں جو کہ معاشرے کے عام لوگوں کے لئے نئی چیزیں تھیں مثلاً کسی بھی دور میں انتہا پسند تنظیوں کے کارکنوں کی سر عام ویڈیوز نہیں دکھائی گئی تھیں جس میں وہ عوام یا سرکاری اداروں کو دھمکیاں دیتے ہوں یا خوف و ہراس پھیلاتے ہوں۔ اس کے علاوہ غلط خبروں کی اشاعت، واقعات کی جانچ پڑتال کئے بنا ان کو میڈیا پر بڑھا چڑھا کر دکھانا اور رشوت ستانی کو فروغ دینا غیر قانونی اور غیر اخلاقی ہے۔ بعض دفعہ میڈیا کی وجہ سے ایک بے گناہ مجرم اور ایک گنہگار معصوم بن جاتا ہے۔ الغرض میڈیا نے بہت حد تک مختلف قسم کی انتہا پسندی کو فروغ دیا۔ جہاں تک انتہا پسندی کے انسداد کا سوال ہے تو جس تیزی سے میڈیا انتہا پسندی کے فروغ میں مدد دے رہا ہے اگر اسی انداز میں اس کے انسداد پر توجہ دے اور ایسے پروگرام ترتیب دے جو کہ لوگوں کی رہنمائی اور اصلاح کا باعث ہوں تو وہ دن دور نہیں جب ہمارا ملک پھر سے امن ومحبت کا گہوارہ بن جائے اور لوگ سکھ کی زندگی بسر کریں۔

انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں ادب، ادیب اور فنون لطیفہ کا کیا کردار ہو سکتا ہے؟

نواب خان

انتہا پسندی کی تعریف تو آپ سب کو پتہ چل گئی ہوگی اور وہ عوامل بھی سمجھ میں آ گئے ہوں گے جن کی وجہ سے یہ انتہا پسندی پھیلتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ انتہا پسندی کو روکا کیسے جائے گا اور اس سے نجات کیسے ممکن ہوگی۔ یہاں چونکہ بات ادب، ادیب اور فنون لطیفہ کے کردار کی ہے تو ہم اسی پیرائے میں بات کریں گے۔ ادب لکھائی یا لکھت پڑھت کی وہ صنف ہے جس کے ذریعے کچھ لکھے ہوئے مواد کے ذریعے ہم اپنی بات دوسرے تک پہنچاتے ہیں۔ اس لکھت کے مضامین موقع ومحل کی مناسبت سے ہوتے ہیں یعنی جو موضوع ہوگا اسی طرح اس پر لکھا جائے گا۔ زیادہ تر لکھاری یہ کوشش کرتا ہے کہ دور حاضر کو ملحوظ خاطر رکھ کر لکھا جائے اور لوگوں کی صحیح ترجمانی یا رہنمائی ہو اور ایسا پچھلے زمانے میں بہت ہوتا تھا اور کافی بار آور بھی ثابت ہوتا تھا۔ ہمارے موضوع انتہا پسندی پر بھی کافی لکھا جا سکتا ہے جس سے اصلاح بھی ہو سکتی ہے کیونکہ معاشرے کا بڑا حصہ لکھت پڑھت پر دھیان دینے والا ہے۔ شاعر، ادیب اور فنکار بھی معاشرے کے وہ لوگ ہوتے ہیں جو کائنات کے اس خوبصورت اور منظم نظام کو اچھے اور صحیح انداز میں جاری و ساری رکھنا چاہتے ہیں تا کہ زندگی کی رعنائیوں اور رنگینیوں سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت وافادیت کو برقرار رکھا جا سکے۔ اس مقصد کے لیے وہ ان صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں جو عام انسانوں میں نہیں ہوتیں۔ ان صلاحیتوں میں شاعری، ادب اور فن موسیقی شامل ہیں۔ یہی فنونِ لطیفہ کہلاتے ہیں جن کا تعلق انسان کے مثبت رویوں، اچھی اقدار، ہمدردی، فلاح و بہبود اور حُسن ومحبت سے ہوتا ہے۔ لیکن ان اوصاف اور خصوصیات کو اجاگر کرنے اور عام کرنے میں اہم کردار فنونِ لطیفہ سے وابستہ یہی لوگ ادا کر سکتے ہیں جو کہ تعداد میں کم مگر سوچ، فکر اور ذہانت میں سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔

شرکاء کے سوالات

سوال: انتہا پسندی کو شعر وادب کے ذریعے کیسے ختم کیا جا سکتا ہے؟

جواب: شعر و ادب ایک ایسی صنف ہے جس کے ذریعے بہت سے لوگوں کی رائے بدلی جا سکتی ہے کیونکہ کم الفاظ میں ایک لمبی بات سمجھائی جا سکتی ہے اور بہت ہی احسن طریقے سے۔

کیا انسانی حقوق کی تعلیم خاص طور پر آئین میں درج بنیادی حقوق بطور مضمون نصاب میں شامل ہونے چاہئیں اگر ہاں تو اس حوالے سے کیا موثر حکمت عملی ہو سکتی ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے انسانی حقوق کے کارکنوں کا کیا کردار ہو سکتا ہے؟

حیات اللہ یوسفزئی

انتہا پسندی کی بہت سی تعریفیں ہوئیں اور وہ اپنی جگہ ٹھیک بھی ہیں۔ ایک تعریف اور بھی کی جا سکتی ہے وہ یہ کہ انتہا پسندی سے مراد یہ ہے کہ میں جو عقیدہ جو سوچ رکھتا ہوں یا جس فرقے سے تعلق رکھتا ہوں وہ صحیح ہے اور اس میں رد و بدل کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور دوسرے لوگ بغیر کسی حیل و حجت کے میرے عقیدے اور میری سوچ کا خیال رکھیں گے اور اس کو غلط تصور نہیں کریں گے اور میں ہر صورت ان پر اپنے عقائد و نظریات مسلط کروں گا اور اس کے لیے مجھے جس حد تک بھی جانا پڑا جاؤں گا۔ اس وقت انتہا پسندی جس طرح سے ہمارے معاشرے میں سرایت کر گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آئین میں جو حقوق ہمیں دیئے گئے ہیں وہ ہمیں حاصل نہیں ہوتے اور اس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور لوگ مشتعل ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے نصاب میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جس سے بہت سے اختلافات پیدا ہوتے ہیں اور لوگ تذبذب کا شکار ہوتے ہیں۔ بہت سی ایسی چیزیں نصاب میں شامل کی جاتی ہیں جو کہ تاریخ کو غلط طریقے سے پیش کرتی ہیں، بہت سے ایسے لوگوں کو ہیرو بناتی ہیں جن کی وجہ سے انسانیت کو کافی نقصان پہنچا اور قیمتی اثاثے ختم ہوئے۔ دولت کی بھوک نے ان کو بے انصافی کرنے پر ابھارا لیکن بد قسمتی سے ایسے لوگوں کو نصاب میں ہیرو اور مجاہد کے طور پر دکھایا جاتا ہے۔ ہمیشہ نیزہ یا تلوار کے ساتھ ان کی تصویر دکھائی جاتی ہے۔ خود سوچئے اس کا ہمارے بچوں پر کیا اثر پڑے گا۔ ایک سکول میں چھ سال کے بچے سے پوچھا گیا آپ بڑے ہو کر کیا بنو گے تو اس بچے نے جواب دیا کہ میں بڑا ہو کے مجاہد بنوں گا اور دشمن کے ساتھ لڑوں گا۔ آپ ہی بتائیے ایسا اس بچے کو کس نے سکھایا؟ اسی نصاب نے جو اس کو پڑھایا جاتا ہے۔ اگر انسانی حقوق کی تعلیم کو بنیادی علوم کا حصہ بنا دیا جائے اور نصاب میں خاطر خواہ تبدیلی کی جائے تو اس سے کافی تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔ حکومت کو نئی اور دیرپا تعلیمی پالیسی اختیار کرنی ہوگی تبھی یہ سب ممکن ہوگا۔ اگر ہماری نئی آنے والی نسل اپنے بنیادی حقوق سے آگاہ ہوگی اور اپنے فرائض کا بھی ان کو پتہ ہوگا تو کبھی بھی انتہا پسندانہ سوچ ان میں نہیں آئے گی اور وہ ایک اچھا شہری بنیں گے۔ نصاب کا

معاشرے پر اور خاص طور پڑھے لکھے طبقے پر کافی گہرا اثر پڑتا ہے اس لیے نصاب ہمیشہ ایسا ترتیب دینا چاہیے جو کہ متوازن ہو اور کسی طبقے، فرقے یا اقلیت کے حقوق پامال نہ ہوں۔ اگر نصاب میں عدم برداشت اور رواداری کی تعلیم دی جائے گی تو ایک پرامن اور متوازن معاشرہ وجود میں آئے گا۔

غلنئی 13-14 مئی 2016

تحصیل غلنئی کے مسائل کا جائزہ: بکمل خان نے مختصر طور پر تحصیل غلنئی کے مسائل بیان کیے اور کہا کہ یہاں انتہا پسندی اور دہشتگردی نے بہت سے مسائل کو جنم دیا ہے۔ یہاں بے شمار تعلیمی اداروں کو مسمار کیا گیا جس کی وجہ سے طلباء کی تعلیمی سرگرمیوں پر اثر پڑا اور انہوں نے خوف زدہ ہو کر سکول جانا چھوڑ دیا۔ اس کے علاوہ بنیادی مراکز صحت کی کمی تو پہلے سے ہی تھی اور جو موجود تھے ان کو بھی نقصان پہنچایا گیا ہے اور عملے کی اشد ضرورت ہے۔ یہاں ایف۔سی۔آر نافذ ہے اور اس کی وجہ سے لوگوں کے بنیادی حقوق غصب ہوتے ہیں۔ بلاوجہ لوگوں کی پکڑ دھکڑ اور تنگ کرنا معمول ہے یہاں تک کہ کچھ لوگ پولیٹیکل انتظامیہ کی بے جا حراست میں کئی سالوں سے پڑے ہوئے ہیں۔ دوران تفتیش پتہ چلتا ہے کہ ان کا یا تو جرم کوئی نہیں ہوتا یا چھوٹے موٹے مسئلوں میں بند ہوتے ہیں۔ خواتین گھریلو اور معاشرتی مسائل کا شکار ہیں۔ ان کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔ یہ ونی اور سوارہ جیسی جاہلانہ رسومات کی بھینٹ چڑھ جانا ان کا نصیب ہوتا ہے۔ ان کی تعلیم اور صحت پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی بلکہ ان کو گھر کی باندی یا نوکرانی سمجھا جاتا ہے۔ نوجوانوں کی تعلیم و تربیت پر بھی توجہ نہیں دی جاتی اور تعلیمی اداروں کی کمی ہے۔ ایسے مراکز کی اشد ضرورت ہے جہاں ان لوگوں کی تربیت یا اصلاح کی جائے جو انتہا پسندی یا دہشتگردی سے متاثرہ ہیں اور خوف و کشمکش میں مبتلا ہیں۔

ریاست اور شہریوں کا رشتہ کن بنیادوں پر مستحکم یا کمزور ہوتا ہے؟ موجودہ صورتحال میں انتہا پسندی کے فروغ یا انسداد میں ریاست کا کردار آپ کیسے دیکھتے ہیں؟

ندیم عباس

ریاست اور شہریوں کا رشتہ انتہائی مضبوط بھی ہوتا ہے اور نازک بھی کیونکہ جب آپ ایک ریاست کے باشندے بن جاتے ہیں تو اس کے قوانین کی پاسداری آپ پر لازم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ریاست بھی اپنے شہریوں کا احترام کرے گی اور جو شہریوں کے ریاست پر حقوق ہوں گے وہ ریاست دے گی تو یہ رشتہ قائم رہے گا اور کوئی غیر یقینی صورتحال پیدا نہیں ہوگی۔ ریاست اور شہری کے بیچ رشتہ تب کمزور ہوتا ہے جب ان کے درمیان فاصلہ پیدا ہوتا ہے یا شہریوں کو ان کے جائز حقوق نہیں ملتے، میرٹ کو پامال کیا جاتا ہے اور سزا و جزا کے عمل کا اطلاق صرف غریب پر ہوتا ہے اور امیر کو اس سے مستثنیٰ رکھا جاتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ ریاست قوانین کے اطلاق اور انصاف کی فوری فراہمی میں ناکام ہو جاتی ہے جس سے غیر یقینی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے اور شہریوں کا اعتبار ریاست پر سے اٹھ جاتا ہے۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ انتہا پسندانہ سوچ نہ رکھے اور نہ ہی اس طرح کی سوچ رکھنے والے گروہوں کو پروان چڑھنے دے۔ ریاست امن قائم رکھنے اور انتہا پسندی کا سدباب کرنے پر سنجیدگی سے توجہ دے اور ایسے اقدامات کرے کہ نہ شہری مشتعل ہوں اور نہ ہی انتہا پسند گروہ ریاست میں پناہ لے کر اپنی تخریبی کاروائیاں کر سکیں۔ سول سوسائٹی کا کردار اس ضمن میں اہم ہے۔ ایسے اداروں کو چاہیئے کہ وہ لوگوں کی اصلاح پر توجہ دیں اور ان کو اپنے حقوق سے روشناس کرا کے ان کو ایک صحیح راستے پر گامزن کریں اور اپنی مجموعی ذمہ داری کو پورا کریں۔

شرکاء کے سوالات:

سوال: سول سوسائٹی سے مراد کیا ہے؟

جواب: سول سوسائٹی سے مراد وہ تمام ادارے ہیں جو کہ غیر سرکاری حیثیت سے غیر منافع بخش بنیاد پر لوگوں کے فلاح و بہبود میں سرگرم رہتے ہیں اور مختلف طور سے سوسائٹی میں اپنی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔

سوال: اس ضمن میں ہمارا کردار کیا ہو سکتا ہے؟

جواب: ہماری اس ورکشاپ کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم آپ لوگوں میں اس حوالے سے آگاہی پیدا کریں اور پھر آپ ہی اس پیغام کو آگے پہنچانے کی کوشش کریں۔ معاشرے کے ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ وہ معاشرے کی اصلاح یا بھلائی میں اپنا کردار ادا کرے اور ملک و قوم کی فلاح کا باعث بنے۔

انتہا پسندی کیا ہے اس کی مختلف اقسام ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کیلئے لائحہ عمل

شاہد اللہ

انتہا پسندی کئی طرح کی ہوتی ہے اور اسی طرح کا اس کا معاشرے پر اثر بھی ہوتا۔ انتہا پسندی ہماری سوچ سے جنم لیتی ہے اور ہمارے رویے یا عمل میں جھلکتی ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہوتی ہیں اور ساری ہی خطرناک حد تک ہمارے معاشرے پر اثرانداز ہوتی ہیں۔ انتہا پسندی جس طرح سے معاشرے میں پھیل رہی ہے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ زیادہ تر معاشرے کے بگاڑ کا سبب یہی انتہا پسندی ہے۔ انتہا پسندی گھریلو سطح پر بھی بہت زیادہ ہے۔ گھر کا ہر فرد کسی نہ کسی انتہا پسندی کا شکار ہوتا ہے چاہے وہ گھر کے افراد کا تلخ رویّہ ہی کیوں نہ ہو۔ انتہا پسندی کی کئی قسمیں مثلاً مذہبی انتہا پسندی، سیاسی انتہا پسندی، معاشی انتہا پسندی اور معاشرتی انتہا پسندی وغیرہ۔ لیکن آج کے دور میں انتہا پسندی کی یہ ساری اقسام ہی معاشرے کے بگاڑ کا سبب ہیں۔ مذہب کے نام پر لوگوں کا استحصال کیا جاتا ہے اور مذہب کی غلط تشریح کر کے سادہ لوح لوگوں کو صحیح راستے سے ہٹایا جاتا ہے۔ سیاسی لحاظ سے بھی لوگوں کو بے خبر اور مفلوج رکھا جاتا ہے اور ان کے حقوق غصب ہوتے ہیں اور یہی ناانصافی پھر انتہا پسندی کو جنم دیتی ہے۔ سیاست دان ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچا کرتے ہیں جس سے ایک غیر متوازن صورتحال پیدا ہو جاتی ہے۔ انتہا پسندی کی ان سب اقسام کا ہم پر ایسا گہرا اثر ہوتا ہے کہ ہم ہر طرح سے مفلوج ہو جاتے ہیں اور زندگی کا ہر روزگار اس انتہا پسندی کی وجہ درہم برہم رہتا ہے۔ انتہا پسندی کی روک تھام کے لئے معاشرے کے لوگوں اور ریاست کو ایک ساتھ کام کرنا ہوگا اور ایسی تنظیموں اور گروپس کا خاتمہ کرنا ہوگا جو کہ انتہا پسندی پھیلانے کا باعث ہیں۔ ایسے تربیتی مراکز بنانے ہوں گے جہاں ایسے بھٹکے ہوئے لوگوں کی اصلاح ہو اور ان کو صحیح راستہ دکھایا جاتا ہو۔

کسی بھی ملک میں میڈیا کی بنیادی ذمہ داریاں کیا ہوتی ہیں، انتہا پسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار

فضل کرم

میڈیا معلومات اور واقعات پہنچانے کا ایک ایسا تیز ترین ذریعہ ہے جس کی بدولت لوگ لمحہ بھر میں ایک جگہ کی خبر سے باخبر ہو جاتے ہیں۔ ہر ریاست میں ایک ایسا ادارہ ہوتا ہے کہ جو میڈیا کے لیے قوانین بنا کر اس پر عملدرآمد کرنے پر زور دیتا ہے۔ ہمارے ملک میں المیہ یہ ہے کہ یہاں قوانین اور اداروں کی موجودگی میں میڈیا کو بے لگام آزادی حاصل ہے۔ جو میڈیا چینلز کے جی میں آتا ہے وہ دکھاتے ہیں اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ لوگ گمراہ ہو کر ایک غلط رائے قائم کر لیتے ہیں۔ میڈیا ہی کی وجہ سے معاشرے میں لوگوں کے مختلف درجہ بندی ہو گئی ہے اور اس بنیاد پر وہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے ہیں۔ میڈیا کی بنیادی ذمہ داری لوگوں کو صحیح معلومات فراہم کرنا ہے اور ملکی وقار کو بحال رکھنا ہے۔ اس کے لیے وہ میڈیا کے اصول وضوابط کی بھی پابندی کرے گا اور اپنے اداروں میں تربیت یافتہ اور غیر جانبدار لوگوں کو کام دے گا۔ کلیدی عہدوں پر ایسے لوگوں کو بٹھانا ہوگا جن کو میڈیا کے تمام اصول ازبر ہوا اور وہ ان کا لحاظ بھی رکھتے ہوں۔ کوئی ایسی خبر نہیں شائع کرنی جس سے لوگوں میں غلط رائے پیدا ہو۔ اسی

طرح خبر کی تصدیق سب سے ضروری چیز ہے کیونکہ اسی سے آپ لوگوں کو باخبر رکھتے ہیں۔ آج کے جدید دور میں بھی اکثر رپورٹر ایسے لوگوں کو اپنا مخبر بناتے ہیں جن کو میڈیا کی ابجد کا پتہ نہیں اور یہی وجہ ہے کئی دفعہ ایک غلط خبر نشر ہو کر بہت سے لوگوں کو غلط طرح سے متاثر کرتی ہے اور ایک غلط رائے بنالی جاتی ہے پچھلی ایک دہائی سے ہمارے میڈیا نے انتہا پسندی کو کم کرنے کی بجائے اور بھی ہوا دی اور کچھ ایسے کام کیے جس کی وجہ سے ہمارے عالمی تشخص کو بھی دھچکا لگا۔ سوشل میڈیا پر آئے دن لوگ آپس میں لڑتے ہیں، ایک دوسرے کو دہشت گرد اور غیر تہذیب یافتہ کہتے ہیں۔ میڈیا ان منفی چیزوں کو دکھانے کی بجائے مثبت طور سے کام کرے تو کوئی بعید نہیں کہ پاکستان پھر سے ایک خوشحال اور پرامن ملک بن جائے۔

شرکاء کے سوالات:

سوال: کیا میڈیا کیغلط روش کو بدلا جا سکتا ہے، غیر جانبداری کیسے فروغ پائے گی؟

جواب: ایسا ممکن ہے کیونکہ اگر میڈیا مثبت طریقے سے کام کرے، لوگوں کی آواز بنے، حقیقت دکھائے، لوگوں کے جذبات کا خیال رکھے، اور غلط چیزیں دکھانے سے گریز کرے، تو بعید نہیں کہ پھر سے لوگ میڈیا پر یقین کریں اور میڈیا کو جھوٹا نہ کہیں۔

سوال: میڈیا میں تربیت یافتہ لوگ کیوں نہیں آتے؟

جواب: ہر پیشے میں اسی سے جڑے لوگ ہونے چاہئیں لیکن میڈیا میں ایسی کوئی شرط ہی نہیں رکھی گئی۔

کیا انسانی حقوق کی تعلیم خاص طور پر آئین میں درج بنیادی حقوق بطور مضمون نصاب میں شامل ہونے چاہئیں، اگر ہاں تو اس حوالے سے کیا موثر حکمت عملی ہو سکتی ہے اور اس مقصد کے حصول کیلئے انسانی حقوق کے کارکنوں کا کیا کردار ہو سکتا ہے؟

حیات اللہ روغانی

جب تعلیم بامعنی ہو اور اس پر عمل بھی کیا جاتا ہو اور صرف کتابی جمع خرچ تک بات محدود نہ رہے تو ایک عام انسان کو بھی دانشور بنا دیتی ہے۔ اسی طرح اگر نصاب کو اس معیار کا بنایا جائے کہ اس میں معاشرے کے ہر طبقے کے لیے اچھائی موجود ہو تو یہ معاشرہ ترقی کئے بغیر رہ نہیں پائے گا۔ اسی طرح اگر دیکھا جائے تو آج کا تعلیمی نصاب کئی خامیوں سے بھرا پڑا ہے اور اصلاح چاہتا ہے لیکن متعلقہ ادارے نوٹس نہیں لے رہے۔ تعلیمی نصاب میں ایسی خامیاں رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ کچھ لوگ نہیں چاہتے کہ ہمارے بچے پڑھیں اور باشعور بنیں۔ جہاں تک بات ہے انسانی حقوق کو نصاب کا حصہ بنانے کی یا اسے بطور مضمون شامل کرنے کی تو یہ ایک مشکل کام ہے لیکن انسانی حقوق کے متعلق جانکاری اور لوگوں کی اصلاح اگر اس طرح سے ہو تو یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔ بچپن سے ہی ان کے ذہنوں میں حقوق اور انسانیت کے حوالے سے مواد موجود ہو گا تو وہ نہ کسی کا حق غصب کریں گے اور نہ ہی اپنا جائز حق چھوڑیں گے۔ اس حوالے سے کئی اقدامات اٹھائے جا سکتے ہیں۔ سب سے پہلے اس حوالے سے طلباء اور ان کے والدین کے ذہنوں میں یہ بات ڈالی جائے اور ان کو بھی اس کوشش میں شامل کیا جائے اور پھر آہستہ آہستہ ارباب اختیار تک رسائی کر کے ان تک اپنا مدعا پہنچایا جائے۔ اس حوالے سے انسانی حقوق کے کارکن بھی اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں اور لوگوں کو اس حوالے سے آگاہ کر سکتے ہیں کہ حقوق کیا ہیں اور ان کا نصاب میں شامل ہونا کیوں ضروری ہے۔

انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں ادب، ادیب اور فنون لطیفہ کا کیا کردار ہو سکتا ہے؟

غلام حسین محبؔ

لفظ انسان بنیادی طور پر اُنس سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے پیار، محبت اور ہمدردی۔ یہی وجہ ہے کہ انسان میں غار کے زمانے کی زندگی سے ایک قسم کی اپنائیت اور جذب باہم موجود ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ رفتہ رفتہ انسان نے رہنے کے لیے گھر، گاؤں، قصبوں اور شہروں تک کا ماحول اپنا کر موجودہ ترقی یافتہ اور مہذب زندگی تک پہنچا ہے جسے دورِ جدید میں گلوبل ویلج کا نام دیا گیا ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعد انسان ہی اس کائنات کا بادشاہ اور مالک ہے۔ یہ وجہ ہے کہ آج دنیا میں وہ سب کچھ ایجاد ہو کر سامنے آ چکے ہیں جن کا تصوّر بھی چند صدیاں پہلے تک ممکن نہیں تھا۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ دنیا کی اس خوبصورت زندگی میں بگاڑ، فساد اور خون خرابے کا ذمہ دار بھی انسان ہی ہے۔ اور یہ صورتِ حال تب پیدا ہوتی ہے جب انسان اپنی حدود سے تجاوز کر کے انتہا پسندی پر اُتر آتا ہے۔ انسانوں میں اس طرح کے حالات پیش آنے کی صورت میں اس کے خلاف خود بخود وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں جو کہ ذہین، دانشور اور حساس قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایسا فطری طور پر ہوتا ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح ایک جاندار جسم میں مدافعتی نظام موجود ہوتا ہے۔

شاعر ادیب اور فنکار بھی معاشرے کے وہ لوگ ہوتے ہیں جو کائنات کے اس خوبصورت اور منظم نظام کو اچھے اور صحیح انداز میں جاری و ساری رکھنا چاہتے ہیں تا کہ زندگی کی رعنائیوں اور رنگینیوں سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت وافادیت کو برقرار رکھا جا سکے۔ اس مقصد کے لیے وہ ان صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں جو عام انسانوں میں نہیں ہوتے۔ ان صلاحیتوں میں شاعری، ادب اور فن موسیقی شامل ہیں۔ یہی فنونِ لطیفہ کہلاتے ہیں جن کا تعلق انسان کے مثبت رویوں، اچھی اقدار، ہمدردی، فلاح و بہبود اور حُسن و محبت سے ہوتا ہے۔ لیکن ان اوصاف اور خصوصیات کو اجاگر کرنے اور عام کرنے میں اہم کردار فنونِ لطیفہ سے وابستہ یہی لوگ ادا کر سکتے ہیں جو کہ تعداد میں کم مگر سوچ، فکر اور ذہانت میں سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔

شرکاء کے سوالات

سوال: انتہا پسندی کو شعر و ادب کے ذریعے کیسے ختم کیا جا سکتا ہے؟

جواب: جب ایک شاعر اپنے الفاظ اس قدر شیریں اور اصلاح سے بھرپور بنائے گا کہ پڑھنے والا خود بخود ان کا قائل ہو گا تو انتہا پسندی کیسے ختم نہیں ہو گی۔ اسی طرح اگر کوئی ناول افسانہ لکھا جائے گا جس میں محبت اور امن کا ذکر ہو گا تو کیسے کسی کا ذہن انتہا پسندی کی طرف جائے گا؟

باڑہ دائود شاہ 07-08 مئی 2016

تحصیل باڑہ داؤد شاہ کے مسائل کا جائزہ: انعام اللہ نے مختصر طور پر تحصیل باڑہ داؤد شاہ کے مسائل بیان کیے۔ سب سے پہلا مسئلہ صحت کا ہے خاص طور پر زچہ بچہ سنٹرز کی قلت ہے۔ اس دور دراز علاقہ میں نہ تو سٹاف ہوتا ہے اور نہ دوائیاں میسر ہیں۔ شہر سے دور اس دیہاتی علاقے میں بہت سی بنیادی ضروریات کی کمی ہے۔ بچوں کی تعلیم سے دوری پر بھی توجہ اس طرح سے نہیں دی جاتی۔ سکولوں اور کالج کی کمی ہے اور معیاری تعلیم کے حصول کے مواقع میسر نہیں۔ علاقہ میں عورتوں کو عموماً گھر میں رکھنے کو ترجیح دی جاتی ہے اور ان کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔ یہاں پر تیل اور گیس نکل آنے کے بعد کچھ حد تک ترقی کی امید ہے۔ لوگوں کو روزگار کے بھی بہت کم مواقع میسر آتے ہیں۔ پولیس کے ناروا سلوک نے بھی لوگوں کو شدید مشکلات میں ڈال دیا ہے۔

ریاست اور شہریوں کا رشتہ کن بنیادوں پر مستحکم یا کمزور ہوتا ہے؟ موجودہ صورتحال میں انتہا پسندی کے فروغ یا انسداد میں ریاست کا کردار آپ کیسے دیکھتے ہیں؟

ندیم عباس

ریاست اور شہریوں کا رشتہ لازم و ملزوم ہے۔ نہ ریاست شہریوں کے بغیر بن سکتی ہے اور نہ شہری ریاست کے بغیر رہ سکتے ہیں۔ اس لیے ان دونوں کے رشتے میں توازن برقرار رکھنے کے لیے ایک بہتر حکمت عملی تشکیل دینے کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے۔ ریاست اگر کوئی قانون بناتی ہے تو شہری کا یہ

فرض بنتا ہے کہ وہ اس قانون پر عمل کرے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے ریاست کو نقصان ہو یا قانون کی خلاف ورزی ہو۔پچھلی ایک دہائی سے ہماری ریاست میں بدعنوانی اور انتہاپسندی کی لہر چلی آرہی ہے اس کی وجہ یہ سمجھی جاسکتی ہے کہ شہریوں اور ریاست کے بیچ ایک خلاء پیدا ہوگیا ہے جس کی وجہ سے اکثر اوقات شہریوں کا روّیہ ریاست کے لیے تلخ ہو جاتا ہے اور ایک غیر یقینی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے۔کئی دفعہ قصور ریاست کا بھی ہوتا ہے کیونکہ اپنے شہریوں کو سہولیات اور انصاف دینا ریاست کی اولین ترجیح ہے جس میں پاکستانی ریاست کوتاہی برتتی ہے اور لوگ متنفر ہوکر معاشرے کے بگاڑ کا سبب بنتے ہیں۔جہاں تک انتہا پسندی کے فروغ کا تعلق ہے تو ریاست اس کی ذمہ دار اس لیے ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو تحفظ دینے میں ناکام رہتی ہے اور لوگ مشتعل ہوکر اسی انتہا پسند گروہ کا حصہ بن جاتے ہیں جو کہ ریاست میں بگاڑ پیدا کرنے میں لگے ہوتے ہیں۔ریاست اکثر اپنی ذمہ داریوں سے منہ موڑتی ہے اور یہی چیز انتہا پسندی کو پروان چڑھانے کا سبب بنتی ہے۔اگر موجودہ حالات پر نظر ڈالی جائے تو ایک قسم کی فرقہ وارانہ انتہا پسندی جنم لے رہی ہے جو کہ کسی بھی ریاست اور شہریوں کے لیے ایک بڑے خطرے سے کم نہیں۔ریاست کو چاہیے کہ صحیح قوانین کا اطلاق کرکے لوگوں کو انصاف اور تحفظ فراہم کرے اور انتہا پسندی کے انسداد کی کوششیں تیز کردے۔

شرکاء کے سوالات:

سوال: انتہا پسندی کی روک تھام میں ریاست کا کردار کیسے ممکن ہے؟

جواب: ریاست کی اولین ترجیح اپنے شہریوں کے جان و مال کا تحفظ ہے اور اس کے لیے وہ ہر طرح سے اقدامات کرے گی، اپنی سرحدوں کو محفوظ رکھے گی تاکہ انتہا پسند عناصر کا داخلہ نہ ہو۔اس کے علاوہ ایسی پالیسیاں ترتیب دے گی کہ سب کو انصاف کی یکساں فراہمی ہو اور ہر ادارہ شفاف طریقے سے اپنا فرض نبھائے۔ریاست کے ہر شہری کو برابری کی بنیاد پر سہولیات اور حقوق ملیں۔

انتہا پسندی کیا ہے؟ اسکی اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل

ضیاءاللہ

انتہا پسندی کے لفظی معنی کسی بیان یا عمل کی انتہا تک جانا کہ جس میں میانہ روی یا دوسرا راستہ اختیار کرنے کی طرف سوچ ختم ہوجائے۔انتہا پسندی کی جامع تعریف کرنا مشکل ہے۔اسکی اہم وجہ نظریاتی عمل دخل ہے۔انتہا پسندی کی تعریف ڈاکٹر پیٹرٹی کولمین اور ڈاکٹر انڈیانہ بارٹولی اس طرح پیش کرتے ہیں " کسی بھی کردار کے لیے ایسی سرگرمیاں، عقائد، رویے، احساسات، عملیات اور حکمت عملیاں جو کہ معمول سے ہٹ کر ہوں"۔آج کل کے دور میں انتہا پسندی مذہبی اور سیاسی طور پر بہت استعمال ہورہی ہے جس کی وجہ سے کافی مسائل جنم لے رہے ہیں۔انتہا پسندی کی اور جامع تعریف یوں ہے کہ مناسب حد سے پرے ہٹنا یا اس سے آگے جانا یا تمام حدود کو پھلانگنا۔انتہا پسندی کی بہت سی اقسام ہیں جن میں مذہبی انتہا پسندی، سیاسی انتہا پسندی، معاشرتی انتہا پسندی اور اقتصادی انتہا پسندی شامل ہیں۔خود پسندی خاص طور پر خود کو بالاتر سمجھنے کی انتہا پسندی آج کل عام ہے۔اس قسم کی انتہا پسندی میں ایک قوم، گروہ یا فرد دوسرے سے خود کو بالاتر اور ممتاز سمجھتا ہے۔اگر یہی پیشہ ور لوگ ڈاکٹر، انجینئر، یا کسی اور بڑے عہدے پر بھی فائز ہوں پھر بھی ان کو کم تر سمجھا جاتا ہے کیونکہ معاشرے نے حیثیت کا اپنا ایک فرسودہ معیار اور رواج بنایا ہوا ہے۔انتہا پسندی سے ہماری زندگی پر بہت سے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔سیاسی تنزلی آجاتی ہے، ملک کا ڈھانچہ کمزور پڑ جاتا ہے، ریاستی وفاداری ختم ہوجاتی ہے، معاشی اور اقتصادی حالت کمزور ہوجاتی ہے، انفرادی اور اجتماعی کردار کشی ہوتی ہے، شہریوں کے حقوق سلب ہوتے ہیں، صنفی امتیاز آجاتا ہے، کرپشن کا رجحان بڑھ جاتا ہے، زندگی سے نفرت ہونے لگتی ہے، عدم برداشت پیدا ہوتی ہے اور عدم انصاف کی فضا قائم ہوجاتی ہے۔انتہا پسندی کی روک تھام کے لیے لائحہ عمل مرتب کرنا ضروری ہے۔انسانی حقوق کی پاسداری کو بطور نصاب پڑھانا چاہیے، انسانی جان کی حرمت کا لحاظ رکھنا لازم ہے، عورتوں کی عزت اور وقار کو بحال کرنے کے لیے انفرادی کردار ادا کرنا ہوگا، بلا امتیاز رنگ و نسل ایک دوسرے کا احترام کرنا چاہیے۔اساتذہ کو بچوں کی صحیح نگہداشت، تربیت اور والدین کو صحیح پرورش کرنے کی خصوصی توجہ چاہیے۔ہر ایک کے اختلاف رائے کا احترام کرنا، بین المذاہب میں ہم آہنگی پیدا کرنا، قوانین کی پاسداری کرنا، بزرگوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کرنا، خصوصی افراد کے ساتھ ترجیحی سلوک کرنا اور ان کو معاشرے کا فعال رکن بنانا چاہیے۔اگر یہ سب چیزیں اس معاشرے میں ترویج پاجائیں تو کچھ بعید نہیں کہ یہ معاشرہ پر امن اور انتہا پسندی سے پاک معاشرہ بن جائے۔

شرکاء کے سوالات:

سوال: معاشرے میں پھیلتی ہوئی گھریلو انتہا پسندی کو کیسے ختم کیا جاسکتا ہے؟

جواب: گھریلو انتہا پسندی ہمارے اپنے ذہن کی پیداوار ہے اور اس کو ختم بھی ہم خود ہی کرسکتے ہیں۔گھر میں ایک متوازن رویہ اختیار کرکے اور ایک دوسرے کی بات کو ترجیح دے کر اگر گھر کا کوئی فرد کوئی کام یا بات ایسی کرتا بھی ہے جس سے ایک غیر متوازن صورتحال پیدا ہو تو چاہیے کہ معاملہ فہمی سے اس مسئلہ کو حل کریں اور ایک دوسرے کی رائے کا احترام کریں اور پرتشدد رویے سے گریز کریں۔

سوال: فرقہ ورانہ انتہا پسندی کا سدباب کیسے ممکن ہے؟

جواب: دنیا کا ہر مذہب آپ کو امن کا درس دیتا ہے اور ہر انسان کو مذہبی آزادی حاصل ہے لیکن اس بنیاد پر کہ وہ دوسرے کے مذہب کو نہ برا بھلا کہے گا اور نہ ہی اس کو مذہب کے چھوڑنے پر مجبور کیا جائے گا، دنیا میں اسی طرح ایک مذہب میں بھی بہت سے فرقے ہوتے ہیں جو کہ ایک دوسرے کی مذہبی زندگی میں انتشار پیدا کرتے ہیں۔اس کا واحد حل یہی ہے کہ ایک دوسرے کو دلائل سے قائل کریں نہ کہ زور زبردستی یا تخریبی کاروائیوں سے۔انتہا پسندانہ سوچ کے حامل لوگوں یا فرقوں کی نشاندہی کرکے ان کو مفاہمتی رویے سے سمجھانا ہی اس وبا سے چھٹکارا دلاسکتا ہے۔

کسی بھی ملک میں میڈیا کی بنیادی ذمہ داریاں کیا ہوتی ہیں، انتہا پسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار

فضل کرم

میڈیا کا مطلب ذرائع ابلاغ ہے یعنی وہ ذریعہ جس کے ذریعہ سے ہمیں بہت سی نئی چیزوں اور حالات حاضرہ کا پتہ چلتا ہے یعنی لوگوں کو حالات وواقعات سے آگاہ کرنا ہے۔ہمارے ہاں میڈیا میں قوانین اور اخلاقی اقدار کا خیال نہیں رکھا جاتا اور میڈیا کو غلط طرح سے استعمال کیا جاتا ہے جو کہ کسی بھی ملک کی ثقافت اور ملکی وقار کے لیے باعث نقصان ہے۔میڈیا کے تمام اداروں کو آزادی حاصل ہے اور اسی آزادی کا غلط فائدہ اٹھا کر وہ غلط قسم کی رپورٹنگ سے عام عوام کو گمراہ کرتے ہیں اور حقائق سے پردہ چاک کرنے کی بجائے لوگوں کو اور تجسس میں ڈالتے ہیں۔میڈیا کو ریاست کا چوتھا ستون مانا جاتا ہے لیکن ہمارے ہاں یہی چوتھا ستون اپنی ہی ریاست کی نفی کرنے اور اسکی بنیادیں کمزور کرنے پر تلا ہوا ہے۔میڈیا پر ایسی غلط تصویر کشی کی جاتی ہے جس سے نہ صرف انتہا پسندی کو فروغ ملتا ہے بلکہ ہمارا تشخص بھی متاثر ہورہا ہے۔آج کل میڈیا پر پرتشدد مناظر کو کھلم کھلا دکھایا جاتا ہے جس سے لوگوں میں خوف و ہراس اور تذبذب پیدا ہوتا ہے۔ایک دوسرے کے فرقوں اور عقیدوں پر اس طرح تنقید کرتے ہیں کہ لوگوں میں انتشار پھیل جاتا ہے اور ایک دوسرے کی زندگی لینے پر آجاتے ہیں۔میڈیا چینلز کے قواعد وضوابط ہوتے ہوئے بھی وہ

ان پر عمل درآمد نہیں کرتا۔میڈیا جہاں آج کے دور میں منفی چیزوں کا سہارا لیکر اپنی ریٹنگ بڑھاتا ہے۔ پچھلے دور میں میڈیا نے ایسے اچھے کام کیے ہیں جس سے معاشرے میں فلاحی سوچ نے بھی جنم لیا ہے۔میڈیا ایسے پروگرام بنا سکتا ہے جس سے لوگوں میں مثبت رویہ پیدا ہوسکتا ہے۔میڈیا میں کام کرنے والے لوگوں کی اگر ٹھیک طرح سے تربیت کی جائے،ان کو میڈیا کے قوائد وضوابط سمجھا کر کام کرنے دیا جائے اوران پر نظر رکھی جائے تو کبھی بھی عام لوگ گمراہ نہیں ہونگے اور نہ ہی ہمارا عالمی تشخص پامال ہوگا۔

شرکاء کے سوالات:

سوال: سرکاری میڈیا اور نجی میڈیا میں کیا فرق ہے؟

جواب: سرکاری میڈیا سے مراد ریاستی میڈیا ہے چاہے وہ کوئی ٹی وی چینل ہو یا ریڈیو اخبار وغیرہ نجی میڈیا وہ ادارے ہیں جو ریاست سے اجازت لیکر اور کچھ قوائد وضوابط کی بنیاد پر لائسنس لے کر اپنا کام کرتے ہیں۔وہ ملکی حالات سے لوگوں کو باخبر رکھنے کے ساتھ ساتھ حکومت پر تنقید اور اس کی اصلاح کا بھی کام کرتے ہیں

پاکستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی بنیادی وجوہات،ان کا سد باب کیسے ممکن ہے، اس حوالے سے انسانی حقوق کے کارکنوں کا کیا کردار ہوسکتا ہے؟

شفیع الزمان

پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے،تبدیلی کے دور سے گزر رہا ہے اور سیاسی لحاظ سے اس کی تاریخ اتنی حوصلہ افزا نہیں ہے۔ مختلف ادوار میں مختلف نظام حکومت متعارف کروائے گئے لیکن بدقسمتی سے کوئی حکومت بھی اس نظام کو پوری طرح ٹھیک نہ کرسکی اور ہر دور میں نظام کی تبدیلی کی بات ادھوری ہی رہی۔اس طرح جمہوریت کے حقیقی فوائد عوام کو میسر نہ آسکے۔ پہلے ہم حق کی تعریف کریں گے کہ حق کیا ہے۔حق کسی بھی فرد یا ریاست کے شہری کا وہ دعویٰ ہے جس کو ریاست تسلیم کرتی ہے۔انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی بنیادی وجہ ریاست میں لوگوں کے ساتھ نا انصافی کا سلوک ہوتا ہے یا کچھ قوانین لوگوں کے ذہنوں کو مشتعل کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ تخریبی کاروائیاں کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔اگر ریاست اپنے شہریوں کو انصاف اور سہولیات دے تو لوگ کبھی بھی مشتعل نہیں ہونگے اور نہ ہی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہوگی۔ریاست کو چاہیے کہ وہ اپنے شہریوں کا ہر طرح سے خیال رکھے اور ایسے قوانین ترتیب دے جو کہ لوگوں کی سوچ سے متصادم نہ ہوں۔تمام لوگ کسی نہ کسی طرح انسانی حقوق کے کارکن ہیں اور ان کا معاشرے میں اس حوالے سے ایک اہم کردار ہے کہ وہ لوگوں کو حقوق کے متعلق آگاہی دے کر اوران کو ٹھیک راستہ اختیار کرنے کا مشورہ دے سکتے ہیں۔اگر بڑی سطح پر نہ ہو تو کم از کم اپنے شہر یا گاؤں کے لوگوں کو اس حوالے سے تک آگاہ کر کے ان کو ان کا جائز حق دلانے یا انتہا پسندی کی روک تھام اور انسانی حقوق کی پاسداری کرنے پر آمادہ ضرور کر سکتے ہیں۔

مذاہب عالم احترام انسانیت،امن اور رواداری کا درس دیتے ہیں،اگر ہاں تو نفرت،تعصب اور تفرقہ بازی سے نجات کے لیے کیا مئوثر حکمت عملی ہوسکتی ہے۔

محمد اسحاق

ایسا کوئی بھی مذہب نہیں ہے جو کہ احترام انسانیت کی نفی کرتا ہے یا نفرت و تعصب پھیلانے کا درس دیتا ہے۔نفرت،تعصب اور تفرقہ بازی انسانی ذہن کی پیداوار ہے اور انسان ہی ان کو پروان چڑھاتا ہے۔اگر کسی بھی مذہب کی تعلیمات کو اٹھا کر پڑھا جائے تو وہ امن رواداری اور برابری کا درس دیتا ہے اور برائی سے روکنے اور اچھائی پھیلانے پر زور دیتا ہے۔آج کل کے دور میں المیہ یہ ہے کہ ایک مذہب کے پیروکاروں کے اندر بہت سے فرقے جنم لے لیتے ہیں اور تفرقہ پسند عناصر معاشرے میں بگاڑ پیدا کر کے اور لوگوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کر کے اپنے مذموم عزائم حاصل کرتے ہیں۔آج کے اس دور میں جتنی مذہبی انتہا پسندی پروان چڑھی اس سے اکثر مذہبی ممالک میں ایک غیر متوازن صورتحال ہے۔تفرقہ بازی اس حد تک چلی گئی ہے کہ لوگ ایک دوسرے کی جان کے دشمن بن گئے ہیں۔آئے دن کہیں نہ کہیں مذہبی بنیادوں پر لوگوں کا قتل عام ہوتا ہے۔آئے دن بنا معلومات کے فتوے لگادیے جاتے ہیں۔اسی ماحول سے تنگ آ کر لوگ مشتعل ہوتے ہیں اور امن خراب کرتے ہیں۔تعصب اور تفرقہ بازی سے نجات تب ہی ممکن ہے جب آپس میں امن وسکون اور رواداری سے رہا جائے،سب کے ساتھ برابری کا سلوک کیا جائے،ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کیا جائے اور مذہب کی غلط تشریح کو چھوڑ کر اس کی اصل روح پیش کی جائے گی۔

کیا انتہا پسندی کے فروغ میں ہمارے عدالتی نظام،اس کے طریقہ کار،انصاف کی عدم فراہمی، سیاست روی کا بھی کوئی عمل دخل ہے اگر ہاں تو یہ خرابیاں کیسے دور کی جا سکتی ہیں اور اس حوالے انسانی حقوق کے کارکنوں کا کیا کردار ہے۔

افتخار احمد

ہر ملک کا ایک قانونی نظام ہوتا ہے جو کہ قانون بنانے اور اس کا اطلاق کرنے پر مامور ہوتا ہے۔اس کے لیے ایک عدالتی نظام رائج ہوتا ہے جو کہ قانون کے معاملات سنبھالتا ہے اور شہریوں کو انصاف فراہم کرتا ہے۔لیکن المیہ یہ ہے کہ آج کل یہ ادارے اس طرح سے فعال نہیں ہیں جس طرح کہ ان کو ہونا چاہیے۔اگر کسی کے ساتھ ناانصافی ہوتی ہے اور وہ کم حیثیت والا ہوتا ہے تو اسے انصاف میسر آنے میں کافی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ قانون بھی بدقسمتی سے اس کی سنتا ہے جس کے پاس اختیار ہو اور اس کی جان پہچان یا اثر رسوخ ہو۔ایک غریب کو اس طرح انصاف نصیب نہیں ہوتا جس طرح کہ ایک امیر کو یا اثر رسوخ والے بندے کو ہوتا ہے۔اور پھر ہمارا عدالتی نظام بہت آہستہ سے کام کرنے کا عادی ہو چکا ہے اور ہفتوں کے کیسز سالوں تک چلے جاتے ہیں۔اس سے لوگوں میں بے چینی اور انتشار پیدا ہوتا ہے۔اس کے علاوہ عدالتی نظام میں کام کرنے والے لوگ بھی خود کو محفوظ نہیں سمجھتے کیونکہ بعض دفعہ ان کو کچھ کیسز میں دھمکیاں ملتی ہیں اور وہ مجبوراً یکطرفہ فیصلہ دے دیتے ہیں۔اس کے علاوہ ہمارے عدالتی نظام میں سیاسی مداخلت کا بھی عمل دخل ہے اور کچھ سیاست دان اپنے فائدے کی خاطر خود ہی قانون شکنی کرتے ہیں اور اس نظام کے بگاڑ کا سبب بنتے ہیں۔عدالتی نظام سے خرابیاں دور تو مشکل سے ہوں گی لیکن ہونے کی امید ضرور رکھی جا سکتی ہے۔اگر ریاست اس نظام کو مثبت طریقے سے چلانے کی کوشش کرے اور جو لوگ اس نظام سے جڑے ہوئے ہیں ان کے جان و مال کو محفوظ بنائے تو انصاف کی فراہمی آسان ہوں گی۔اس کے علاوہ اگر اس نظام پر نظر ثانی کی جائے اور جدید دور کے تقاضوں کے مطابق اس کو ڈھالا جائے تو اس سے بھی کافی بہتری آسکتی ہے۔

شرکاء کے سوالات:

سوال: عدالتیں مقدمات کو طول کیوں دیتی ہیں؟

جواب: بہت سی جگہوں پر ججز کم اور مقدمات زیادہ ہوتے ہیں تو اس وجہ سے بھی اس میں دیر لگ جاتی ہے اور کچھ مقدمات کی عجیب نوعیت ہوتی ہے کہ ان کا جلد فیصلہ ہونا ممکن نہیں ہوتا۔پولیس بھی اس نظام میں بہت مسئلے پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوتی ہے اور کیس کو پیچیدہ بنا دیا جاتا ہے۔

سوال: سیاسی مداخلت کو قانونی نظام سے کیسے دور رکھا جا سکتا ہے؟

جواب: سیاست کو قانونی نظام سے دور تو نہیں رکھا جاسکتا البتہ دونوں کو ان کی حدود بتائی جا سکتی ہیں اور ان پر کار بند رکھا جاسکتا ہے بشرط یہ کہ دونوں اس پر متفق ہوں۔سیاست میں جو لوگ منتخب ہوتے ہیں ان کا کام بھی قانون سازی ہی ہوتا ہے لیکن بدقسمتی سے اکثر وہ اپنے فائدے کا ہی قانون بنانے کی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے قانونی عمل کافی متاثر ہوتا ہے۔

خودکشی کے واقعات

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدحق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی گئی رپورٹوں کے مطابق **23** مئی سے **23** جون کے دوران ملک بھر میں **190** افراد نے خودکشی کر لی۔ خودکشی کرنے والوں میں **58** خواتین شامل تھیں۔ **23** مئی سے **14** جون تک **108** افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنہیں بروقت طبی امداد کے ذریعے بچالیا گیا۔ اقدام خودکشی کرنے والوں میں **70** خواتین شامل ہیں۔ اعداد وشمار کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں **117** افراد نے گھریلو جھگڑوں ومسائل سے تنگ آ کر اور **14** نے معاشی تنگدستی سے مجبور ہوکر خودکشی کرلی۔ خودکشی کے واقعات میں **104** نے زہر کھا/پی کر، **35** نے خودکو گولی مار کر اور **30** نے گلے میں پھندا ڈال کر جان دے دی۔ خودکشی اور اقدام خودکشی کے **298** واقعات میں سے صرف **11** واقعات کی ایف آئی آر درج ہوئی۔

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
23 مئی	قدیر احمد	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 188 رب، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
23 مئی	عمران	مرد	-	24 برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گاؤں مریدکے، فاروق آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
23 مئی	اسامہ	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گاؤں 97/6 آر، ہارون آباد	-	روزنامہ نئی بات
23 مئی	زہرا بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خوررانی	44/5 ایل، ساہیوال	-	روزنامہ نئی بات
23 مئی	شہناز بی بی	خاتون	-	30 برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	بستی کہور، رحیم یار خان	-	روزنامہ ایکسپریس
23 مئی	محمد شہباز	مرد	-	21 برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ننکانہ صاحب	-	روزنامہ جنگ
24 مئی	سید علی رضا شاہ	مرد	-	-	-	-	خود کو گولی مار کر	چیچہ وطنی	-	روزنامہ جنگ
24 مئی	شیراز	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	شیر شاہ کالونی، لاہور	-	روزنامہ جنگ
24 مئی	یاسر	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	موضع فرخ پور، کوٹلہ ارب علی خان	-	روزنامہ جنگ
24 مئی	شہناز بی بی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	جھنگ	-	روزنامہ جنگ
24 مئی	صفدر جان	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	جھنگ	-	روزنامہ جنگ
24 مئی	قیصر	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ککا کولو، جاکے چٹھہ	-	روزنامہ جنگ
24 مئی	اختر	مرد	-	-	شادی شدہ	غربت سے تنگ آ کر	زہر خورانی	محلہ اقبال پورہ، جلال پور بھٹیاں	-	روزنامہ جنگ
25 مئی	عمران	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	چک 163 ای بی، پاک پتن	-	روزنامہ دنیا
25 مئی	ابرار حسین	مرد	-	25 برس	-	ذہنی تناؤ	زہر خورانی	کوٹ سابہ، رحیم یار خان	-	روزنامہ دنیا
25 مئی	عمران	مرد	-	20 برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گاؤں آدم پور، وار برٹن	-	نوائے وقت
25 مئی	عمران	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 50 ڈی بی، رنگ پورہ	-	روزنامہ نوائے وقت
25 مئی	ظفر اقبال	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	ٹوبہ ٹیک سنگھ	-	روزنامہ نوائے وقت
25 مئی	دلاور حسین	مرد	-	-	-	-	زہر خورانی	شاہ پور صدر	-	روزنامہ نوائے وقت
25 مئی	تنویر احمد	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	-	پھندا لے کر	منڈی احمد آباد، بصیر پور	-	روزنامہ جنگ
25 مئی	ساجدہ کپڑ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	بیدل بیکس کالونی، روہڑی، سکھر	-	روزنامہ کاوش
25 مئی	ایاز پلہ	مرد	-	-	-	-	نہر میں کود کر	نزد نوشہرو فیروز	-	روزنامہ کاوش
26 مئی	رمضان سیال	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک نمبر 202 ڈبلیو بی، ٹبہ سلطان پور	-	روزنامہ خبریں ملتان
26 مئی	وجاہت	مرد	-	15 برس	غیر شادی شدہ	مدرسے کے معلم کے خوف سے	زہر خورانی	سرائے سدھو	-	روزنامہ خبریں ملتان
26 مئی	حسن بخش	مرد	-	75 برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	موضع اسماعیل پور، کہروڑ پکا	-	روزنامہ خبریں ملتان
26 مئی	جمشید	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	چک 18 فورڈواہ، حاصل پور	-	خواجہ اسد اللہ
26 مئی	نعیم	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چوٹی زیریں، ڈیرہ غازی خان	-	خبریں ملتان
26 مئی	نبیل	مرد	-	22 برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	شاہدرہ ٹاؤن، لاہور	-	روزنامہ خبریں
26 مئی	ر	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	متنی شریکرہ، پشاور	درج	روزنامہ آج
26 مئی	ثناء بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	پنڈی بھٹیاں	-	روزنامہ نوائے وقت
26 مئی	منظور اقبال	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	یوسف والا، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
26 مئی	جنید جٹ	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ہلہ روڈ، پتوکی، قصور	-	روزنامہ نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
26 مئی	زیبابی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں بڈھا، ننکانہ صاحب	-	روزنامہ نوائے وقت
26 مئی	مزمل	بچہ	-	13 برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	رچنا ٹاؤن، فیروزوالا	-	روزنامہ نوائے وقت
26 مئی	نیاز محمد	مرد	-	-	-	-	خود کو گولی مار کر	بیزن خیل، بنوں	-	روزنامہ نوائے وقت
26 مئی	سدرا بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محمدی کالونی، سرگودھا	-	روزنامہ نئی بات
26 مئی	ارشاد بگلانی	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	-	گوٹھ خمیسو بگلانی بھل، جیکب آباد	-	روزنامہ کاوش
27 مئی	جہانگیر	مرد	-	-	-	-	پھندا لے کر	گاؤں لوہسر، لالہ موسیٰ	-	روزنامہ جنگ
28 مئی	بلال	مرد	-	14 برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قذافی کالونی، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
28 مئی	عرفان	مرد	-	28 برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 28 پی، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
28 مئی	بختاور	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صدیق آباد کالونی، ڈیرہ غازی خان	-	خبریں ملتان
28 مئی	نبیلہ کوثر	خاتون	-	22 برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	16/1 اے ایل، اوکاڑہ	-	روزنامہ جنگ
28 مئی	وارث خان	مرد	-	35 برس	-	بیماری سے دلبرداشتہ	خود کو گولی مار کر	کمر مشانی، میانوالی	-	روزنامہ جنگ
28 مئی	عمران	مرد	-	15 برس	غیر شادی شدہ	بھائی کی موت پر دلبرداشتہ	زہرخورانی	محلّہ پیر اسلام، حویلی لکھا	-	روزنامہ جنگ
28 مئی	ظفر اقبال	مرد	-	-	-	قرض سے دلبرداشتہ	خود کو گولی مار کر	چک 266 گ ب، ٹوبہ ٹیک سنگھ	-	روزنامہ نئی بات
29 مئی	آمنہ بی بی	خاتون	-	55 برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بستی کھوکھراں، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
29 مئی	اسد مسعود	مرد	-	22 برس	غیر شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	53/3 آر، اوکاڑہ	-	روزنامہ جنگ
29 مئی	ذوالفقار	مرد	-	40 برس	-	-	پھندا لے کر	پھوڑاں والا، دلے والا	-	روزنامہ جنگ
29 مئی	حبیب	مرد	-	65 برس	-	-	نہر میں کود کر	ملک پور، سرائے عالمگیر	-	روزنامہ جنگ
29 مئی	ارشد	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	پانڈووال، کٹھیالہ شیخاں	-	روزنامہ جنگ
29 مئی	شیرا مسیح	مرد	-	22 برس	غیر شادی شدہ	بے روزگاری سے تنگ آکر	زہرخورانی	مکہ کالونی، شاہ کوٹ	-	روزنامہ جنگ
29 مئی	عطا محمد خاصخیلی	مرد	-	20 برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ لائق خاصخیلی، نوشہرو فیروز	-	روزنامہ کاوش
29 مئی	اکبر گاڈہی	مرد	-	15 برس	-	-	خود کو گولی مار کر	گوٹھ محسن زرداری، نوشہرو فیروز	-	روزنامہ کاوش
29 مئی	عابد حسین	مرد	-	22 برس	-	-	خود کو گولی مار کر	ہزار خوانی، پشاور	درج	روزنامہ ایکسپریس
29 مئی	امینہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	ارشد ٹاؤن، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
29 مئی	عباد خان	مرد	-	-	شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	متنیکو رونا، فقیر آباد، پشاور	درج	روزنامہ ایکسپریس
30 مئی	طالب حسین	مرد	-	15 برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	دڑی سانگی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
30 مئی	-	مرد	-	70 برس	-	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	چشمہ کچا، کندیاں	-	روزنامہ جنگ
30 مئی	سعید	مرد	-	26 برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	73 رب، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
30 مئی	طالب حسین	مرد	-	15 برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	دڑی سانگھی، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
30 مئی	گلناز بی بی	خاتون	-	30 برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	آلو گوٹھ، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
30 مئی	ن	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں 16/1 اے ایل، اختر آباد	-	روزنامہ دنیا
30 مئی	افشاں شیخ	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ فیضو بنڈو، خیرپور	-	روزنامہ کاوش
31 مئی	سمیعہ	خاتون	-	16 برس	غیر شادی شدہ	جنسی زیادتی پر دلبرداشتہ	چھت سے کود کر	بلاک 5، خانیوال	-	روزنامہ نوائے وقت
یکم جون	محمد ریاض	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	675/16 گ ب، پیر محل	-	روزنامہ نوائے وقت
یکم جون	خوشی محمد	مرد	-	60 برس	-	-	پھندا لے کر	55 جی ڈی، ساہیوال	-	روزنامہ نوائے وقت
یکم جون	-	مرد	-	60 برس	-	-	فلائی اوور سے کود کر	چوک کمہاراں، ملتان	-	روزنامہ دنیا
یکم جون	اقراء	خاتون	-	16 برس	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	لیہ	-	روزنامہ دنیا
یکم جون	جنید	مرد	-	25 برس	-	بیماری سے تنگ آکر	پھندا لے کر	سیالکوٹ کینٹ	-	روزنامہ دنیا

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
کیم جون	محمد نواز	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	کوٹلی لوہاراں، سیالکوٹ	-	روزنامہ دنیا
کیم جون	محمد اعظم	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	کوٹ عنایت خان، گکھڑ	-	روزنامہ دنیا
کیم جون	شائلہ	خاتون	-	21برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	اورنگی ٹاؤن، کراچی	-	روزنامہ دنیا
کیم جون	بشیر احمد	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	بھاگ ناڑی، بولان	-	روزنامہ دنیا
کیم جون	اقبال بی بی	خاتون	-	60برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں تمبولی، کاموکی	-	روزنامہ جنگ
کیم جون	منور خاتوں	خاتون	-	25برس	شادی شدہ	-	زہرخورانی	شہدادکوٹ، قمبر	-	روزنامہ کاوش
کیم جون	سلیمان	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	سرپرآہنی راڈ مارکر	جناح کالونی، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
2جون	محسن ممتاز	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	ٹرین تلے آکر	11/7ایل، چیچہ وطنی	-	روزنامہ جنگ
3جون	کلثوم بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	میومبارک، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
3جون	رخسانہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	معراج کالونی، تخت بھائی	-	روزنامہ نیوز
4جون	ظفر اقبال	مرد	-	30برس	-	-	زہرخورانی	بستی رانجھے، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
4جون	عاقل خان	مرد	-	-	-	-	پھندا لے کر	ریگی، پشاور	درج	روزنامہ آج
4جون	محمد قاسم	مرد	-	17برس	غیرشادی شدہ	-	خودکو گولی مارکر	گاؤں شاہ پور، کوہاٹ	درج	روزنامہ ایکسپریس
4جون	سعدیہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	بھاٹی گیٹ، لاہور	-	روزنامہ دنیا
4جون	عقیلہ	بچی	-	11برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شادن لنڈن، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
4جون	امینہ بی بی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گھوٹکی	-	روزنامہ دنیا
4جون	ظفر اقبال	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بستی رانجھے، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
4جون	خداڈنو	مرد	-	30برس	-	گھریلو جھگڑا	-	ٹھورو، میرپورخاص	-	روزنامہ دنیا
4جون	نادر مغیری	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	رشتہ نہ ملنے پر	خودکو گولی مارکر	گوٹھ بھوروبروہی، جیکب آباد	-	روزنامہ کاوش
4جون	بلاول	مرد	-	18برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکو گولی مارکر	گوٹھ رحمان پہوڑ، خان پور، شکارپور	-	روزنامہ کاوش
4جون	عاقل	مرد	-	-	-	زندگی سے تنگ آکر	پھندا لے کر	ریگی، پشاور	-	روزنامہدنیا
5جون	سلیم احمد	مرد	-	30برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	راجن پور	-	روزنامہ جنگ ملتان
5جون	حماد علی	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	خودکو گولی مارکر	حافظ کلے سخاکوٹ، ملاکنڈ	درج	روزنامہ ایکسپریس
5جون	عمر فاروق	مرد	-	-	-	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	نوناریاں، راوی روڈ، لاہور	-	روزنامہ جنگ
5جون	کفایت علی	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	شیخوپورہ	-	روزنامہ جنگ
5جون	سجاد	مرد	-	-	-	-	خودکو گولی مارکر	جوہرآباد	-	روزنامہ جنگ
5جون	وقاص	مرد	-	20برس	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	کمرمشانی، میانوالی	-	روزنامہ جنگ
5جون	اعظم پٹھان	مرد	-	-	-	ذہنی معذوری	نہر میں کود کر	ولید محلّہ، لاڑکانہ	-	روزنامہ کاوش
5جون	ر	خاتون	-	25برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بستی ڈیپے واہ، لودھراں	-	روزنامہ جنگ ملتان
5جون	الف	خاتون	-	18برس	غیرشادی شدہ	-	پھندا لے کر	مبارک آباد، مریدکے	-	روزنامہ نوائے وقت
6جون	عمیر	مرد	-	25برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکو گولی مارکر	اوبلاک، بورے والا	-	روزنامہ جنگ ملتان
6جون	عرفان	مرد	-	18برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	ٹبے وال، جوہرآباد	-	روزنامہ جنگ
7جون	یاسر	مرد	-	28برس	-	-	زہرخورانی	بغدادکالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
7جون	سلمیٰ	خاتون	-	35برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع دولت واہی، جتوئی	-	روزنامہ دنیا
7جون	ابرار	مرد	-	19برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	چک نمبر5 گ ب، ننکانہ صاحب	-	روزنامہ دنیا
7جون	رحمت علی	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	حدوکے	-	روزنامہ دنیا
7جون	سلیم طارق	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	علی واہن، روہڑی، سکھر	-	روزنامہ کاوش

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
7جون	م	خاتون	-	15برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	341 گ ب، پیرمحل	-	روزنامہ نوائے وقت
7جون	یاسین جھلن	مرد	-	20برس	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	گوٹھ پنہل کا چھلو، خان پور، شکار پور	-	روزنامہ کاوش
8جون	شبانہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گرجاکھ، گجراں والا	-	روزنامہ جنگ
8جون	احمد	مرد	-	20برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	گاؤں ڈھیری، پدھراڑ، جوہرآباد	-	روزنامہ جنگ
8جون	یعقوب	مرد	-	19برس	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	پھندا لے کر	بلال کالونی، کورنگی، کراچی	-	روزنامہ نیوز
9جون	محمد ماہی	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک نمبر100، لودھراں	-	روزنامہ جنگ ملتان
9جون	شکیلا بی بی	خاتون	-	25برس	شادی شدہ	-	زہرخورانی	جمال دین والی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
9جون	شمشاد بی بی	خاتون	-	45برس	شادی شدہ	ذہنی دباؤ	زہرخورانی	بھٹہ واہن، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
9جون	محمد یوسف	مرد	-	-	-	بے روزگاری سے تنگ آکر	زہرخورانی	نور پور، فیصل آباد	-	روزنامہ نیوز
9جون	اللہ ڈنو لاشاری	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ اکبر بنگلانی، ٹھل، جیکب آباد	-	روزنامہ کاوش
10جون	عذرا بی بی	خاتون	-	18برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	لیبر کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
10جون	شاہینہ بی بی	خاتون	-	21برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خان پور رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
10جون	بشیر	مرد	-	55برس	شادی شدہ	مالی حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	34/9ایل، ساہیوال	-	روزنامہ ڈان
10جون	یاسین	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	خودکو گولی مار کر	رسول پور، اوکاڑہ	-	روزنامہ نئی بات
10جون	رفعت	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	دربار شاہ جیونہ، جھنگ	-	روزنامہ نئی بات
10جون	مرتضی	مرد	-	22برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	تھانہ محمد والا، لالیاں	-	روزنامہ جنگ
10جون	حسن رضا	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	عثمان پارک، جڑاں والا	-	روزنامہ جنگ
11جون	آفتاب	مرد	-	30برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	اوباڑو	-	روزنامہ جنگ ملتان
11جون	شہاب	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	اتمان زئی، چارسدہ	درج	روزنامہ آج
11جون	محمد رفیق بھٹی	مرد	-	35برس	-	گھریلو حالات سے تنگ آکر	پھندا لے کر	37ایس پی، پاک پتن	-	روزنامہ دنیا
11جون	عذرا بی بی	خاتون	-	18برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	لیبر کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
11جون	شاہینا بی بی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خان پور، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
11جون	عالم حسین	مرد	-	65برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکو جلا کر	گاؤں ڈلہ ننگل، شاہ کوٹ	-	روزنامہ جنگ
11جون	حنیفاں	خاتون	-	22برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	پٹھاں والی، وزیرآباد	-	روزنامہ جنگ
11جون	نفیسہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پٹھان کوٹ، گجراں والا	-	روزنامہ نیوز
11جون	-	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	خودکو جلا کر	دہلی گیٹ، ملتان	-	روزنامہ نوائے وقت
11جون	-	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے آکر	اعوان کالونی، گجرات	-	روزنامہ نیشن
12جون	ثقلین مشتاق	مرد	-	20برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سخی سرور کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
12جون	خادم حسین	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	لاڑ، ڈی آئی خان	درج	روزنامہ آج
12جون	ذیشان	مرد	-	18برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چونگی نمبر5، ننکانہ صاحب	-	روزنامہ ایکسپریس
12جون	محمد علی	مرد	-	18برس	غیرشادی شدہ	بیماری سے تنگ آکر	پھندا لے کر	چک نمبر17، چھانگا مانگا	-	روزنامہ ایکسپریس
12جون	یونس	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک نمبر31، ہنجروال	-	روزنامہ ایکسپریس
12جون	محمد حنیف	مرد	-	42برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	ڈھولن چک، قصور	-	روزنامہ ایکسپریس
12جون	سفیر حسین	مرد	-	-	شادی شدہ	سود کی عدم ادائیگی پر	پھندا لے کر	خانسر، بھکر	-	روزنامہ جنگ
12جون	راشد	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سرائے عالمگیر	-	روزنامہ جنگ
12جون	سلیم	مرد	-	28برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	دامن مہاڑ، جوہرآباد	-	روزنامہ جنگ
13جون	امین	مرد	-	30برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کوٹ سبزل، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
13جون	ر	خاتون	-	16برس	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	بستی شورکوٹ، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
13جون	ارسلان خان	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	-	لاہور	-	روزنامہ نیوز

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
13جون	س	خاتون	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	52/5ایل، اوکاڑہ	-	روزنامہ نوائے وقت
13جون	اللہ دتہ	مرد	-	30برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	551 گ ب، ماموں کانجن	-	روزنامہ نوائے وقت
13جون	پرویز	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	شاہ کوٹ	-	روزنامہ دنیا
13جون	فرزانہ بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	موضع لسکانی والا، کروڑ لعل عیسن	-	روزنامہ دنیا
13جون	سجاد	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	غربت سے تنگ آ کر	زہر خورانی	لاہور	-	روزنامہ جنگ
14جون	اللہ بچایا	مرد	-	40برس	شادی شدہ	مالی حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	موضع مڈ الیاس خان، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں
14جون	حق نواز	مرد	-	-	شادی شدہ	بیوی کے روٹھنے پر	خود کو جلا کر	کوٹ چھینہ، ڈیرہ غازی خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
14جون	صوبیہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	دانی اڈا، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
14جون	محمد بشیر	مرد	-	-	-	-	خود کو گولی مار کر	کوٹ عالم، جلالپور بھٹیاں	-	روزنامہ جنگ
14جون	-	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	تحصیل پنڈیالی، مہمند ایجنسی	-	روزنامہ ڈان
14جون	ادریس بھلر	مرد	-	-	شادی شدہ	غربت سے تنگ آ کر	زہر خورانی	محلّہ احمد پورہ، مرید کے	-	روزنامہ نوائے وقت
14جون	ہزارہ جمالی	مرد	-	22برس	-	گھریلو جھگڑا	بجلی کے تار کو چھو کر	ممتاز محلّہ، کندھ کوٹ، کشمور	-	روزنامہ کاوش
14جون	ملکہ سولنگی	خاتون	-	45برس	شادی شدہ	قرض سے تنگ آ کر	زہر خورانی	گوٹھ رب رکھیو، ٹھاروشاہ، نوشہرو فیروز	-	روزنامہ کاوش
14جون	محمد بلال	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	احمد علی ٹاؤن، فیصل آباد	-	روزنامہ نیوز
14جون	محمود عباسی	مرد	-	-	شادی شدہ	بے روزگاری سے تنگ آ کر	زہر خورانی	کندھرا، روہڑی، سکھر	-	روزنامہ کاوش
15جون	احمد دین	مرد	-	18برس	غیر شادی شدہ	بے روزگاری سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	یوسف آباد، رحیم یار خان	-	روزنامہ دنیا
15جون	اسحاق	مرد	-	18برس	غیر شادی شدہ	بے روزگاری سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	خان بیلہ، رحیم یار خان	-	روزنامہ دنیا
15جون	امین	مرد	-	22برس	غیر شادی شدہ	نشے کے لئے پیسے نہ ملنے پر	خود کو گولی مار کر	علی پور	-	روزنامہ دنیا
16جون	بوٹا	مرد	-	-	شادی شدہ	-	زہر خورانی	کالا پل، شجاع آباد	-	روزنامہ خبریں ملتان
16جون	ملک غلام جیلانی	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	شہنشاہ کالونی، سانگھڑ	-	روزنامہ نوائے وقت
17جون	شگفتہ	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چھینا آرلہ، قصور	-	روزنامہ نیوز
17جون	رانا منشا	مرد	-	30برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	نور پورہ، گکھڑ منڈی	-	روزنامہ جنگ
17جون	اویس	مرد	-	25برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کوٹ محبت، جلالپور بھٹیاں	-	روزنامہ جنگ
17جون	شمائلہ	خاتون	-	22برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گلشن کالونی، سمن آباد، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
17جون	نسرین	خاتون	-	-	شادی شدہ	شوہر کی موت پر دلبرداشتہ	خود کو گولی مار کر	22/14ایل، چیچہ وطنی	-	روزنامہ ایکسپریس
18جون	آکاش کمار	مرد	-	-	-	-	نہر میں کود کر	کندھر، روہڑی، سکھر	-	روزنامہ کاوش
18جون	ساجد	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	-	پھندا لے کر	بہاولنگر	-	روزنامہ نوائے وقت
18جون	ارشد	مرد	-	-	شادی شدہ	بیوی کو منانے میں ناکامی پر	زہر خورانی	چک 107 ڈبلیو بی، مترو، رحیم یار خان	-	روزنامہ دنیا
18جون	کامران	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	قصبہ شیخاں والا، شاہ پور	-	روزنامہ جنگ
18جون	اورنگزیب	مرد	-	18برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	چک 32 ج ب، امین پور بنگلہ	-	روزنامہ جنگ
18جون	رضوان احمد	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	محلّہ چودھریاں، بہاول پور	-	روزنامہ نیوز
19جون	عزیزہ مائی	خاتون	-	70برس	شادی شدہ	اولاد کے رویے سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ ملتان
19جون	شہزادی	خاتون	-	18برس	غیر شادی شدہ	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	چک 204 رب، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
19جون	صائمہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 52 ٹی ڈی اے، سرائے مہاجر	-	روزنامہ جنگ
19جون	نورین بی بی	خاتون	-	28برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	دیوان بیلیاں، اوگی، مانسہرہ	-	ایکسپریس ٹریبیون
20جون	وارث	مرد	-	15برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	محلہ نواز آباد، اوچ شریف، بہاول پور	-	خواجہ اسد اللہ
20جون	شاہد	مرد	-	22برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 121 پی، منٹھار، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
20جون	علی	مرد	-	-	-	زندگی سے تنگ آ کر	خود کو گولی مار کر	خار باجوڑ، باجوڑ ایجنسی	درج	روزنامہ ایکسپریس
20جون	مرسلین	مرد	-	-	-	-	خود کو گولی مار کر	موسیٰ بانڈہ، صوابی	درج	روزنامہ آج

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
21جون	زہرا	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	کھوسہ کالونی، جام پور	-	روزنامہ خبریں ملتان
21جون	خان بہادر	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	بھکر	-	روزنامہ خبریں ملتان
21جون	ناصرہ	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پاتی کلاں، تخت بھائی، مردان	درج	روزنامہ ایکسپریس
21جون	پدم سولنگی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ چھتل سولنگی، پرپالو، خیرپور	-	روزنامہ کاوش
22جون	عابد	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ساہوکا	-	روزنامہ خبریں ملتان
22جون	حیدرعلی بروہی	مرد	-	20برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لےکر	گوٹھ عیدن بروہی، رتوڈیرو، لاڑکانہ	-	روزنامہ کاوش
23جون	ساگرکمار	مرد	-	19برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کندھ کوٹ، کشمور	-	روزنامہ کاوش

اقدام خودکشی:

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
24مئی	حضرت علی	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	ٹیلہ بند، بڈھ بیر، پشاور	درج	روزنامہ ایکسپریس
24مئی	ارشادمیرانی	مرد	-	24برس	-	بے روزگاری سے دلبرداشتہ	-	بچل شاہ میانی، سکھر	-	شاکر جمالی
25مئی	فہمیدہ شیخ	خاتون	-	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فارقی محلّہ، گمبٹ، خیرپورمیرس	-	روزنامہ کاوش
25مئی	-	خاتون	-	-	-	-	زہرخورانی	گمبٹ، خیرپورمیرس	-	روزنامہ کاوش
26مئی	اربیلہ	خاتون	-	15برس	غیرشادی شدہ	-	-	مسلم کالونی، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
26مئی	کوثر بی بی	خاتون	-	23برس	-	-	-	شیخ واہن، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
26مئی	عرفانہ بی بی	خاتون	-	32برس	-	-	-	کوٹ سبزل، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
26مئی	زلیخاں بی بی	خاتون	-	25برس	-	-	-	کوٹ کرم خان، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
26مئی	آمنہ بی بی	خاتون	-	35برس	-	-	-	بستی کھوکھراں، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
26مئی	وقارعلی	مرد	-	20برس	-	-	-	رحمان کالونی، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
27مئی	-	مرد	-	-	-	بجلی کے زائد بل پر	خودکوجلاکر	شاہدرہ، بہاول پور	-	خواجہ اسداللہ
27مئی	محبوب علی شاہ	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	گوٹھ مالکی سہتہ، خیرپورمیرس	-	روزنامہ کاوش
28مئی	شبانہ بی بی	خاتون	-	18برس	-	-	-	چک46پی، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
28مئی	روبینہ بی بی	خاتون	-	25برس	-	-	-	ظفرآبادکالونی، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
28مئی	صباءرحمان	خاتون	-	15برس	-	-	-	ٹرسٹ کالونی، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
28مئی	عائشہ بی بی	خاتون	-	20برس	-	-	-	میومبارک، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
28مئی-	شہناز بی بی	بچی	-	13برس	غیرشادی شدہ	-	-	رکن پور، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
28مئی	شاہینا	خاتون	-	20برس	-	-	-	چک111پی، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
28مئی	صغراں بی بی	خاتون	-	23برس	-	-	-	ظاہرپیر، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
28مئی	وقارجاکھرانی	مرد	-	15برس	-	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	گوٹھ غلام نبی جاکھرانی، جیکب آباد	-	روزنامہ کاوش
29مئی	شمیم بی بی	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک نمبر169ٹی ڈی اے، کوٹ سلطان	-	خبریں ملتان
29مئی	عزیزمائی	خاتون	-	25برس	-	-	-	صادق آباد	-	خبریں ملتان
29مئی	گلنازبی بی	خاتون	-	30برس	-	-	-	رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
29مئی	علی فریدی	بچہ	-	13برس	غیرشادی شدہ	-	-	صادق آباد	-	خبریں ملتان
29مئی	ناصر	مرد	-	30برس	غیرشادی شدہ	-	-	چک عباس، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
29مئی	اسحاق چانڈیو	مرد	-	20برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ پھرکی چانڈیو، خیرپورمیرس	-	روزنامہ کاوش
29مئی	نظام الدین مگنہار	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شہدادکوٹ، قمبر	-	روزنامہ کاوش
30مئی	فاطمہ پرویز	خاتون	-	-	-	-	-	گلشن اقبال، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
30 مئی	شہناز مائی	خاتون	-	-	--		-	بستی وڈبنگلا، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
30 مئی	مسزعدنان	خاتون	-	-	-	-	-	گلشن اقبال، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
30 مئی	پرویزاختر	مرد	-	-	-	-	-	وائرلیس کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
30 مئی	کندن بی بی	خاتون	-	-	-	-	-	چک 111، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
30 مئی	صنم میمن	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ٹھیڑھی شہر، خیرپورمیرس	-	روزنامہ کاوش
30 مئی	عدنان علی	مرد	-	-	-	-	-	بغدادکالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
30 مئی	دادلی مستوئی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قمبر	-	روزنامہ کاوش
31 مئی	س	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈسکہ	-	روزنامہ نئی بات
31 مئی	مختیار ببر	مرد	-	27برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نزد کنب، خیرپورمیرس	-	روزنامہ کاوش
31 مئی	م	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈسکہ	-	روزنامہ نئی بات
یکم جون	نازیہ بی بی	خاتون	-	17برس	-	-	-	بستی حلیم آرائیں، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
یکم جون	سعدیہ بی بی	خاتون	-	20برس	-	-	-	آبادپور، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
یکم جون	ساجدہ بی بی	خاتون	-	28برس	-	-	-	غوث پور، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
یکم جون	جمیلہ بی بی	خاتون	-	25برس	-	-	-	گلشن ناصر، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
یکم جون	رشیداں مائی	خاتون	-	50برس	-	-	-	ظاہرپیر، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
یکم جون	محسن علی	مرد	-	19برس	-	-	-	محلہ اولڈ میڈیکل کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
یکم جون	شعبان علی	مرد	-	22برس	-	-	-	پل گری، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
یکم جون	رضوان	مرد	-	24برس	-	-	-	عطاء کریم کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
یکم جون	شہمیرامیتلو	خاتون	-	22برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ حسین بخش، کنڈیارو، نوشہروفیروز	-	روزنامہ کاوش
یکم جون	سونیا بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالے کر	14/2ایل،90موڑ	-	روزنامہ ایکسپریس
2 جون	عرفانہ بی بی	خاتون	-	25برس	-	-	-	وائرلیس پل، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
2 جون	شاہین بی بی	خاتون	-	-	-	-	-	مڈدرباری، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
2 جون	وزیراں	خاتون	-	18برس	-	-	-	بہادرپور، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
2 جون	فداحسین	مرد	-	17برس	-	-	-	نورے والی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
2 جون	عبدالسمیع	مرد	-	20برس	-	-	-	احمدپور، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
3 جون	شازیہ بی بی	بچی	-	13برس	غیرشادی شدہ	-	-	چک عباس، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
3 جون	ریحانہ	خاتون	-	-	-	-	-	چک 72پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
3 جون	صوبائی مائی	خاتون	-	65برس	شادی شدہ	-	-	جمال دین والی، رحیم ےارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
3 جون	مجیب احمد	مرد	-	16برس	غیرشادی شدہ	-	-	پلوشاہ، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
3 جون	شہباز	مرد	-	-	-	-	-	چک 91پی، رحیم یارخن	-	روزنامہ خبریں ملتان
4 جون	کلثوم بی بی	خاتون	-	18برس	-	-	-	بدلی شریف، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
4 جون	تسلیم بی بی	خاتون	-	25برس	-	-	-	چک 111پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
4 جون	حمیرابی بی	خاتون	-	25برس	-	-	-	عباسیہ ٹاؤن، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
4 جون	رابعہ بی بی	خاتون	-	20برس	-	-	-	الشہاب ٹاؤن، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
4 جون	سدرابی بی	خاتون	-	20برس	-	-	-	چک 63پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
4 جون	لاسن مائی	خاتون	-	32برس	-	-	-	چک 116پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
4 جون	خلیل احمد	مرد	-	25برس	-	-	-	کچی چوہان، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
5 جون	مورامائی	خاتون	-	30برس	-	-	-	بستی پیرسہالا، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
5 جون	زہرابی بی	خاتون	-	25برس	-	-	-	جلالپور، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
5 جون	فوزیہ بی بی	خاتون	-	25برس	-	-	-	شاہ گڑھ، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
5جون	حکیماں بی بی	خاتون	-	28برس	-	-	-	ظاہر پیر، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
5جون	سمیعہ بی بی	خاتون	-	17برس	-	-	-	چک 43 این پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
5جون	شمشاد بی بی	خاتون	-	20برس	-	-	-	ظاہر پیر، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
5جون	شہلا بی بی	خاتون	-	25برس	-	-	-	چک 68 پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
6جون	زہرا بی بی	خاتون	-	22برس	-	-	-	گلشن عثمان، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
6جون	اقصیٰ	خاتون	-	15برس	غیر شادی شدہ	-	-	گھوٹکی	-	روزنامہ خبریں ملتان
6جون	خدیجہ	بچی	-	13برس	غیر شادی شدہ	-	-	گلشن اقبال، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
6جون	آصف	مرد	-	22برس	-	-	-	کوٹ سمابہ، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
6جون	عبدالعزیز	مرد	-	17برس	غیر شادی شدہ	-	-	مسلم کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
6جون	-	مرد	-	21برس	-	-	-	میر پور ماتھیلو	-	روزنامہ خبریں ملتان
6جون	ریاض	مرد	-	25برس	-	-	-	سردار گڑھ، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
7جون	فیاض علی کٹپر	مرد	-	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گمبٹ، خیر پور میرس	-	روزنامہ کاوش
7جون	ز	خاتون	-	22برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ مراد جاگیرانی، خان پور، شکار پور	-	روزنامہ کاوش
8جون	لائبہ بی بی	خاتون	-	14برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	بستی امانت علی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
8جون	طیبہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گرے والا سٹاف، ملتان	-	روزنامہ نوائے وقت
10جون	صفیہ بی بی	خاتون	-	22برس	-	-	-	چک 111 پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
10جون	امید بی بی	خاتون	-	23برس	-	-	-	گلشن عثمان، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
10جون	واحد بخش	مرد	-	25برس	-	-	-	چک 82 پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
10جون	وسیم	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	-	خود کو گولی مارکر	تاجی قلعہ، بنوں	-	راولپنڈی نیوز
10جون	شان خان	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مارکر	تاجی قلعہ، بنوں	-	راولپنڈی نیوز
11جون	اقراء بی بی	خاتون	-	15برس	غیر شادی شدہ	-	-	فتح پور، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
11جون	سمیرا بی بی	خاتون	-	18برس	-	-	-	ابوظہبی کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
11جون	روشنی مائی	خاتون	-	17برس	غیر شادی شدہ	-	-	فتح پور پنجابیاں، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
11جون	کملو مائی	خاتون	-	15برس	غیر شادی شدہ	-	-	چک نمبر 220، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
11جون	علی حسین	مرد	-	25برس	-	-	-	حبیب کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
11جون	سکندر تمرانی	مرد	-	-	شادی شدہ	-	خود کو گولی مارکر	کنب، خیر پور میرس	-	روزنامہ کاوش
11جون	ک	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک مور خاں، سیالکوٹ	-	روزنامہ دنیا
11جون	م	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	جاکے چیمہ، سیالکوٹ	-	روزنامہ دنیا
11جون	س	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	بھاڈے چک، سیالکوٹ	-	روزنامہ دنیا
11جون	مقصود	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	موضع راجو، سیالکوٹ	-	روزنامہ دنیا
12جون	سہیل علی شاہ	مرد	-	18برس	-	بے روزگاری سے تنگ آکر	زہر خورانی	آریجا، لاڑکانہ	-	روزنامہ کاوش
12جون	زاہد حسین شاہ	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	حسین بیلی، گھوٹکی	-	روزنامہ کاوش
13جون	آسیہ بی بی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک نمبر 112 مراد، چشتیاں	-	روزنامہ خبریں ملتان
13جون	صنم ناز	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	27/3 آر، چشتیاں	-	روزنامہ خبریں ملتان
13جون	صغراں بی بی	خاتون	-	15برس	غیر شادی شدہ	-	-	بہادر پور، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
13جون	گلفام	بچہ	-	13برس	غیر شادی شدہ	-	-	ابوظہبی کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
13جون	زوہیب احمد	مرد	-	16برس	غیر شادی شدہ	-	-	کالونی حاجی محمد، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
13جون	مسعود عالم	مرد	-	25برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	-	چک 95 پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
13جون	شاہد علی	مرد	-	36برس	غیر شادی شدہ	مالی حالات سے دلبرداشتہ	-	شاہ پور، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
14جون	-	خاتون	-	14برس	غیر شادی شدہ	-	-	اقبال آباد، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان

جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط

بے بنیاد الزامات پر عبدالشکور کی گرفتاری بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی ہے

آسٹریلیا میں پاکستان میں مسٹر عبدالشکور کی غیر قانونی گرفتاری پر تشویش کے اظہار کے لیے یہ خط لکھ رہا ہوں۔ ضابطہ فوجداری پاکستان کی دفعہ 298-c اور انسداد دہشت گردی کی دفعہ آٹھ کے تحت مسٹر عبدالشکور کی گرفتاری اور قید شہری وسیاسی حقوق کے عالمی میثاق (آئی سی سی پی آر) کی دفعات 18،2 اور 27 کی خلاف ورزی ہے۔ 2 دسمبر، 2015 کو پاکستان کے شہر ربوہ میں واقع احمدیہ بک ڈپو سے 78 سالہ عبدالشکور کو گرفتار کیا گیا۔ انہیں پی پی سی کی دفعہ 298-c کے تحت گرفتار کیا گیا۔ یہ دفعہ خاص طور پر احمدیوں کو نشانہ بناتی ہے۔ اس دفعہ کے مطابق احمدیوں کی طرف سے خود کو مسلمان قرار دینا اور اسلام پر عملدرآمد کرنا سزا وار جرم ہے اور تضحیک مذہب کے زمرے میں آتا ہے۔ بعدازاں، مسٹر عبدالشکور پر انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کی دفعہ آٹھ بھی عائد کی گئی۔ 2 جنوری، 2016ء کو انسداد دہشت گردی عدالت کے جج نے عبدالشکور کو انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت پانچ سالہ جبکہ ضابطہ فوجداری پاکستان کی دفعہ 298-c کے تحت تین سال قید کی سزا سنائی۔ مزید برآں، مسٹر عبدالشکور کو 150,000 روپے جرمانے کا حکم دیا گیا۔ مسٹر عبدالشکور احمدیہ کمیونٹی کے بزرگ شہری ہیں، وہ قانون کی پیروی کرنے والے اور پرامن شہری ہیں۔ چنانچہ، ضابطہ فوجداری پاکستان کی دفعہ 298-c اور انسداد دہشت گردی ایکٹ کی دفعہ 8 کے تحت مسٹر عبدالشکور کی ایذارسانی آئی سی سی پی آر پی کی دفعات 27,18 کے تحت مذہبی آزادی اور دفعہ 2 کے تحت مساوات کے اصول کے منافی ہے۔ چنانچہ، مسٹر عبدالشکور کی گرفتاری بلا جواز ہے اور ان پر عائد الزامات بے بنیاد ہیں۔ انہیں تمام الزامات سے بری الذمہ قرار دے کر رہا کرنا چاہئے۔

انعام الحق کوثر

نیشنل پریذیڈنٹ

بدامنی کے واقعات کے خلاف احتجاج

چمن یکم جون کو آل پارٹیز ایکشن کمیٹی کے زیر اہتمام اغواء برائے تاوان کیخلاف ڈی سی او کمپلیکس میں دھرنے کے دوران مظاہرین نے موجودہ ضلعی انتظامیہ کیخلاف نعرے بازی کی۔ دھرنے کو ختم کرنے کے لیے ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر نے مظاہرین سے مذاکرات کئے اور انہیں یقین دلایا کہ مغوی شدہ شہری تاجر شیر خان اور دیگر کی بازیابی کے لیے کوشش کر کے انہیں بازیاب کرایا جائے گا۔ امن وامان کے حوالے سے حکومت سنجیدہ کارروائیاں شروع کی ہیں۔ 3 جون کو کوژک ٹاپ پر پہیہ جام ہڑتال کی گئی۔ جس کی بدولت چمن سے کوئٹہ تک آمدورفت بالکل بند رہی۔ اور شہریوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ تیسرے دن صوبائی حکومت کی جانب سے وزراء کے ایک وفد سینئر وزیر مولانا عبدالواسع، صوبائی منصوبہ بندی ڈاکٹر حامد اچکزئی، صوبائی ایم پی اے زمرک اچکزئی، وزیر تعلیم عبدالرحیم اور دیگر وزراء نے آل پارٹیز ایکشن کمیٹی کے عہدیداران سے ملاقات کی۔ اور مسئلہ کو جلد حل کر کے امن وآمان کی بہتری اور مغوی شدہ شہریوں کی بازیابی کی یقین دہانی کر کے ہڑتال کو ختم کرایا گیا۔

(محمد صدیق)

نجی جیل سے 28 افراد بازیاب

ٹنڈوالہیار تحصیل جھنڈو مری کے گاؤں حسین بخش لنڈ کے بااثر زمیندار غلام قادر لنڈ، عطر لنڈ، غلام نبی لنڈ کی نجی جیل سے فریادی جگسی کولہی کے گھر کے اٹھائیس افراد کو بازیاب کرالیا۔ جگسی کولہی نے عدالت میں کیس درج کروایا تھا کہ بااثر زمیندار گزشتہ دو سال سے ان کے لوگوں پر ظلم کر رہا ہے اور انہیں کہیں آنے جانے کی اجازت بھی نہیں ہے اور نہ ہی ان بچوں کی بیماری کے دوران علاج کروانے کی سہولت ہے۔ تعلیم کی بجائے ان کے بچوں کو زمیندار اپنے مویشی چرانے بھیجتا ہے، ان کی فصل کا بھی کوئی حساب کتاب نہیں کرتا اور نہ ہی انہیں کھانے پینے کے لیے دیتا ہے۔ زمیندار کے لوگ ہتھیاروں کی مدد سے ان سے جبری مشقت کرواتے ہیں۔ نجی جیل سے بازیاب ہونے والوں میں بچے، عورتیں اور مرد شامل ہیں۔ بازیاب ہونے والوں نے بتایا کہ زمیندار بااثر ہے، انہیں اور ان کے رشتہ داروں کو خطرہ لاحق ہے۔ ایس ایچ او پیارو لنڈ افضل مگسی نے نامہ نگار سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ انہیں فاضل سیشن جج نے حکم دیا جس پر وہ فریادی کو ساتھ لے کر گاؤں گئے اور متاثرہ لوگوں کو بازیاب کرا کر عدالت میں پیش کیا۔

(سرون کمار)

بجلی کی طویل بندش کا سامنا

پاراچنار بجلی کے 132 کے وی ٹرانسمیشن لائن کی بجلی سپلائی تیسرے روز بھی معطل رہی اور پاراچنار سمیت ایجنسی کے مختلف علاقوں میں پانی کی شدید قلت کے باعث شہریوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ لوئر کرم ایجنسی کے جنڈری کے مقام پر 132 کے وی کے مین پول گرنے کے سبب اپر کرم ایجنسی پاراچنار سمیت مختلف علاقوں میں بجلی تیسرے روز بھی معطل رہی۔ پاراچنار شہر اور مضافاتی علاقوں میں ٹیوب ویلز بند ہونے سے پانی کی شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور سال انڈسٹری بھی متاثر ہو رہی ہے۔ حکام کے مطابق بجلی کے پول پر مرمت کا کام جاری ہے اور جلد از جلد بجلی کی سپلائی بحال کردی جائے گی۔

(عظمت علی زئی)

مزدوروں کے مسائل یونین کے ذریعے حل ہو سکتے ہیں

حیدرآباد انسانی حقوق کمشن آف پاکستان کے رہنماء اور سندھ چیپٹر کے وائس چیئر مین اسد اقبال بٹ نے کہا ہے کہ مزدوروں کے معاشی مسائل کا حل مزدور یونینوں کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ وہ 31 مئی کو ایچ آر سی پی حیدرآباد ٹاسک فورس کے زیراہتمام پریس کلب میں مزدوروں کے مسائل کے حوالے سے منعقدہ مذاکرے سے خطاب کر رہے تھے۔ آل پاکستان واپڈا ہائیڈرو لیبر یونین سی بی اے کے صدر عبداللطیف نظامانی نے کہا کہ سرمایہ دار طبقے کے خلاف مزدور جہاں جدوجہد کریں گے ہم ان کے ساتھ ہوں گے۔ ہماری تحریک کی بدولت واپڈا کی نجکاری کا عمل روکا گیا ہے، مشہور دانشور زینت حسام کا کہنا تھا کہ پاکستان میں 45 لاکھ غیر رسمی مزدور ہیں، مزدوروں پر کسی قسم کے لیبر قوانین نافذ نہیں، ہمیں سیفٹی کمیٹی سمیت مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کے لیے چھوٹی چھوٹی کمیٹیاں تشکیل دینی چاہئے۔ عوامی ورکرز پارٹی کے بخشل تھلو نے مزدوروں کے حقوق کے تحفظات کے لیے صرف مذمت نہیں بلکہ مزاحمتی جنگ لڑنی ہے۔ ایچ آر سی پی کے ڈاکٹر اشوتھاما نے کہا کہ سیاسی جدوجہد کو شامل کئے بغیر مزدوروں کو حق نہیں مل سکتے۔ اس موقع پر خالد چانڈیو، محبوب قریشی، ڈاکٹر شاہنواز، دل محمد خان احمدانی دیگر نے بھی خطاب کیا۔ اس موقع پر ایچ آر سی پی کے لالہ عبدالحلیم شیخ، معشوق علی بھڑگری، نقیب کیریو، بوٹا امتیاز مسیح ودیگر بھی موجود تھے۔

(لالہ عبدالحلیم)

Denial of rights in jirga-state nexus in FATA

The residents of the Federally Administered Tribal Areas (FATA) have numerous reasons to feel aggrieved and discriminated when they compare their lot to citizens in the rest of the country. It is bad enough that the constitutionally guaranteed rights for all citizens are not available to the FATA residents, but as indicated by a recent case, the authorities themselves collude at times with local influentials to deny people their rights.

The case in question—which has not been covered by the media and came to the attention of the Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) through reports of its volunteers—is an assistant political agent's (APA) decision in Khyber Agency. The APA acquitted, based upon a Jirga verdict, two men who had confessed to killing their maternal uncle and their sister-in-law in a so-called honour crime.

HRCP has since stated that it was "astounded by a decision of the Assistant Political Agent (APA) Landi Kotal, Khyber Agency, of acquitting two brothers charged with murdering their sister-in-law and their maternal uncle in November last and later claiming that the victims had 'illicit relations'."

As per details available with HRCP, the two brothers were arrested and in their recorded statements both had confessed to committing the murders.

A five-member jirga was appointed which concluded that the accused should be asked to take an oath on the Holy Quran that in killing their sister-in-law and their maternal uncle 'they had done nothing wrong (with malafide intention)'. The Jirga stated that if the accused took the oath the murders stood 'justified' as per Riwaj and the accused should be acquitted.

The Riwaj refers to a custom in the tribal areas under which killing a woman in the family after killing a man and alleging 'illicit relations' effectively justifies both the murders and serves as a defence against prosecution for the crime.

The Jirga decision was communicated to the APA, who, in finding the accused innocent, wrote that the Jirga verdict 'is clear and in accordance with the local Riwaj.' He added: 'I agree with the majority verdict of the Jirga members. The Jirga's verdict was read over to the parties. The defendant party was found ready to take the oath prescribed by the Jirga members. However, the plaintiff party refused to get oath from the defendant party. As the plaintiff party has refused to get the prescribed oath from the defendant party, the accused are held innocent and released on bail forthwith.'

In a statement issued to the media, HRCP states: "All civlised human beings would be appalled by the fact that in this day and age such atrocious practices are not only accepted in the tribal areas but are also enforced on a regular basis by what passes off as the justice system. The Constitution clearly declares all customs contrary to law to be void, and yet the Riwaj survives and is enforced as the superior courts have no jurisdiction in the tribal areas."

HRCP urges the civil society and conscious citizens to pressurize the government to immediately issue clear directions to judicial and quasi-judicial officials in the tribal areas to absolutely disregard the so-called Riwaj in trying criminal cases. A human life should not have such little value just because a citizen is unfortunate enough to reside in the tribal areas. HRCP demands that the accused in the cited case must be brought to justice for their crime. "However, unless someone in sufficiently senior authority intervenes, we are convinced that the accused will not be held accountable for their actions. As much has been evidence by the utter inaction of the local authorities, despite repeated pleas for justice by the slain woman's husband," HRCP said in a statement condemning the APA decision.

It is important to emphasise that beyond highlighting this gruesome custom, the official connivance and the manner in which the political authorities administer 'justice', the case also offers further evidence of the lawlessness that passes off as law in FATA. HRCP demands immediate overhaul of the system that allows and enforces such travesty of justice and discriminates against the long-suffering residents of FATA. There is no justification for having one 'legal' standard for FATA and another for all other areas that constitute the country.

recommendations on how to end disappearances in Pakistan. None of these recommendations have been complied with. Instead, the government has passed two distinct laws that provide legal cover to enforced disappearance.

Under the Protection of Pakistan Act (2014), based on reasonable suspicion, it is legal to deprive any person of liberty for 90 days without warrant. Similarly, Action in Aid of Civil Power Regulation (2011) provides legal protection to the actions and operations of the security forces. The latter allows for the detention of individuals at internment centers. Before this law, detainees could only be imprisoned in designated prisons under the prisons department.

Civil society organizations and rights activists have denounced the 2011 law enforced in Federally Administered Tribal Areas (FATA) and Provincially Administered Tribal areas (PATA) as it violates the basic rights of citizens.

The fate of Zeenat Shehzadi, like that of several other missing persons, remains uncertain. Failure of the government to recover her and bring the perpetrators to justice, casts doubts on the government's seriousness about ensuring justice, protecting the citizens and upholding its human rights obligations.

Some of the WGEID recommendations after its Pakistan visit:

- Inclusion of a new and autonomous crime of enforced disappearances in the criminal code that is in full conformity with international standards and guarantees that anyone deprived of liberty shall be held at an authorized place of detention and promptly produced before a judicial authority.
- Ratification of the International Convention for the Protection of All Persons from Enforced Disappearance and recognition of the competence of the Committee on Enforced Disappearances to consider individual and inter-State complaints, pursuant to articles 31 and 32 of the Convention.
- Ratification of the Rome Statute of the International Criminal Court, which includes enforced disappearances as a crime against humanity.
- Provision of financial aid to the relatives of the disappeared persons, in particular women and children, in order to help to cope with the difficulties generated by the absence of the disappeared person.
- Formation of a program of reparation for all victims of enforced disappearances, including not only compensation but also full rehabilitation, satisfaction, including restoration of dignity and reputation, and guarantees of non-repetition.
- Empowerment of the courts and the Commission of Inquiry to use all powers they have to ensure compliance with their orders, including the request of sworn affidavits and writs of contempt of courts.
- Enlargement of the Commission of Inquiry and training for the intelligence and law-enforcing agencies.

2014. At the same time, a habeas corpus petition was moved in the Peshawar High Court.

According to media reports, Hamid's mother had through a power of attorney authorised Shehzadi to pursue the cases. She filed a petition in court on behalf of Ansari's mother and played an active role in calling upon the CIED to investigate the case. She was to appear before the CIED on August 2015 but before that she was picked up from a bus stand near her house in Lahore. A few days prior to her disappearance, police had detained Zeenat for a few hours.

Zeenat's brother registered a case with the police and the matter was also raised before the CIED, which directed the Punjab's home secretary to set up a joint investigation team (JIT) to trace her. The CIED has already held several hearings and recorded the evidence of a rickshaw driver who had witnessed Zeenat being taken away by a couple of men in a white car. At each hearing, the JIT has been reporting its inability to find any evidence of Zeenat's whereabouts, and the police reiterate their incapacity to do anything.

> "Whoever may be holding her [Zeenat Shahzadi], civil society calls upon the governments of Pakistan and Punjab and the security agencies to ensure that the circumstances of her disappearance are thoroughly investigated to identify those involved. She should be located and reunited with her family at the earliest."
> —HRCP press statement

In March 2016, Zeenat's brother, Saddam Hussain, committed suicide by hanging himself from a tree. In a press conference, HRCP stated that the suicide by Zeenat's brother was a reflection of the family's desperation over her continued disappearance and demanded that bland denial over her custody did not absolve the government of its obligation to the citizens.

The Supreme Court had started hearing cases of enforced disappearance in late 2006 and although scores of missing persons have been traced, or released during this period, no state functionary has been identified or held accountable for their role in these crimes. Hundreds of cases remain pending.

The CIED, which was established in 2010 to investigate cases, was supposed to identify perpetrators and compensate the aggrieved. However, it has operated with limited authority on the various state agencies allegedly involved in enforced disappearance.

Despite the large number of disappearances, these are still not specifically criminalized in Pakistan. UN Working Group on Enforced and Involuntary Disappearances (WGEID) conducted a fact-finding mission to Pakistan in 2012. The working group concluded its visit by making several

> "When you are making new laws that run parallel to the existing legal system, then you are allowing certain individuals and institutions to operate without accountability and with impunity."
> —Noted lawyer and rights activist Hina Jillani

Enforced disappearance and the culture of impunity

Over the past decade, enforced disappearance has become a familiar expression and a well-known violation of human rights in Pakistan. Many of the victims have been individuals suspected of involvement in militant extremism and other crimes, but students and political activists have also been picked up, mainly in Balochistan and Sindh. Scores of people who have been picked up have returned only as mutilated dead bodies. Pakistan is yet to take meaningful steps addressing the serious crime of enforced disappearance.

Enforced disappearances in selected districts across six regions (2016)						
Region	Jan	Feb	Mar	Apr	May	Total
Balochistan	1	4	3	4	3	15
Sindh	1	3	0	3	2	9
FATA	0	0	1	1	2	4
Gilgit-Baltistan	0	0	0	0	0	0
Khyber Pakhtunkhwa	4	3	1	1	1	10
South Punjab	0	0	0	0	0	0
Total	6	10	5	9	8	38

Focused monitoring by Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) volunteers in around 60 districts across six regions of Pakistan has highlighted as many as 38 cases of enforced disappearances recorded from January to May 2016, with 15 cases reported from Balochistan alone.

One of the recent disappearance cases that have attracted a lot of attention is that of Zeenat Shahzadi, a freelance journalist, who was picked up from Lahore in August 2015.

HRCP has expressed grave concern over the failure of the police and security agencies to recover her. She had been pursuing the case of Hamid Ansari, an Indian citizen, who was reported to have been missing since being picked up by the security agencies from a hotel in Kohat, in Khyber Pakhtunkhwa in November 2012.

Hamid Ansari had apparently befriended a girl online, who resided in Khyber Pakhtunkhwa and wanted to meet her. Rather than getting a visa for Pakistan, he arrived in Kabul, and from there somehow arrived in Pakistan and stayed with another person he had become friends with online. He later shifted to a hotel in Kohat. He was reportedly taken into custody by police and handed over to an unnamed security agency. A case for his disappearance was registered, following a direction by the Commission of Inquiry on Enforced Disappearances (CIED) in

Non-refoulement

Non-refoulement is a principle of customary international law prohibiting the expulsion, deportation, return or extradition of an alien to his state of origin or another state where there is a risk that his life or freedom would be threatened for discriminatory reasons. Non-refoulement is often regarded as one of the most important principles of refugee and immigration law.

Since the principle of non-refoulement has evolved into a norm of customary international law, states are bound by it whether or not they are party to the Convention relating to the Status of Refugees.

Article 3(1) of the Convention against Torture, to which Pakistan is a party, also provides the non-refoulement principle. "[N]o State Party shall expel, return ("refouler") or extradite a person to another State where there are substantial grounds for believing that he would be in danger of being subjected to torture," says Article 3(1).

UN Guiding Principles

The challenges for the internally displaced persons in Pakistan are only marginally less than those that the refugees face. The vast majority of IDPs in Pakistan today have been displaced on account of military operations against militant extremists in the northwestern parts of the country. While political leaders often refer to the displaced persons offering great sacrifices for security of the country, that sentiment has not reflected in the authorities' dealings with the IDPs.

The vast majority of IDPs in Pakistan today have been displaced on account of military operations against militant extremists in the northwestern parts of the country.

The way forward

In the past, the governments of Punjab and Sindh briefly denied IDPs entry into the two provinces and created hurdles in their free movement. Little has been done over the years to put in place a mechanism to prevent internal displacement and where it is inevitable minimize the impact of displacement on the population.

Although thousands of IDPs returned to their homes in 2015 but an estimated 1.5 million are still displaced.

Despite repeated calls by the Human Rights Commission of Pakistan, Pakistan has stubbornly refused to benefit from the UN Guiding Principles on Internal Displacement, which address the specific needs of the internally displaced persons and are consistent with the international human rights law and international humanitarian law.

World Refugee Day should be an opportunity to reassess Pakistan's response to the plight and needs of all victims of forced displacement, to increase empathy towards refugees and internally displaced persons. It should also serve a day for Pakistan to reflect upon the progress it has made towards preventing displacement and finding durable solutions to address all manners of forced displacement.

Since 2006-07, no new registration has taken place except for children born to registered Afghans.

Repatriation

Under the targets set by Islamabad in consultation with the UN refugee agency and Afghanistan, all registered Afghans were to return to their homeland by the end of 2015. However, less than 60,000 had made the return journey by December 31, 2015.

At the 25th Tripartite Commission meeting in 2015, attended by Pakistan, Afghanistan and the UNHCR, it was decided that efforts should be made in order to create an enabling environment for voluntary return and sustainable reintegration for the Afghans returning to their home country.

However, the number of Afghan refugees voluntarily returning back home has plunged lately owing to the worsening security situation in Afghanistan.

The issues of displacement and forced migration has increasingly been seen in Pakistan in the counter-terrorism context, especially after 150 people, almost all of them schoolchildren, were killed in a terrorist attack on Army Public School (APS) in Peshawar in December 2014. There have been growing concerns that the large number of unregistered refugees could jeopardise national security. A few days after the APS bloodshed, the Khyber-Pakhtunkhwa government announced that all Afghan refugees would be expelled. However, there have been no reports of Pakistan forcing any registered Afghans to return to their country.

Several incidents reported by the media of Afghan refugees acquiring apparently through bribing officials Pakistani citizenship documents have also led to calls for repatriation of all Afghans to their country.

There have been complaints that the refugees' presence results in putting strain on already scarce resources. These notions have thus led to xenophobic attitude among many citizens who perceive the refugees as not only taking over the resources but also constituting a security threat. In the light of purely utilitarian analysis about the economic and a potential law and order downside of hosting refugees, the humanitarian aspect is being blurred.

For several years now, the number of refugees repatriating to Afghanistan with UNHCR's assistance had decreased substantially, from around 450,000 in 2005 to less than 13,000 in 2014. Although the number of returning Afghans in 2015 was the highest since 2012, the returns in 2015 represented less than four percent of the overall registered Afghans in Pakistan.

The deadline for the return of registered refugees has now been extended till the end of 2016.

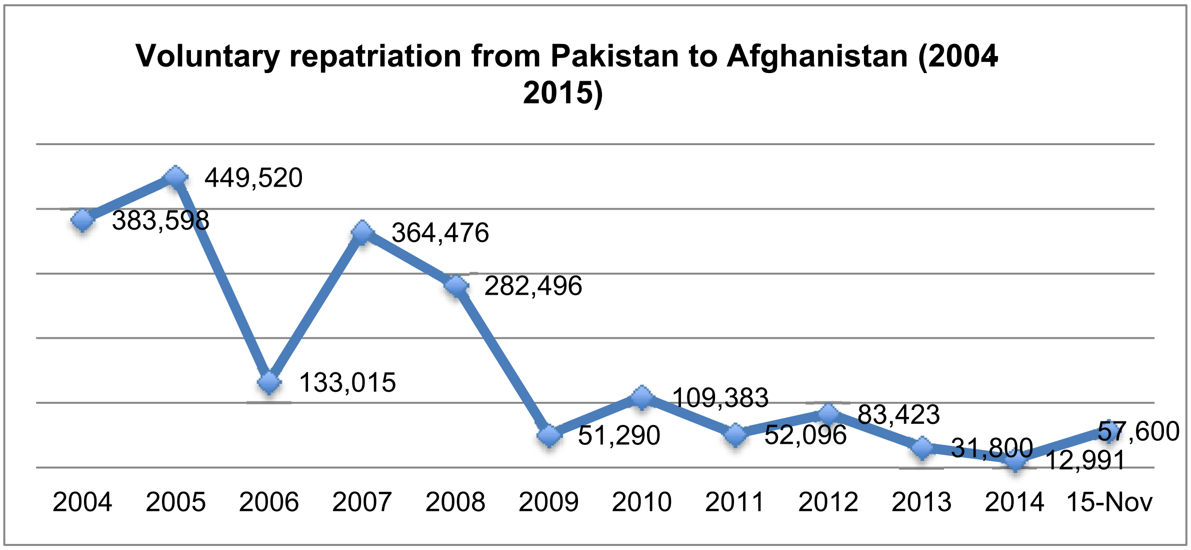

Source: UNHCR

Durable solutions for the displaced

Every year June 20, World Refugee Day, serves as an occasion to remember and raise awareness regarding the struggles of the people affected by forced displacement.

Forced migration is one of the biggest humanitarian issues the world faces today, affecting tens of millions of people worldwide—which include not just refugees, who flee their own country in search of safety or to escape persecution, but also internally displaced persons (IDPs), who are displaced within their own country on account of natural or man-made causes.

Pakistan has been hosting millions Afghan refugees for more than three decades and has a large internally displaced population due to military insurgency, natural disasters and developmental projects. World Refugee Day offers an opportunity to reflect on the universal principles on which refugee protection stands and also to take stock whether or not all that is required to safeguard the rights of this vulnerable group is being done.

United Nations General Assembly decided in December 2000 that June 20 would be celebrated as the World Refugee Day starting from 2001. That year also marked the fiftieth anniversary of the of the 1951 Convention relating to the Status of Refugees, which defines the term 'refugee' and also summarizes the rights of the displaced as well as the legal obligations of the States to protect them.

The 1951 Convention was followed by the 1967 protocol on refugee protection, which broadened the convention's scope by removing the geographical and time limits contained in the 1951 Convention that had restricted it only to people who became refugees in Europe before January 1, 1951. Hence, the 1967 protocol universalized the principles of protecting and safeguarding the rights of refugees.

Pakistan and the refugee convention

Since the late 1970s, Pakistan has hosted one of the largest refugee populations in the world, as millions of Afghans have abandoned their homeland following the Soviet invasion of Afghanistan and subsequent armed conflict in that country.

Even though Pakistan continues to host such a large refugee population, it is a party neither to the 1951 refugee convention nor the 1967 protocol. Pakistan has been hosting these refugees on the basis of a tripartite agreement with UN refugee agency, UNHCR, and Afghanistan, which constitutes a formal process for addressing the Afghan refugee issue in the country. The rights guaranteed to refugees under the 1951 convention and the 1967 protocol are not directly available to Afghan refugees, except where other treaty and customary international law obligations provide that right.

Durable solutions

The UNHCR efforts to address forced displacement crises focus on providing protection and assistance to refugees, but the ultimate goal has been to find lasting solutions that allow the displaced to rebuild their lives. The key solutions for refugees include voluntary repatriation, local integration and third-country resettlement.

At the end of 2015, there were 1.55 million registered Afghan refugees in Pakistan. At least as many unregistered Afghan nationals were estimated to be in the country. As far as the Afghan refugee population in Pakistan is concerned, the government considers repatriation as the only workable solution.

In 2006-07, a one-off registration exercise for Afghans in Pakistan was conducted. All those Afghans who registered themselves with National Database and Registration Authority at the time were given a Proof of Registration (PoR) card, an important identity document that provided temporary legal stay and freedom of movement for Afghan refugees in Pakistan. The holders of these cards were facilitated by the UNHCR during their stay in Pakistan and assisted in voluntary repatriation to Afghanistan. They were also protected against expulsion. Non-registered Afghans were not entitled to any such assistance or protection.

Numerous human rights activists, social and political workers, peasants, laborers and students participated. The participants lamented that rehabilitation of torture victims was often neglected and that reversing the physical and psychological scars that affected torture victims and their families must be considered an essential step

HRCP Multan office took out a procession from Nawan Shar to the Multan Press Club building. The participants chanted slogans to call upon the government to put an end to torture and uphold the rights of the citizens.

HRCP Peshawar office held a demonstration outside Peshawar Press Club to express solidarity and support with the victims of torture and their family members. HRCP members, human rights defenders and social activists joined the demonstration. The participants called upon the government to criminalize torture by enacting anti-torture legislation. They stressed that the various acts of torture by the investigating agencies aimed at extracting confession statements must be stopped and penalized.

HRCP office in Gilgit-Baltistan held a demonstration outside Gilgit Press Club. A large number of human rights activists, representatives of civil society, journalists, teachers, lawyers, social workers, traders and political workers joined the demonstration.

HRCP offices in Karachi, Turbat and Sukkur also organised demonstrations and discussions to commemorate the day.

Call for putting an end to torture

On the eve of the International Day to Support the Victims of Torture, HRCP called upon the government, through a postcard sent to the president, to take the following minimum measures to end torture in Pakistan:

- Enact an anti-torture law in line with the provisions of the Convention against Torture and make torture a distinct offence under criminal law.
- Take effective legislative, administrative, judicial and other measures to prevent torture and support victims by raising awareness about their experiences.
- Introduce an effective and transparent mechanism for promptly and impartially probing every torture claim, and prosecuting those found guilty.
- Ensure that no exceptional circumstances, under any special security laws or otherwise, are invoked as a justification for torture, ill-treatment or denial of due process.
- Implement effective laws and policies to provide compensation to torture victims and support their right to rehabilitation.
- Empower the National Human Rights Commission to investigate all complaints of torture, by withdrawing exemptions that limit the Commission's jurisdiction.
- Protect journalists and human rights defenders against threats or violence and facilitate their work in exposing torture.

- introduce jail reforms and ensure protection of women and members of religious minorities in prisons against abuse and torture, separation of jail administrations for male and female prisoners;
- guard against misuse of anti-terror laws against political opponents; and
- allow local governments to control police.

For the parliament

- criminalize torture in accordance with the Convention against Torture;
- enact a law on the right to be free from torture that includes a clear definition on torture, in compliance with the Convention against Torture, that criminalizes torture, provides remedies and reparation to victims, especially medical and psychological rehabilitation, and include accountability of non-state actors; and
- enact a witness protection law.

For civil society and media

- build a broad anti-torture coalition with a collective strategy in order to campaign for the implementation of the Convention against Torture;
- build capacity of media persons for more precise and accurate portrayal of torture;
- control portrayal of torture in films and plays;
- invest in awareness raising campaigns such as social engineering on the importance of the prohibition against torture in schools and the society at large;
- gather and share data of torture cases to be used in advocacy activities;
- engage with legislators at all stages of advocacy to raise a strong voice in parliament and at the political parties' level to lead to a tolerant and true democratic society;
- initiate societal debate and political discourse on the importance of the eradication and absolute prohibition of torture in order to denounce the general believe that torture is admissible and sometimes effective;
- establish strong civil society relations with media to prepare collective strategy with visible activism through social media, websites and emailing groups;
- use PEMRA's public service messaging funds to build print, online, broadcast campaigns against torture;
- report on cases of torture including torture inflicted on women and children and incidences in remote areas;
- educate members of the bar and establish an effective legal aid system at the bar council; and
- hold consultations with police authorities on the prohibition of torture.

The HRCP office in Islamabad also organised a demonstration outside National Press Club to urge the government to implement the Convention against Torture. The HRCP campaign also involved printing placards with messages to put an end to torture, respect for the rights of the victims of torture, protection of journalists and human rights defenders against threats or violence and facilitating their work in exposing acts of torture, making torture a clear crime and compensating victims of torture. A postcard was prepared with seven demands which civil society activists sent to the President, as part of the campaign.

In Quetta, HRCP organized a consultative discussion to observe the day. Journalists, civil society organisations and human rights activists participated in the event. On account of heavy rainfall and the security situation in Quetta following Youm-e-Ali, the Balochistan chapter office was unable to hold a demonstration as initially planned.

HRCP Special Task Force in Hyderabad organised a demonstration outside Hyderabad Press Club. Numerous human rights activists, social and political workers, peasants, laborers and students participated. The participants lamented that rehabilitation of torture victims was often neglected and that reversing the physical and psychological scars that affected torture victims and their families must be considered an essential step

HRCP Special Task Force in Hyderabad organised a demonstration outside Hyderabad Press Club.

The long road to a torture-free Pakistan

Around the world, June 26 is observed as International Day in Support of Victims of Torture. The decision to commemorate the day was made in 1997 through UN General Assembly resolution 52/149, with a view to aim for total eradication of torture and effective functioning of the Convention against Torture and Other Cruel, Inhuman or Degrading Treatment or Punishment.

Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) had long called upon Pakistan to join the Convention against Torture (CAT)

Since 2010, when Pakistan ratified the convention, HRCP has been demanding holistic steps to eradicate torture, putting an end to impunity for the perpetrators and support, justice and rehabilitation for torture victims.

The HRCP's anti-torture campaign on June 26 this year called for the CAT implementation. HRCP offices and activists through consultations and public demonstrations spoke out against torture and in support of victims of torture and their family members.

HRCP's Secretariat, chapter and field offices engaged in various activities to observe the Day to Support the Victims of Torture. The HRCP, in collaboration with the World Organization against Torture (OMTC), organized a consultation in Islamabad to review the status of implementation of CAT in Pakistan. The consultation aimed to mobilize stakeholders, including civil society organizations, legal community, policymakers, national human rights institutions, media and State authorities to propose recommendations for anti-torture reforms. The participants reiterated that torture was absolutely prohibited and could be justified under any circumstances. The participants proposed that an anti-torture law, in line with the provisions of the Convention against Torture, must be enacted. The following recommendations were proposed:

For the government

- hold public debate on the draft bill against torture and fully empower and strengthen the already established National Commission on Human Rights instead of making a new panel under the executive;
- provide trainings and access to modern and scientific methods of investigations to law enforcement agencies and move away from inhumane methods of investigation and extraction of confessions;
- establish rehabilitation centers for torture victims;
- ensure state compensation for torture victims through a mechanism;
- include civil society in the state reporting procedure by inter alia holding roundtables with the stakeholders for a comprehensive state report;
- introduce a system of democratic accountability for state personnel involved in torture.
- ratify the Optional Protocol to the Convention against Torture;
- establish an independent body for investigating and prosecuting police officers accused of engaging in torture and other forms of ill-treatment;
- ensure access to rehabilitation on the basis of physical and medical examination and not necessarily on a court judgment;
- revise, amend and reform the Police Order;

- Equality and non-discrimination
- Awareness-raising
- Accessibility
- Right to life
- Situations of risk and humanitarian emergencies
- Equal recognition before the law
- Access to justice
- Freedom from exploitation, violence and abuse
- Protecting the integrity of the person
- Liberty of movement and nationality
- Living independently and being included in the community
- Personal mobility
- Freedom of expression and opinion, and access to information
- Respect for privacy Education
- Health
- Habilitation and rehabilitation
- Work and employment
- Adequate standard of living and social protection
- Participation in political and public life
- Participation in cultural life, recreation, leisure and sport
- Statistics and data collection
- International cooperation
- National implementation and monitoring

CONVENTION on the RIGHTS of PERSONS with DISABILITIES

The convention was adopted in December 2006 and came into force in May 2008. Pakistan became a signatory to the convention a little over four months later, in September 2008. Pakistan ratified the convention in July 2011. While HRCP considers the ratification an important first step, it has repeatedly called upon the government to implement the convention. Without implementation the people of Pakistan will be denied the benefits of the ratification. There really is no excuse for such a long period of inaction after the ratification. Pakistan must urgently make changes in law and policy in line with its commitment under the convention.

Human Rights Commission of Pakistan جہدحق Monthly JEHD-E-HAQ

Monthly JEHD-E-HAQ - July 2016 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 23...... شمارہ نمبر 7 ......جولائی2016..... قیمت 5روپے

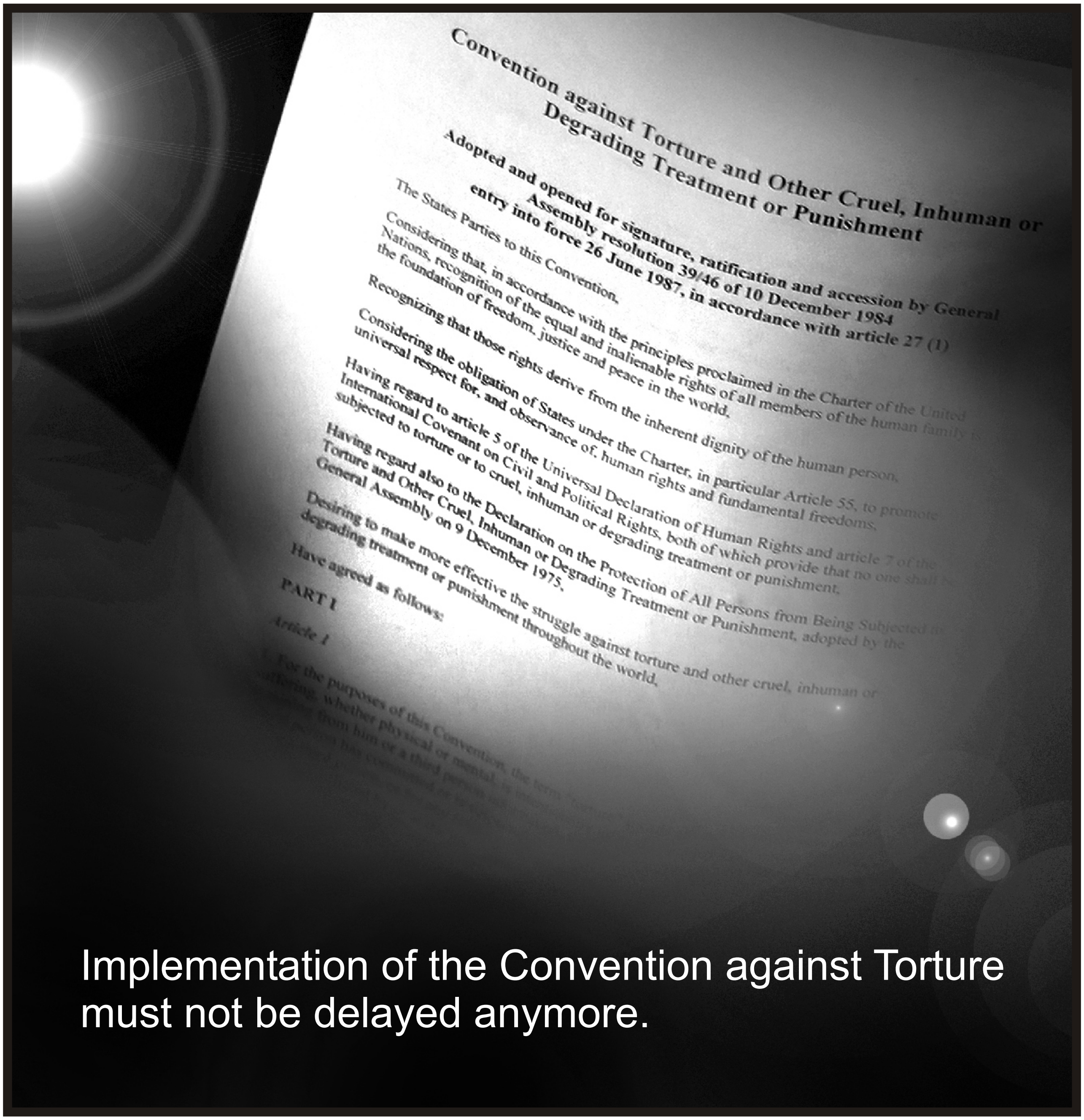

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
"ایوان جمہور" 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15